ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان
مجلہ
مارچ 2007ء

قارئین الحقیقہ کو عید میلاد النبی ﷺ مبارک ہو

سب سے بڑے محسن اور رسول ﷺ کی تشریف آوری

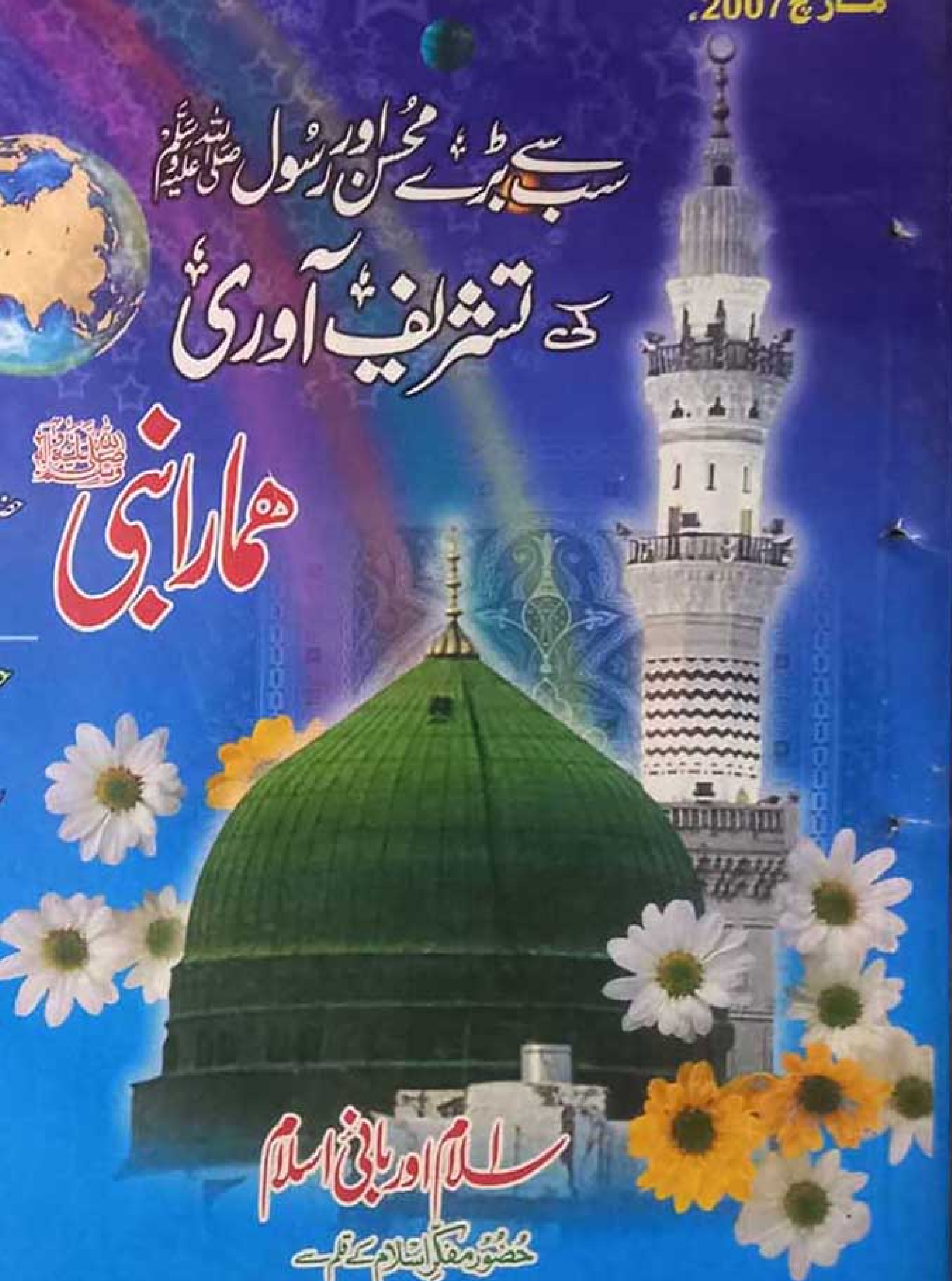
ہمارا نبی ﷺ
حضور مفکر اسلام کا بارگاہ محبوب اعظم و افخم میں عظیم و منفرد شاہکار منظوم نذرانہ عقیدت

جشن عید میلاد النبی کے تقاضے

آخری رسول ﷺ اور آخری کتاب

جب ہوا جلوہ آرا ہمارا نبی

ذکر خیر الانام ﷺ
اور حضور مفکر اسلام



اسلام اور بانی اسلام
حضور مفکر اسلام کے قلم سے

......خوشیاں مناؤ ہسی جاؤ......

آگئے نیں سرکار دو عالم   خوشیاں مناؤ ہسی جاؤ
ہن نہ ذکر غماں دا چھیڑو   غم پُل جاؤ ہسی جاؤ
جے کرنا اے رب نوں راضی   جے لینی سرکار دی رحمت
شام سویرے گیت نبی دے   یارو گاؤ ہسی جاؤ
آیا جد محبوب پیارا   ہر ماڑے بے کس دا سہارا
رحمت کرے اعلان چو طرفہ   عید مناؤ ہسی جاؤ
ماتم دی گل تک نئی کرنی   زخماں دا ناں تک نئی لینا
آیا اے ہسن دا مہینہ   ہسی جاؤ ہسی جاؤ
کرو نہ گستاخاں دی پروا   تھاں تھاں ایناں دا نواں پواڑہ
اے روون تے روندیاں تائیں   ہور روواؤ ہسی جاؤ
ہن کاہدا تقدیر دا رونا   ہن بننا مٹی نے سونا
آیا بخت جگاون والا   بخت جگاؤ ہسی جاؤ
او ویکھوں رحمت دا سمندر   لے جاؤ اپنے کاسے بھر بھر
پی پی کے ہن صدیاں والی   پیاس بجھاؤ ہسی جاؤ
حلوہ خود تقدیر کھلاوے   منہ مٹھا مومن دا کراوے
ہسی جاؤ حلوہ   حلوہ کھاؤ ہسی جاؤ
آئے جد محبوب گرامی   قدسی آ آ دین سلامی
نالے اک دوجے نوں آکھن   نعرے لاؤ ہسی جاؤ
نقش لاثانی نے دسیا کرنا   آسی نبی دا چرچا
ٹل لا لا کے آقا دا   میلاد مناؤ ہسی جاؤ
آگئے نیں سرکار دو عالم   خوشیاں مناؤ ہسی جاؤ

غلبہ دین حق کی عظیم تحریک شیران اسلام کا ترجمان

ماہنامہ

الحقیقۃ

مجلہ

پاکستان

ربیع الاول شریف ۱۴۲۸ھ مارچ 2007ء جلد نمبر 7 شمارہ نمبر 5

یاایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم

اے نبی جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو

بانی کریم

شیخ طریقت حضور مفکر اسلام

پروفیسر محمد حسین آسی

زیر سرپرستی

محمد عطاء الحق نقشبندی حسینی

حاجی عبدالرزاق

شجاعت علی مجاہد

ممنون احمد آسوی حسینی

شمس الدین نقشبندی

الحاج شوکت علی غوری

مجلس مشاورت

صابر حسین شاہ بخاری ۔ صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی

علامہ شفقات احمد نقشبندی ۔ ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری

محمد رضاء الدین صدیقی ۔ حاجی اخلاق احمد نقشبندی

محمد اکبر چوہدری
ایڈووکیٹ ہائیکورٹ

محمد اکرام محمد ناظم

فہرست

خصوصی قیمت

75

روپے

زرتعاون

پاکستان فی پرچہ -/15 روپے سالانہ

بذریعہ ڈاک -/150 فی پرچہ سالانہ چندہ

یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

لاثانی بک اینڈ کمپوزنگ سنٹر ریلوے روڈ نزد نیشنل بنک شکرگڑھ
0542-451997

رابطہ
صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقۃ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ
0542-451737

پبلشر محمد عطاء الحق نے الحمد دین پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقۃ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ فون 0542-451734 نارووال سے شائع کیا

......آئینہ......

نذرِ انتساب

''الحقیقہ'' کا یہ میلاد نمبر ہم فقیران حقیر کی متاعِ حقیر و عزیز ہے۔ حقیر کس لئے کہ ہم بھی حقیر، ہمارا اخلاص بھی حقیر اور ہماری کوشش و کاوش بھی حقیر، عزیز اس لئے کہ اس میں ذکر ہے خدا کے سب سے بڑے خلیفہ محبوب کا، کائنات کے سب سے اہم تخلیق و بقا کا، انسانوں کے سب سے کریم محسن و مربی کا جو اپنے رب کے فضل سے تاجدار لولاک لما اور شہنشاہ ارض و سماء ہے جس کی نسبت سے ہر حقیر عزیز، ہر ادنیٰ اعلیٰ اور ہر گدا، داتاؤں کا داتا بن جاتا ہے۔ علیہ افضل التحیۃ والثنا وادوم الصلوٰۃ والسلام۔

سوچتے ہیں اس متاعِ حقیر و عزیز کا انتساب کس کی نذر کریں۔ ہمارے خیال میں اس کے زیادہ مستحق تاریخ اسلام کے صوفیا کرام اور اولیاء عظام ہیں جن کی زندگی کا لحہ لحہ خدائے کریم اور اس کے حبیبِ عظیم ﷺ کی رضا جوئی کے لئے وقف رہا۔ جو اپنے اپنے دور میں اور اپنے اپنے ماحول میں 'الصادق' اور 'الامین' کے کامل مظہر بنے رہے۔ جنہوں نے کتاب و سنت کے لطیف ترین تقاضوں کو سمجھا اور دقیق ترین نکتوں کو ملحوظ رکھا۔ جن کی ادا ادا سے، نظر نظر سے اور بات بات سے ہزاروں لاکھوں خوش نصیب شرک و کفر کی زنجیریں توڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے۔ یہ سراپا خیر، سراپا نور اور سراپا دین حضرات دنیا میں رہے تو بھی فیض کا منبع بنے رہے اور مزارات میں چھپ گئے تو بھی انوار و تجلیات سے قلوب و ارواح کو گرماتے رہے۔ اللہ اپنے سب بندوں پر راضی رہے۔ کوئی شیطان کا چیلہ ان اولیاء کرام کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا ہے تو الحقیقہ اس کا تعاقب کرتا ہے بلکہ ان بدزبانوں کو لگام دیتا ہے، اور ملت اسلامیہ کو ان کے ناپاک عزائم سے آگاہ کرتا ہے کیونکہ ''الحقیقہ'' تمام اولیاء کرام کا نقیب ہے۔ تو ''الحقیقہ'' کا یہ میلاد نمبر ان سب اللہ والوں کی بارگاہ دین پناہ میں انتساب کا شرف حاصل کر رہا ہے اور اس کو پیش کرنے میں ہمارا وسیلہ ہے۔

۱۔ سلطان الاصفیاء، پیکرِ صدق و صفا محبوبِ سبحانی غوثِ صمدانی حضور شہنشاہ لاثانی علی پوری قدس سرہ الصمدانی

۲۔ شہنشاہ ولایت ناشرِ زہد و طریقت شبلی زمانہ شیخ یگانہ حضور نقشِ لاثانی علی پوری قدس سرہ السبحانی

۳۔ مخزنِ اسرار فخرِ اصرار قیومِ زمانی حضور نقشہ نقشِ لاثانی علی پوری قدس سرہ العرفانی

۴۔ پیکر انوار لاثانی، شہنشاہ اولیاء، حضور فخر نقش لاثانی، علی پوری قدس سرہ النورانی

۵۔ ترجمان حقیقت، مفکر اسلام حضور جلوہ نقش لاثانی قدس سرہ الحقانی

جن کی توجہ سے الحقیقہ کا آغاز ہوا اور جن کی برکت سے یہ پھل پھول رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

الناذرین

محمد عطاالحق نقشبندی حسینی و

(ادارہ الحقیقہ و شیران اسلام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الآ ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

یونس - ٦٣

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

كلمة الحقيقه اداریہ

سب سے بڑے محسن اور رسول ﷺ کی تشریف آوری

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

﴿یہ اداریہ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کا تحریر فرمار ہے تھے اور ابھی نا تمام تھا کہ آپ کا وصال ہو گیا تاہم یہ اداریہ بطور تبرک نذر قارئین ہے﴾

اللہ جل مجدہ کا بے حد شکر ہے جس کے کرم سے پھر ایک بار ربیع الاول شریف کی بہار افروز فضاؤں کو دیکھنا نصیب ہوا اور محبوب اعظم و رسول اکرم ﷺ کا بھی بیحد شکر ہے جن کی برکت سے ان بہار افروز بہاروں کو بہار افروز سمجھنے کی سعادت ملی۔ ہاں ہاں اللہ جل شانہٗ کا کرم نہ ہوا اور اس کے حبیب اکرم ﷺ کی رحمت نہ ہو تو یہ شعور جو لاکھوں کروڑوں دولتوں سے بھی بڑی دولت ہے، ہاتھ نہیں آتا……اصل میں اس کا تعلق ایمان سے ہے اور جہاں ایمان کا سوتا خشک ہو چکا ہے وہاں رمضان شریف اور ربیع الاول شریف کی امتیازی کیف پرور ساعتوں کا شعور کیونکر ہو۔ سچ فرمایا قرآن پاک نے بعض بے شعور لوگوں کی بابت **لا یشعرون** (عقل کے باوجود انہیں شعور نہیں) **لا یبصرون** (آنکھوں کے باوجود وہ نہیں دیکھتے) **لا یعلمون** (شکل دیکھنے کے باوجود وہ نہیں جانتے) یہ سب حوالے **ام الکتب** کی سورۃ اولین البقرہ کی اولین آیات سے متعلق ہیں گویا سارا قرآن ابھی باقی ہے۔ اسے پڑھنے کا ارادہ اور اس سے فیض پانے کی خواہش رکھنے والے خوب سمجھ لیں دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو شعور اور علم و بصیرت سے یکسر خالی ہیں اور یہ جیسے اب تک خالی ہیں پورا قرآن پاک پڑھ کر بھی خالی ہی رہیں گے۔ سب جانتے ہیں کہ یہ آیات کھلے دل کے ان مریضوں کی بابت یعنی منافقوں کے بارے میں ہیں۔ جب انہیں قرآن پاک کے انوار و تجلیات کا شعور و شوق ہی نہیں اور ہزاروں آیات کی تلاوت سے ان کے دل کی دنیا میں کوئی نور نہیں آتا تو موسموں کے تغیر و تبدل سے خواہ وہ کتنا ہی روحانی ہی کیوں نہ ہو کیا فرق پڑتا ہے۔ دل میں نور رہا اور ربیع الاول شریف کی آمد آمد ہو، تو مومن اپنے ایمانی جذبات کے زیر اثر پکار اٹھتا ہے۔

ربیع فی ربیع فی ربیع   ونورٌ فوق نورٍ فوق نورٍ

حق بات یہ ہے ۱۲، ربیع الاول شریف اصل عید ہے، ایسی عید جو ساری مخلوق کی عید ہے زمین پر جنوں اور انسانوں کی ہی نہیں بلکہ حیوانات کی بھی نباتات کی بھی بلکہ جمادات کی بھی، ذرے ذرے کا دل مسرت سے لبریز ہے، قطرے قطرے کی جان کیف و سرور سے معمور ہے، آپ کہیں گے ذرے ذرے کے دل کی بات کون جانتا ہے اور قطرے قطرے کے کیف و سرور سے کون آگاہ ہے۔ مرے دوست! واقعی ذرے اور قطرے کے دل تک کس کی رسائی ہوگی ہاں مگر دل زندہ ہو تو ایسے علوم بھی اس کی دسترس میں آجاتے ہیں جو قیل و قال سے ماورا ہوتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر اپنا دل زندہ ہو تو باقی اشیاء کی زندگی بھی محسوس ہو جائے گی، اور اپنا ہی خانہ خراب ہو تو کیسا علم، کیسی تلمیذ اور کیسا تلمذ۔ سچ فرمایا مولائے روم نے

وہ مولائے روم جو علم وفضل کی بھاری دستار سر پر سجا کر بھی ایک مرد درویش سے متعلق ہوا اور پھر ان کے ساتھ دل نواز نے مفتی عصر کو راز دار عصر بنا دیا۔ انہیں اپنی شعروشاعری پر ناز نہیں تھا، اپنے علم وفضل پر فخر نہیں تھا۔ انہیں اپنی قیل وقال پر غرور نہیں تھا۔ ان کے نزدیک ''علم وعمل'' یہ شعروشاعری اور یہ قیل وقال نا آشیائی تھیں۔ جب یار سے آشنائی ہوئی تو کوئی نا آشنا نہیں تھا۔ اور جب محبوب نے اپنے رخ زیبا سے پردہ اٹھایا تو رشتے کی حقیقت آنکھوں کے سامنے آگئی۔ حضرت مولائے روم کا یہ شعر لکھنا چاہتا تھا مگر بات بڑھتی گئی۔

نطق آب ونطق باد نطق گل　　　　ہست محسوس حواله اہل دل

ترجمہ: پانی کی بولی اور ہوا کی بولی اور مٹی کی بولی (بلکہ ہر مخلوق کی بولی) اہل دل کو خود محسوس ہوتی تھی۔

دیکھا آپ نے دل محسوس کرنے والا (یعنی باشعور اور زندہ) ہو تو ساری باتیں سمجھ آجاتی ہیں اور خدانخواستہ دل ہی باشعور اور زندہ نہ ہو تو کیا خاک سمجھ آئے گی۔ انسان کے دل کو زندہ کرنے میں ظاہر ہے جو کردار ایمان کا ہے، اور کسی چیز کا نہیں، اور پھر اس ایمان کا اولین تشخص کیا ہے، عشق رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ انہیں کے مرید حضرت اقبال فرماتے ہیں۔

مغز قرآں، روح ایماں، جانِ دیں
ہست حب رحمۃ للعلمین

ترجمہ: قرآن کا مغز، ایمان کی جاں اور دین کی روح حضور پرنور سرکار رحمۃ للعلمین ﷺ کی محبت ہے۔

ایک اور جگہ دوسرے انداز میں اس کی اہمیت بیان فرماتے ہیں۔

طبع مسلم از محبت قاہر است　　　　مسلم از عاشق نباشد کافر است

ترجمہ: مسلمان کی طبیعت عشق ومحبت کی بنا پر غلبہ وقوت حاصل کرتی ہے۔ اگر وہ عاشق نہ ہو تو کافر ہوتا ہے۔

کس قدر دوٹوک انداز ہے کہ مسلم اگر عاشق نہ ہو تو پھر مسلمان ہی نہیں بلاشک وشبہ کافر ہے۔

تو اس عشق ومحبت کا مظاہرہ ربیع الاول شریف کی نورانی بہاروں میں ہوجاتا ہے۔ اس حقیقت کو شارح بخاری حضرت امام قسطلانی نے خوب بیان کیا ہے آج تک اپنی کھلی آنکھوں سے کلمہ پڑھنے والوں میں یہ فرق آپ دیکھتے ہیں۔ مثلاً دو ہمسائے ہیں، دیوار کا فاصلہ ہے، گھر سے گھر ملا ہے مگر دل سے دل نہیں ملا۔ ربیع الاول شریف کا چاند طلوع ہوگیا، ایک گھر میں اسی وقت چہل پہل ہوگئی، دوسرے گھر میں بظاہر کوئی ایسی رونق نہیں بلکہ صاحب خانہ کے چہرے پر اداسی اور پژمردگی کی سی کیفیت نظر آتی ہے ایک گھر میں سے آواز آتی ہے 'سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی ﷺ'،

یا　'صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا'

یا　'آگیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے'

وغیرہ وغیرہ مختلف نغموں کے مصرعے ہیں کہ کوئی مدھم اور کوئی بلند آواز میں گنگنا رہا ہے اور دوسرے کے ہاں خوشی تو قطعاً نہیں' اگر ہے رنج اضطراب ہے۔

اب آیئے اس حدیث پاک کی طرف جس میں جان ایماں، روح ایقاں، مغز قرآں حضور پرنور ﷺ خود اس راز سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ ارشاد عالی ہے۔

محمد فرق بين الناس (کتاب الاعتصام، بخاری جلد دوم)

ترجمہ: محمد (ﷺ) انسانوں میں وجہ فرق وامتیاز ہیں۔

گویا جو شخص حضور پرنور ﷺ کو دل وزبان سے مانتا ہے۔ وہ مومن ہے جو صرف دل سے مانتا ہے، زبان سے نہیں، وہ ساقر ہے، جو زبان

سے مانتا ہے دل سے نہیں، وہ منافق ہے اور جو دل اور زبان دونوں سے نہیں مانتا وہ کافر ہے

اس تصریح سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جو محبوب خدا سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے سرشار ہے وہ ایمان کی حلاوت سے مخمور ہے اور جو شخص حضور پرنور ﷺ کی محبت سے خالی ہے، وہ ایمان سے بھی محروم ہے۔ چنانچہ جو خوش نصیب حضور پرنور ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری اور قدوم میمنت لزوم کی خوشیاں مناتا ہے، وہ دراصل اپنے مومن ہونے کا اعلان کرتا ہے اور جو بدنصیب محبت رسول ﷺ سے محروم ہے، اس کو ربیع الاول کے آنے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ بات اتنی واضح ہے کہ گذشتہ بزرگوں کے علاوہ ماضی قریب کے ایک غیر مقلد محقق جناب نواب صدیق الحسن صاحب بھوپالوی کو بھی اس کا اقرار واعتراف کرنا پڑا، چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب مستطاب ''الشمامۃ العنبر یہ فی مولد خیر البریہ) میں اس کا اعلان کیا ہے۔

اگر آپ غور فرمائیں تو قرآن پاک نے بھی مومنوں کو میلاد شریف منانے کی ترغیب دی اور اسے معیار ایمان ٹھہرایا۔ ہاں مگر اس کے لئے پھر اس حقیقت کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ شعور، علم وبصیرت وغیرہ کے بغیر آپ قرآن پاک کی کسی ایک آیت کو بھی سمجھ نہیں سکتے (جیسا کہ تمہید میں کچھ تفصیل سے عرض ہوا) اور شعور وبصیرت کی دولت لازوال سے کچھ نہ کچھ بہرہ آپ کو مل چکا ہے تو سنئے اور اس آیہ مبارکہ پر غور کیجئے۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہٖ و یز کیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ ج وان کانوا من قبل لفی ضلل مبینO (آل عمران۱۱۴)

ترجمہ: بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

دیکھا آپ نے اللہ جل مجدہ اپنے محبوب ومطلوب ﷺ کو بھیج کر مومنوں پر احسان عظیم جتا رہا ہے۔ کیا اتنی سی بات سے یہ واضح نہیں ہو جاتا ہے کہ مومنوں پر اس احسان عظیم کا شکر یہ ضروری ہے اور میلاد نبوی کی تقریب سعید اسی شکریئے کی ایک اجتماعی شکل ہے پھر رب کریم جل مجدہ نے حضور ﷺ کی تلاوت آیات کریمہ اور تزکیہ قلوب مومنین اور علم کتاب وحکمت جیسی عظیم الشان نعمتوں کا ذکر فرمایا اور کھول کے بیان فرما دیا کہ ایسی نعمتوں کا محور ومرکز اور مبداء ومنشا حضور پرنور ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ یہی نہیں کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ہے تو اس کا حصول بھی اسی محبوب اکرم وارحم ﷺ کے وسیلے کے بغیر ناممکن ہے۔

حقیقت یہ ہے جن نعمتوں کا یہاں ذکر ہوا، بڑی بڑی نعمتیں ہیں، ورنہ ساری نعمتیں اسی محبوب رحیم وکریم وعظیم وعلیم علیہ التحیۃ والتسلیم ہی کے وسیلے سے ملیں اور ملتی ہیں۔ سورہ رحمٰن کو ہی دیکھ لیں۔ بار بار یہ آیت کریمہ دہرائی جاتی ہے

فبای الاء ربکما تکذبانO

ترجمہ: تو اپنے کی کون کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

بار بار ان الفاظ کا دہرانے اور پھر ان کے ساتھ کچھ نعمتوں کا ذکر کرنے پر اگر غور فرمائیں تو آپ خود پکار اٹھیں گے یقیناً ان میں ایک بھی نعمت ایسی نہیں جس میں حضور پرنو ﷺ کا وسیلہ ضروری نہ ہو نہیں بلکہ خود قرآن پاک کی (یہ اور باقی) آیات بھی تو نعمتیں ہی ہیں۔ کیا ان تک رسائی کسی اور کیلئے ممکن تھی، یہ سب صدقہ ہے، حضور پرنور علیہ التحیۃ والثناء کی ذات اقدس کا، تو ظاہر ہے حضور ﷺ ہی اصل نعمت اور جانِ ہر نعمت ہیں۔ سو جب ہم نے حضور ﷺ کی تشریف آوری پر اپنے اللہ جل جلالہ کا شکر ادا کیا تو گویا سب نعمتوں پر شکر ادا کیا اور اگر اپنے عدم علم وشعور کی بنا پر حضور ﷺ کی تشریف آوری کا شکر ادا نہ کیا تو گویا کسی نعمت کا شکر بھی نہ ادا کیا۔

تفصیل میں جائیں تو دیکھیں گے کہ بعض نعمتوں کا تعلق اس دنیا سے ہے اور بعض کا آخرت سے۔ جن نعمتوں کا تعلق اس دنیا سے ہے۔ پھر آگے ان کی کئی اقسام ہیں۔ دنیا کی نعمتوں کو انفرادی اور اجتماعی میں تقسیم کر کے پھر انہیں مزید تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پھر انفرادی نعمتوں میں صحت و عافیت بڑی اہم ہے گویا جسم و جان امراض سے محفوظ ہوں۔ پھر خداوند کریم وقدیر کی طرف سے یہ توفیق کہ اخلاقی قدروں سے مالا مال ہو۔ مال و دولت اس قدر ضرور ہوں کہ دنیا میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ اڑوس پڑوس کے لوگ قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں اور بندۂ مومن انھیں اللہ تعالیٰ کے انعامات سمجھتا ہے اور ان پر شکر گزار ہوتا ہے۔

وہ تفصیلات جو احادیث مقدسہ سے عذاب قبر کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، نہایت ہی پریشان کن اور مہیب ہیں۔ اور یونہی جو تفصیلات نعمتوں کی 'نعیم قبر' کے تحت آئی ہیں وہ بھی نہایت خوشکن اور جانفزا ہیں مگر دونوں صورتیں سامنے ہوں تو دل یہی چاہتا ہے کہ کاش عذاب قبر سے نجات مل جائے اور کسی نعمت کے بغیر ہی چھوٹ جائیں تو یہ بھی از حد غنیمت ہے۔ بہر حال نعیم قبر سے بہرہ ور ہونا یا کم از کم عذاب سے چھوٹ جانا خود ایک نعمت ہے۔

پھر آخرت کے دن تو اس کی کامیابی کا دارو مدار ہی حضور خواجہ کونین، شافع روز شمار ﷺ کی نگاہ کرم پر ہے۔ وہاں کی تو صورت حال ہی بہت انوکھی اور نرالی ہے۔ اس روز تو اصل مقصود ہی حضور پرنور ﷺ کی عظمت و وجاہت کا اظہار ہوگا۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا — کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

اہل دل فرماتے ہیں (جن میں خصوصیت سے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ ہیں روز محشر میں اعمال کا حساب ساڑھے چار گھنٹے میں ختم ہو جائے گا **واللہ سریع الحساب O**)

اس جلد حساب لینے والے کا ایک لا جواب محبوب ہے۔ جس کیلئے اس نے دنیا بسائی اور جس کی عظمت کے اظہار کیلئے اس نے روز محشر منعقد فرمایا اور پھر اسی بنا پر اس کے نتیجے میں جنت اور دوزخ کی تخلیق فرمائی۔ ہاں ہاں خیال فرمایئے وہ دن کتنا عظیم ہوگا، وہ منظر کیسا ہو حسین ہوگا، وہ شان کتنی بلند ہوگی، حضور پرنور ﷺ ہیں دست اقدس میں لواء الحمد کا جھنڈا ہے، آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ اس لواء الحمد کے سائے میں ہوں گے دہائی ہوگی۔ حضور! (ﷺ) ہم پل صراط سے گر چلے، بچا لیجئے گا، ہاں اے تاج رحمت پہن کر مبعوث ہونے والے بچا لیجئے، کہیں سے چیخیں بلند ہو رہی ہوں گی، حضور! پیاس سے جان بلب ہیں، تشریف لایئے، اے جان عالم و آدم، آیئے پیاسوں کی خبر لیجئے، اور کہیں شور اٹھ رہا ہوگا، کہیں اعمال تل رہے ہیں، ماں باپ، بہن بھائی سب کو اپنی اپنی پڑی ہے، حضور ﷺ آپ کے سوا کون بچائے اور بیکس و کسمپرس کی کون خبر لے

لاکھوں بلائیں کروڑوں دشمن — کون بچائے بچاتے یہ ہیں

اور پھر اس حساب کتاب کے ساتھ جنت کے فیصلے ہو رہے ہیں، اور پھر جنت کا دروازہ کھل جائے مگر کیونکر، آگے آگے دولھا، پیچھے پیچھے براتی۔
یہی تو پہلے شافع و مشفع ہیں

اول شافع و اول مشفع

یہ بارگاہ جلال و جبروت ہے، کسی کو لب کشائی کی اجازت نہیں ہاں ایک محبوب ہے، نہیں ایک ہی محبوب ہے، جو عرض کرے گا تو عرض کی ابتدا ہوگی، شفاعت فرمائے گا اور سب سے پہلے اسی کی شفاعت قبول ہوگی، یوں شفاعت کا آغاز ہوگا، سب سے پہلے جنت کا رخ فرمائے گا تو جنت کا دروازہ بھی کھل جائے گا، ادھر رونق ہوگی، جدھر یہ رخ فرمائے گا، رحمت کی بارش ہوگی اور جہاں یہ ہوگا، وہاں راحت و عافیت اور رحمت و موہبت ہوگی، خود فرمایئے ایسا کون ہے جو دین و دنیا اور دو جہان کی جملہ نعمتوں کی اصل، ان کا حاصل اور ان کا خازن و قاسم ہو۔ کوئی نہیں ہرگز کوئی نہیں سوائے محبوب خدا حبیب کبریا ﷺ کے۔

اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

''سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے اس کا مفہوم برکات وفوائد، دشمنوں کی سازشیں، پیغام عمل، روشن مستقبل''

برتر ز ہر پیام پیام محمد است
بہتر ز ہر کلام کلام محمد است
اے خضر زندگی ز حیات النبی طلب
آب حیات تشنہ کام محمد است
زہد و جہاد و حج و زکوٰۃ و صلوٰۃ و صوم
بنگر چہ دلفریب نظام محمد است
جامی ثنائے یار کند انشراح صدر
ہر دم وظیفہ گفتن نام محمد است

بعثت سے پہلے کی دنیا: آج سے تقریباً چودہ صدیاں پہلے کی بات ہے۔ ساری دنیا کفر وشرک، الحاد و بیدینی اور فسق وفجور میں ڈوبی تھی۔ اوہام کی ظلمات نے فکر ونظر کے زاویوں کو تاریک کر رکھا تھا، تہذیب وتمدن اپنے اصل مفہوم کے اعتبار سے سطح زمین سے ناپید ہو چکا تھا۔ شرم وحیا، مہر و وفا، صدق وصفا کا کوئی تصور موجود نہیں تھا ابن آدم اپنے معبود یکتا ہی سے باغی و بے خبر نہیں تھا، اس نے اپنے طواغیت کی عبادت کے طریقے بھی عجیب و غریب تیار کر لئے تھے۔ نفس امارہ کی تیز وتند آندھیوں نے حلم وانا ءت اور فہم وفراست کے سارے چراغ گل کر رکھے تھے۔ اور علم وحکمت کا نام تو شاید کہیں موجود ہوگا، حقیقت کہیں بھی موجود نہیں تھی، انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات وہدایات گم ہو چکی تھیں اور آسمانی والہامی کتابیں بزم ہستی سے غائب ہو چکی تھیں اور جو کتابیں ان کے نام سے دستیاب تھیں، ان میں بھی تحریفات وترمیمات کے انبار لگا دیئے گئے تھے۔

یہ ہے ساری دنیا کی صورت حال کا مختصر اور نہایت ہی اجمالی نقشہ رہ گیا جزیرہ نمائے عرب، تو اس کی حالت زیادہ افسوسناک اور شرمناک تھی۔ مکہ معظمہ کا شہر جسے ناف زمین ہونے کا شرف حاصل ہے اسی خطے میں آباد ہے۔ یہی وہ ام القریٰ (تمام بستیوں کی ماں یا اصل) ہے جس کو

خداوند کریم واحد ولاشریک نے کعبہ مقدسہ سے نوازا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ خدا کا یہ گھر جس کا مقصد وحید ہی رب یکتا کے حضور رکوع وسجود اور طواف واعتکاف کرنے والوں کو جائے امن واطمینان مہیا کرنا تھا۔ خود تین سو ساٹھ جھوٹے معبودوں سے بھرا تھا۔ یہاں دنیا کی بہترین قوم یعنی نسل خلیل آباد تھی مگر وہ بھی مجموعی طور پر اپنے عظیم مورث کے نقش قدم سے ہٹ کر امانت توحید کی محافظ بننے کی بجائے کثرت پرستی میں مبتلا ہو چکی تھی۔ یہ سرزمین کسی مضبوط سیاسی حکومتی نظام سے محروم ہو کر قبائلی زندگی کے گرداب میں پھنسی ہوئی تھی۔

پیغمبر انقلاب کی ولادت و بعثت: دنیا کے یہ حالات تھے جب رب العلمین جل مجدہ نے اپنے حبیب کریم حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کو ساری انسانیت کی اصلاح کیلئے مبعوث فرمایا۔ حق یہ ہے کہ جس محبوب اعظم، اصل عالم، نور مجسم ﷺ کیلئے ساری کائنات معرض وجود میں لائی گئی تھی، اب ساری کائنات کی ڈوبتی نیا کو ساحل آشنا کرنے کیلئے بھی اسی کی ناخدائی کام آسکتی تھی۔

کونین بنائے گئے سرکار ﷺ کی خاطر کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا!

چنانچہ خدا نے جس محبوب ذی احترام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے صدقے عالم بنایا تھا، اسی کو رحمت عالم بنا کر اسے بچانے کیلئے مبعوث فرمادیا۔ (ﷺ)

حضور پر نور جان سرور ﷺ کی بعثت گویا تاریخ کائنات کا ایسا واقعہ ہے جس کی اہمیت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ داستان ہستی کا یہ ایسا نقطہ عروج ہے جس نے اسے دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے، ایک باب ابتدائے آفرینش سے یوم بعثت تک ہے اور دوسرا باب اس دن سے شروع ہوا اور قیامت تک رہے گا۔ اس نقطہ عروج سے دہر کا نقشہ سراسر بدلنا شروع ہوا اور تھوڑے ہی دنوں میں دنیا کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ ہاں ہاں یہ عالمگیر اعلائے کلمۃ الحق کا پہلا دن تھا (کیونکہ گذشتہ انبیائے کرام علیہم السلام) کا پیغام عالمگیر نہیں تھا۔ وہ تو ایک قوم کے، ایک شہر کے، ایک گاؤں کے بلکہ بعض صرف ایک شخص کے نبی بن کے آتے تھے) جو سب کے خدا کا سب خدائی کی طرف رسول بن کر تشریف لایا، وہ یہی حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) کا لال اور (سیدنا حضرت) عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کا نور عین تھا۔ علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات وادام التسلیمات۔

ارہاصات ولادت: پھر یہ محبوب کبریا ﷺ چپ چاپ نہیں آیا (جس طرح اور آتے ہیں) چونکہ ان کے ذریعے کائنات کا بہترین اور کامل ترین انقلاب آنا تھا، لہذا قدرت نے انہیں اس طرح نہیں بھیجا کہ کوئی نوٹس ہی نہ لے بلکہ آمد سے پہلے صحف انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تورات، زبور اور انجیل میں بار بار اعلان کیا گیا اور اس طرح کیا گیا کہ ان کے رخ روشن، خدوخال، مہر نبوت، انداز تکلم بلکہ سیرت طیبہ کے تمام اہم عنوانات کی پوری پوری وضاحت کردی گئی (تاکہ ان کی آمد پر کسی کو ذرا سی بھی غلط فہمی یا شک نہ رہے کہ شاید کوئی اور ہو)۔[1]

یہ کتابیں تو اہل کتاب کے لئے تھیں، حیرت اس بات پر ہے کہ مجوسیوں کی اوستا و پاژند اور ہندوؤں کے ویدوں کو بھی خبر میلاد سے محروم نہ رکھا گیا۔ یہاں تک کہ اس خبر کی مزید صراحت کے لئے حضور پر نور ﷺ کے خاندانی بزرگوں تک کے نام حلیے اور بعض دوسرے پہلو بھی اشاروں کنائیوں میں بیان کردیئے گئے۔ اللہ اکبر، جن کی آمد آمد سے پہلے اتنا چرچا کیا گیا ہو، کیسے ممکن تھا کہ ان کی آمد پر کچھ نہ ہوتا، چنانچہ پوری کائنات ارض وسما کو شب میلاد کی برکات سے مشرف ومنور کیا گیا، بت اوندھے منہ گر رہے ہیں، آتش کدے بجھ رہے ہیں، مخصوص آبنائیں خشک ہو رہی ہیں اور مخصوص خاکناؤں کو جاری کیا جارہا ہے۔ کعبہ سے لے کر مشرق ومغرب تک قدرتی پھریرے لہرا رہے ہیں۔ دور دراز کے باخبر لوگوں کو مخصوص ستارے سے ولادت کی خبر دی جارہی ہے اور گویا اس تشریف آوری کو ذرا بھی صیغہ راز میں نہیں رہنے دیا گیا۔ خصوصاً جنھیں انتظار تھا انہیں پتا چل گیا کہ حاصل انتظار اور باعث گردش لیل ونہار اپنے پورے جاہ وجلال و جبروت سے رونق افروز عرصہ گیتی ہو چکے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر یوم بعثت کے بجائے یوم ولادت ہی کو پرانی اور نئی دنیا کا سنگم قرار دے لیا جائے تو بھی ٹھیک ہے۔ یہ انقلابی ولادت جس طرح پوری دنیائے محسوسات میں انقلاب برپا کر رہی تھی۔ اسی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ دہر کا نقشہ بدلنے، کلمہ توحید بلند کرنے، شرک وکفر کو مٹانے، انسان کی عظمت کو چار چاند لگانے، ذات پات

۱: قرآن پاک میں ہے الذین اتینھما الکتب یعرفونه کما یعرفون ابناء ھم و ان فریقاً منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون (البقرۃ:۱۲۶)

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے (یعنی علماء یہود و نصاری) وہ اس (نبی ﷺ) کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں بیشک ان میں کچھ لوگ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں۔

کی منحوس تمیزیں ختم کرنے، عدل و مساوات کی روشنی پھیلانے، غلامی کی زنجیریں کاٹنے، زیر دستوں کو حوصلہ دینے اور زبردستوں کو تواضع سکھانے والا تشریف لے آیا ہے۔ ہاں ہاں اس محبوب و مطلوب، دانائے غیوب ﷺ نے وقت ولادت زمین پر قدم رکھتے ہی سب سے پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر اسلام (کے نئے دور) کی بنیاد رکھ دی اور خاموشی کے ساتھ اپنے اول المسلمین ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا (کیونکہ اسلام کا سب سے اہم معنی ہے گردن بہ طاعت نہادن یعنی گردن اطاعت خداوندی میں رکھ دینا) گویا آنے والا نفس یعنی خواہشات نفسانی کا زور توڑ کر واحد ولاشریک کی عبادت و اطاعت کا پیغام لایا ہے (جو رب کی اطاعت کا پیغام دے، خود بھی واجب الاطاعت ہوتا ہے) اس کا مغسول [۲] مکحول [۳] مختون [۴] مسرور [۵] پیدا ہونا، پیدا کرنے والے کی قدرت قاہرہ کی بین دلیل ہے اور یہی اس کی تشریف آوری اور بعثت کا سب سے بڑا مقصود ہے کہ دنیا کو اپنے رب کی ذات و صفات کا عرفان عطا فرمائے۔ ولادت سے چند لمحے بعد ابولہب جیسے سنگدل منکر کے ہاتھ سے ثویبہ جیسی بے بس اور پاک طینت کنیز کو آزاد کرانا پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ نومولود مسعود پیغمبر آزادی ہے اور یہ صرف اپنے غلاموں کو ہی غلام آزاد کرنے کی ترغیب نہیں دے گا، بلکہ اپنے تصرف سے اپنے بے رحم بدترین دشمنوں کو بھی غلام آزاد کرنے پر مجبور کر دے گا، بلکہ اس میں ان تمام مجبور و مقہور اقوام و افراد کو بھی نوید حریت ہے جو ظالم ترین ملوکیت کے پنجہ استبداد میں بری طرح جکڑے ہوئے تھے۔ ہاں ہاں یہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے حضور عبودیت کا پیکر ہے کیونکہ عبد اللہ کا نور نظر ہے، یہ امن عالم کا علمبردار ہے کہ آمنہ کی آغوش کو اس نے اپنے ظہور سے نوازا ہے۔ یہ لائق حمد ہے اور اس نے اپنی ایک ایک ادا، اس کی صورت کا ایک ایک گوشہ، اس کے جمال کا ایک ایک زاویہ، اس کے کمال کا ایک ایک انداز قابل تعریف ہے۔ اس لئے کہ خود احمد (اپنے رب کی سب سے زیادہ حمد کرنے والا) ہے اور جو احمد ہے، وہی محمد ہے (یعنی رب جس کی تعریف سب سے زیادہ کرے) کیونکہ جو خدا کا جیسا ذاکر ہے، اسی حساب سے اس کا مذکور ہے۔ [۶]

محمد، احمد و محمود وے راخالقش بستود
از وشد بود ہر نو بود از وشد دیدہا بینا! [۷] (جامی)

ترجمہ وہ محمد، احمد اور محمود ہیں ان کی تعریف ان کے رب نے فرمائی انہیں کے صدقے نابود، بود ہوا (نیست ہست ہوا) اور انہیں سے آنکھیں روشن ہوئیں

بالیقین یہ محمد، احمد اور محمود ہے (ﷺ) اور اس کا جد امجد بھی شیبۃ الحمد [۸] ہے (عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل نام یہی ہے) یہ ہاشمی ہے (اور ان کے جد فرجد ہاشم زائرین کعبہ کو روٹی کے ٹکڑے شوربے میں بھگو بھگو کر اور ملا کر کھلاتے تھے [۹]، اور ہاشم کے یہی معنی ہیں) یہ قریش میں سے ہے (اور قریش بنیادی طور پر اس بحری چیز کا نام ہے جو سب جانوروں پر غالب ہو) گویا قریشی ہونے کے اعتبار سے انہیں سب پیغمبروں کا امام اور ان کے دستور کو سب دساتیر پر غالب رہنا چاہئے۔

ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ و دین الحق لیظھر علی الدین کله [۱۰] (الفتح)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس کو سب دینوں پر غالب کر دے۔

یہ سب سے بڑا عربی ہے یعنی بہترین فصاحت سے کلام فرمانے والا (عربوں کے سامنے باقی ساری دنیا عجمی ہے یعنی گونگی اور اس کے سامنے عربی بھی عجمی

۲: یعنی غسل شدہ، ۳: یعنی سرمہ لگائے ہوئے ۴: ختنہ شدہ ۵: یعنی ناف بریدہ ۶: رب تعالی فرماتا ہے فاذ کرونی اذکر کم سو تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ ۷: وہ محمد، احمد اور محمود ہیں، ان کی تعریف ان کے رب نے فرمائی، انہیں کے صدقے، نابود بود ہوا (یعنی نیست ہست ہوا) اور انہیں سے آنکھیں روشن ہوئی۔ ۸: حضرت عبد المطلب کا اصل نام۔ ۹: ہاشم کے یہی معنی ہیں۔ ۱۰: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس کو سب دینوں پر غالب فرما دے۔

ہیں اسی لئے فرمایا **انا افصح العرب والعجم**۔یعنی میں عرب وعجم میں سب سے زیادہ فصیح ہوں) یہ حق کا وہ علمبردار اور نقیب ہے جس کی ہیبت سے طلاق اور بڑے بڑے زبان دراز بے زبان [11] اور جس کے فیض سے بے زبان پتھر بھی بازبان ہوگئے۔ ہاں جس کی آواز فضائے دہر میں کیا گونجی، سب آوازیں پست ہوگئیں، نہ قیصریت کا شور رہا، نہ کسرویت کا غلغلہ،اس نے توحید کا نعرہ لگایا، تو شرک وکفر منقار زیر پر ہوگئے،اس نے انسانی حقوق کی بات کی تو ہر طرف یہی صدا گونجنے لگی،اس نے ظلم واستبداد کی مذمت کی تو اب ظالم سے ظالم بھی ظلم کو اپنا حق نہیں سمجھتا۔اللہ اللہ! یہ کیسا عربی ہے جس نے عربی (فصیح وبلیغ) ہونے کا حق ادا کیا کہ دنیا میں ہی نہیں، عقبیٰ میں بھی یہی خطیب ہوگا **وانا خطیبهم اذا انصتوا** اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ چپ ہوں گے (سنن دارمی) (دنیا میں سب نبوتیں خاموش ہوگئیں تو ان کی ترجمانی جس بلند بانگ انداز میں کی، سب کو اعتراف ہے اور محشر کے روز بھی جب سب مہر بلب ہوں گے، یہی محبوب عربی ان کا خطیب ہوگا) [12] یہ حجازی بھی ہے، حجاز کو حجاز اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نجد اور تہامہ کے درمیان 'حد فاصل' ہے اور مبعوث کریم بھی تو عظیم ترین 'حد فاصل' ہے، کفر واسلام کے درمیان، حق وباطل کے مابین، صدق وکذب اور عدل وعدوان میں (خود فرمایا **محمد فرق بین الناس** [13] یعنی محمد ﷺ ہی انسانوں کے مختلف گروہوں میں وجہ امتیاز ہیں)

رضاعت: ہاں ہاں دیکھئے یہی عربی، حجازی، مکی محبوب خدا ﷺ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رضاعت کا شرف بخش رہا ہے کہ فطری حلم وسعادت کی تجلیوں کا ظہور ہو۔روایات شاہد ہیں کہ جناب حلیمہ اپنے پریشان کن مالی حالات کی بنا پر اچھی سواریوں کا انتظام نہیں کرسکتی تھیں۔ چنانچہ سب دائیوں کے آخر میں مکہ معظمہ پہنچیں اور ان کے آنے سے پہلے ہی باقی دائیاں امیروں کے بچے حاصل کرچکیں تھیں۔ بے شک نبی آخر بن کر آنے والے کے لئے وہی دائیہ مناسبت رکھتی ہے جو سب سے آخر میں آئے مگر یہی سب کچھ نہیں بلکہ بات یہ بھی ہے کہ جو محبوب باری بیکسانِ عالم کا سہارا اور بیچارگانِ عالم کا چارہ بن کر آیا،اس کے لطف وکرم اور نظر عنایت کی سب سے زیادہ مستحق وہ دائیہ ہونی چاہئے جو سب سے زیادہ غربت اور کسمپرسی کا شکار ہے۔کہتے ہیں کہ حضرت حلیمہ حاضر ہوئیں تو حضور ﷺ نے متبسم ہوکر ان کا استقبال کیا اور آپ کا تبسم جانفزا ان کے غم غلط کرگیا۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

اولین بار دودھ ملاحظہ فرمانے کا وقت آتا ہے تو ایک ہی پستان کو قبول فرمایا جاتا ہے تاکہ اپنے رضائی بھائی عبداللہ کی حق تلفی نہ ہو۔

بھائیوں کے لئے ترک پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

بالیقیں عدل وانصاف کے پیغمبر اعظم ﷺ کی رضاعت ایسی ہی ہونی چاہئے۔مگر رحمۃ للعلمین تو عدل وانصاف کے ساتھ ساتھ فضل وکرم اور رحمت ورافت کا پیکر جمیل بھی ہے۔اس لئے اس کے قدوم میمنت لزوم کو پیغام عدل تک ہی محدود نہیں رہنا تھا اسے تو برکات وعنایات کا موسلا دھار مینہ برسانا ہے۔اگر اس کی تشریف آوری سے بھی بھوک پیاس کا مسئلہ حل نہ ہو تو کل کوثر کے جام پلانے کی امیدیں بھی مضمحل ہوجائیں گی (اور

---

[11] اعلیحضرت قدس سرہٗ کیا خوب عرض کرتے ہیں:

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحائے عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

[12] و انا خطیبهم اذا انصتوا (اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ چپ ہوں گے) (سنن دارمی)

[13] بخاری شریف، مشکوۃ شریف، کتاب الایمان (باب الاعتصام)

خود اس دنیا میں بھی یہ تصور کیوں کر اجاگر ہوگا کہ اسلام ہی معاشی مسائل کا بہترین حل ہے چنانچہ یہی بات پہلی رات تھی کہ ایک مدت مدید کے بعد دودھ سے سارا قافلہ سیراب ہو رہا ہے۔ انسان تو انسان، جانوروں کے دودھ میں ایسی برکت آگئی ہے کہ ان کے بچے بھی بھوک پیاس سے نجات حاصل کر گئے۔)

ہاں ہاں وہی سواری جو آتے وقت سب سے زیادہ سست رفتار تھی، اب مکہ سے رخصت ہوتے وقت سب سے زیادہ تیز رفتار ہے۔ الحق یہ برق رفتاری زبان حال سے اعلان کر رہی ہے کہ بنو سعد کا یہ ہاشمی قافلہ سالار قافلہ کو منزل پر پہنچانے کا ہی نہیں طویل ترین مسافتوں کو قلیل ترین عرصے میں طے کرنے کا ضامن بھی ہے (آخر نوشۂ شب معراج ہے نا) اور پھر کیا ہوا

بنو سعد کا دشت، رشک چمن ہے
گل ہاشمی چن کے لائی حلیمہ

محدث ابن جوزی لکھتے ہیں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں)

ترجمہ: جب گھر آئے اور خشک سالی اور قحط سالی، سرسبزی و شادابی اور خوش بختی و خوشحالی سے تبدیل ہو چکی تھی اور زمین سبزہ کے ساتھ لہلہا رہی تھی مگر یہ سعادت اور بختیاری صرف ہمارے مقدر میں تھی۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں حلیمہ کی جان ہے، ہم اور دیگر اہل دیہہ اکٹھے اپنی بھیڑ بکریوں کو چرانے کے لئے بھیجتے مگر ہماری بھیڑ بکریاں پیٹ بھر کر واپس لوٹتیں اور پستان بھی دودھ سے سیر ہوتے اور جب ان کے جانور واپس ہوتے تو ان کے پیٹ بھی خالی ہوتے اور پستانوں میں ایک گھونٹ دودھ کا بھی نہیں ہوتا تھا۔ ہم تو جتنا چاہتے دودھ پیتے مگر ہماری ساری آبادی والے ایک ایک قطرۂ شیر کو ترستے تھے۔ (الوفا باحوال مصطفٰے)

ایسا ہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ بنی سعد کی عورتیں ہی تھیں جو یتیم سمجھ کر اس دریتیم کو چھوڑ آئیں تھیں، انہوں نے خلق سے امید باندھی تھی مگر حضرت حلیمہ خالق کے بھروسے پر محبوب خدا ﷺ کو گھر لائی تھیں۔ نیز اگر سب کا حال یکساں ہوتا تو قبیلہ بنو سعد اسے حضور ﷺ کی برکت نہ سمجھتا (جو بچپن میں تعارف نبوت کے لئے ضروری تھا) بلکہ وہ اسے موسم کی طرف منسوب کرتے۔ ولادت و رضاعت کے حوالے سے سیرت طیبہ کے چند گوشے اوپر بیان ہوئے۔ کیا آپ نے غور کیا پیغمبر اسلام اپنے ہر حوالے سے پیغمبر اسلام ہے (ﷺ) عربی، حجازی بلکہ مکی بھی ہزاروں لاکھوں کروڑوں ہیں مگر کامل ترین عربی، کامل ترین حجازی اور کامل ترین مکی وہ ہے جس کی سیرت ان کے بنیادی حقائق اور اصلی معانی کے انوار سے جگمگ جگمگ ہے، تاکہ صداقتوں کا نقیب اعظم ﷺ ان بہترین نسبتوں کا عظیم ترین حامل و مصداق ثابت ہو۔ ربیع الاول شریف میں آج تک کتنے لوگ پیدا ہوئے ہوں گے۔ کون ان کی گنتی جان سکتا ہے۔ مگر ان سب میں بہترین وہی ہے جس نے جان بہار بن کر جس نوک خار کو توجہ سے نوازا، اسے حاصل صد گلستان بنا دیا۔

سطوت کبریٰ کے نقش پا کی شوخی دیکھنا
عالم ہستی کے خارستاں بہارستاں ہوئے

سچ عرض کیا تھا مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ نے

ہوا بدلی، گھرے بادل، کھلے گل، بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہار جانفزا آئی گلستاں میں

تو اور، انبیائے کرام اور رسل عظام علیہم السلام کے ابتدائی حالات جتنے بھی دستیاب ہوں، پڑھ لیجئے کس عظیم سے عظیم پیغمبر کی ولادت

باسعادت کی ایسی تشہیر کی گئی، کس کی آمد پر بادشاہوں کے محلوں کے کنگرے گرائے گئے، اور آتش کدے بجھائے گئے، بت اوندھے گرائے گئے اور کس کی سلامی کو مشرق و مغرب میں پرچم لہرائے گئے، ہاں وہ یہی حبیب کبریا ﷺ ہے جو وجہ تکوین روزگار اور جان بہار و قرار ہے، جو لولاک لما کا تاجدار ہے اور اپنے خالق و مالک کا رازدار ہے۔ خوب عرض کیا ہے حضرت قدسی علیہ الرحمہ نے

نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را

بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

طفولیت: آیئے آگے بڑھیں، اس، بہتر از آدم و عالم ﷺ کی طفولیت کے چند جلوے دیکھیں۔ والد ماجد (سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ) ولادت سے کچھ پہلے اور والدہ ماجدہ (حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا) رضاعت سے کچھ بعد واصل بحق ہوگئیں۔ اب جد امجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو خدمت کفالت کا شرف حاصل ہوا۔ آٹھ سال کو عمر شریف پہنچی تو انھیں بھی پیغام اجل آگیا۔ کیوں اس لئے کہ

سائے پسند آئے نہ پروردگار کو

بے سایہ کر دیا گیا اس سایہ دار کو

خداوند کریم جل مجدہ نے اس دور میں بھی اپنے حبیب کریم ﷺ کی حفاظت فرمائی، اعدائے بدنہاد یہود سے ہی نہیں (جو نبی آخر الزماں ﷺ کے اسی طرح دشمن تھے جس طرح فرعون ذوالاوتاد حضرت موسی علیہ السلام کا اور) جن کے بچے بچے کو اسمعیلی پیغمبر ﷺ کے ظہور کا علم ہو چکا تھا۔ جو ہر چھوٹی بڑی خطا سے اور ہر معمولی اور غیر معمولی گناہ سے پاک ہے۔ سبحان اللہ ماحول شرک کی نحوستوں، اوہام کی ظلمتوں، اخلاقی ذلالتوں اور فکری ضلالتوں میں ڈوبا ہوا ہے مگر ایک شخصیت جو بظاہر طفولیت کے مرحلے میں ہے، کردار کی کسی پستی اور فکر و عمل کی کسی کوتاہی سے ملوث نہیں، آخر کیوں؟ وجہ ظاہر ہے اگر چہ کوئی اس کی تربیت کرنے والا نظر نہیں، والدین کریمین حتی کہ جد امجد کا سایہ بھی اٹھ گیا ہے، اور اگر ہوتے بھی تو ایسی تربیت کیونکر کر سکتے، یہ بے مثال تربیت کسی فرد بشر کے بس میں ہی نہیں اور نہ ہو سکتی ہے۔ یہ تربیت اسی کی طرف سے ہے جو اس کا رب ہے۔ رب واحد و یکتا۔ خود یہ محبوب ﷺ فرماتے ہیں۔ "**علمنی ربی فاحسن تادیبی**" ترجمہ: مجھے میرے رب نے علم دیا اور میری تادیب خوب فرمائی۔ (یعنی بہترین آداب سے آراستہ کیا)

ہاں ہاں رب یکتا کا یہ مربوب یکتا بھی دنیا بھر کے تمام سہاروں، مربیوں اور معلموں سے بے نیاز ہے، اسے تو خود اس کے بنانے والے نے دنیا بھر کا سہارا، مربی اور معلم بنایا ہے۔

ایسا امی کس لئے منت کش استاد ہو

کیا کفایت اس کو اقرء ربک الاکرم نہیں

اس دور میں بھی ایسے واقعات ہوئے کہ قوم قحط سالی کا شکار ہو جاتی تو حضرت عبدالمطلب یا ان کے بعد جناب ابوطالب سے دعا کی گزارش کرتی، دونوں حضرات اپنے اپنے دور خدمت میں اپنے اس نور نظر ﷺ کے ساتھ جا کر دعا کرتے تو موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی اور آن کی آن میں جنگل میں منگل کا سماں ہو جاتا۔ جناب ابوطالب کے طویل قصیدہ نعتیہ کا یہ شعر اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه

ثمال الیتمیٰ عصمة للارامل

ترجمہ: اور گورے رنگ والا جس کے وسیلے سے بارش طلب کیجاتی ہے یتیموں کا ملجا اور بیکسوں بیواؤں کا نگہبان ہے۔

جناب ابوطالب اپنے والد ماجد کی طرح اس سراپا کرم، اصل کرم ﷺ کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے، آپ دسترخوان پر تشریف فرما ہوتے

تو سب سیر ہو جاتے ورنہ بھوکے رہتے، جناب ابو طالب برملا کہتے تھے (آپ بڑے مبارک ہیں بظاہر ہم آپ کے کفیل ہیں مگر حقیقت میں آپ ہمارے کفیل ہیں)۔

بلوغت تا بعثت: بلوغت سے لے کر بعثت تک کے دور میں جو اہم واقعات ہوئے، ان کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں، البتہ ایک دو واقعات کی طرف اشارہ از حد ضروری ہے تا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی انسان پروری بیکس نوازی کا کچھ نہ کچھ تصور سامنے آجائے۔ اس دور کا ایک اہم واقعہ حلف الفضول میں آپ کی شرکت ہے اس کی تفصیل سیرت رسول عربی کے الفاظ میں یوں ہے۔

جب قریش حرب فجار سے واپس آئے تو یہ واقعہ پیش آیا کہ شہر زبید کا ایک شخص اپنا مال تجارت مکہ میں لایا، اسے عاص بن وائل سہمی نے خرید لیا مگر قیمت نہ دی اس پر زبیدی نے اپنے احلاف عبد الدار و مخزوم و جمح و سہم و عدی بن کعب سے مدد مانگی مگر ان سب نے مدد دینے سے انکار کیا۔ پھر اس نے جبل ابوقبیس پر کھڑے ہو کر فریاد کی جسے قریش کعبہ میں سن رہے تھے، یہ دیکھ کر حضرت کے چچا زبیر بن عبد المطلب کی تحریک پر بنو ہاشم، زہرہ اور بنو اسد بن عبد العزی سب عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے اور باہم عہد کیا کہ ہم ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کیا کریں گے اور مظالم واپس کرا دیا کریں گے۔ اس کے بعد وہ سب عاص بن وائل کے پاس گئے اور اس سے زبیدی کا مال واپس کرایا۔ اس معاہدے کو حلف الفضول اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ معاہدہ اس معاہدہ کے مشابہ تھا جو قدیم زمانہ میں جرہم کے وقت مکہ میں بریں مضمون ہوا تھا کہ ہم ایک دوسرے کی حق رسانی کیا کریں گے۔ اور قوی سے ضعیف کا اور مقیم سے مسافر کا حق لے کر دیا کریں گے۔ چونکہ جرہم کے وہ لوگ جو اس معاہدہ کے محرک تھے ان سب کا نام فضل تھا۔ جن میں سے فضل بن حارث اور فضل بن وداعہ اور فضل بن فضالہ تھے، اس لئے اس کو حلف الفضول سے موسوم کیا گیا تھا'' (ص ۳۹)

اس معاہدہ قریش میں آنحضرت ﷺ بھی شریک تھے اور بعثت کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدے کے مقابلے میں اگر مجھ کو سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں اسے نہ توڑتا بلکہ ایک روایت کے مطابق ارشاد عالی یوں بھی ہوا کہ عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں ایسے معاہدے میں حاضر ہوا کہ اگر اس سے غیر حاضری پر مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں پسند نہ کرتا اور آج بھی اسلام میں اگر کوئی مظلوم یا آل حلف الفضول کہہ کر پکارے تو میں مدد دینے کو حاضر ہوں (الوفا باحوال المصطفے از علامہ ابن جوزی)

حلف الفضول کے علاوہ ایک اور اہم واقعہ ''تعمیر کعبہ'' اختصار سے درج کیا جاتا ہے (یعنی صرف وہ حصہ جس کا اس مضمون سے تعلق ہے)

'' دیواروں کے لئے قریش کے ہر قبیلہ نے الگ الگ پتھر ڈھونے شروع کئے مرد دو دو مل کر دور سے پتھروں کو کندھوں پر اٹھا کر لاتے تھے چنانچہ اس کام میں حضرت محمد ﷺ اپنے چچا عباس کے ساتھ شریک تھے اور کوہ صفا کے متصل اجیاد سے پتھر لا رہے تھے جب سامان عمارت جمع ہو گیا تو ابو وہب بن عمرو بن عائذ مخزومی کے مشورے سے قبائل قریش نے تعمیر کیلئے بیت اللہ کی چاروں طرفیں آپس میں تقسیم کر لیں۔ ابو وہب مذکور حضرت محمد مصطفے ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کا ماموں تھا اسی نے قریش سے کہا تھا کہ کعبہ کی تعمیر میں حلال کی کمائی کے سوا اور مال صرف نہ کیا جائے جب عمارت حجر اسود کے مقام تک پہنچ گئی تو قبائل میں سخت جھگڑا پیدا ہوا، ہر ایک قبیلہ چاہتا تھا کہ ہم ہی حجر اسود کو اٹھا کر نصب کریں گے۔ اسی کشمکش میں چار دن گزر گئے اور تلواروں تک نوبت پہنچ گئی۔ بنو عبد الدار اور بنو عدی بن کعب نے تو اس پر جان دینے کی قسم کھائی اور حسب دستور اس حلف کی تاکید کے لئے ایک پیالہ میں خون بھر کر اپنی انگلیاں اس میں ڈبو کر چاٹ لیں۔ پانچویں دن سب مسجد حرام میں جمع ہوئے۔ ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی نے جو حضرت ام المومنین ام سلمہ کا والد اور قریش میں سب سے معمر تھا یہ رائے دی کہ کل

صبح سب سے پہلے جو شخص اس مسجد کے باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہو وہ ثالث قرار دیا جائے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ دوسرے روز سب سے پہلے داخل ہونے والے ہمارے آقائے نامدار ﷺ تھے۔ دیکھتے ہی سب پکار اٹھے ''یہ امین ہیں ہم ان پہ راضی ہیں [۱۵] جب انہوں نے آپ سے یہ معاملہ ذکر کیا تو آپ نے ایک چادر بچھا کر اس میں حجر اسود کو رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر طرف والے ایک ایک سردار انتخاب کر لیں اور وہ چاروں سردار چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کو اٹھائیں اسی طرح جب وہ چادر مقام نصب کے برابر پہنچ گئی تو حضرت محمد ﷺ نے حجر اسود کو اپنے مبارک ہاتھ سے اٹھا کر دیوار میں نصب فرمادیا اور وہ سب خوش ہو گئے'' (سیرت رسول عربی)

وہ بدنصیب جو مذہب کو سرمایہ داروں کا ایجنٹ قرار دیتے ہیں، ذرا حلف الفضول پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور سوچیں بانی اسلام ﷺ بعثت سے کئی سال پہلے کے اس معاہدے کو جس میں ظالموں کے مقابلے میں مظلوموں کی حمایت اور زبردستوں کے برعکس زیردستوں کی نصرت کا دوٹوک اعلان کیا گیا تھا کتنی اہمیت دیتے تھے اور اس میں شمولیت کو کتنی سعادت خیال فرماتے تھے اور وہ انصاف نا آشنا و متعصب مستشرقین جو اسلام کو خونیں مذہب قرار دیتے ہیں اور یہ جھوٹا پراپیگنڈا کرتے نہیں تھکتے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے، تعمیر کعبہ کے مذکورہ واقعے پر غور کریں کہ بعثت سے بھی پانچ سال قبل پیغمبر اسلام ﷺ کس طرح اپنی خداداد حکمت و فراست سے کشت و خون کے ایک منہ زور طوفان کو روکنے میں کامیاب ہوئے۔ فی الواقع رب العلمین ارحم الراحمین کا نمائندہ، اس کی صفات رؤف و رحیم و رحمٰن کا مظہر اتم رحمۃ للعالمین کے منفرد لقب کا اعزاز پانے والا اسلام جیسے صلح و آشتی کے دین کا بانی ایسا ہی ہونا چاہئے [۱۶] یہی چالیس سالہ دور ہے جسے قرآن پاک نے آپ کی نبوت کی سب سے سچی دلیل ٹھہرایا ہے، چنانچہ فرمایا (کہ اے محبوب فرمادو)

﴿فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون﴾ (یونس:۱۶)

ترجمہ: میں اس سے پہلے تم میں اپنی پوری عمر بسر کر چکا ہوں سو کیا تمہیں عقل نہیں۔

الامین اور الصادق: یہ تو دو واقعات محض مثال کے طور پر عرض کئے ہیں، ورنہ جہاں تک سیرت طیبہ کے بارے میں اس ماحول میں رہنے والے لوگوں کے تاثرات کا تعلق ہے، وہ سب بیک زبان آپ کو 'امین' اور 'صادق' کہتے تھے۔ برے سے برے اور بڑے سے بڑے دشمن کو بھی آپ کی امانتداری اور راستگوئی میں کوئی شک نہیں تھا۔ جور و ستم، حرص و ہوس، مکر و زور، غرور و تکبر، نفاق و شقاق اور عیاشی و فحاشی کے اس دور میں بھی اگر کسی بات پر اتفاق تھا تو وہ آپ کی صداقت قول و عمل پر تھا، یہ تصور سب کے لئے دلنشین ہو چکا تھا کہ اس دنیا میں سب کچھ ہو سکتا ہے مگر، الصادق اور الامین'

۱۵: ان کے اصل الفاظ یہ تھے هذا الامین رضینا هذا محمد۔ یعنی یہ امین ہیں، ہم راضی ہیں، یہ محمد ہیں (ﷺ) مشکوٰۃ)

۱۶: ایسا ہی ہونا چاہئے اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی ایک عبارت نذر عاشقان رسول ﷺ ہے

ترجمہ: ''اور مرادوں کے سردار اور محبوبوں کے رئیس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ اس دعوت سے مقصود ذاتی اور اولیں مدعو آپ ہی ہیں علیہ وعلی آلہ وسلم اور دوسرے مراد ہوں یا مرید، آپ ہی کے طفیل بلائے گئے ہیں۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ خلقت کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت ظاہر کرتا ہے، چونکہ دوسرے سب آپ کے طفیلی ہیں اور آپ اس دعوت کے اصل مقصود ہیں ﷺ اسلئے لامحالہ سب آپ کے محتاج ہیں اور آپ ہی کی وساطت سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں ﷺ اس اعتبار سے اگر ان سب کو آپ کی آل کہہ دیں تو بجا ہے ﷺ کہ سب آپ کے پیچھے چلنے والے ہیں اور آپ کے واسطے کے بغیر کمال حاصل نہیں کر سکتے۔ جب ان سب کا وجود آپ کے وسیلے کے بغیر متصور نہیں کر سکتا تو دوسرے کمالات جو وجود کے تابع ہیں آپ کے واسطے کے بغیر کیسے متصور ہو سکتے ہیں؟ کیوں نہ ہو۔ محبوب رب العالمیں ایسا ہی ہونا چاہئے (دفتر سوم مکتوب ۱۲۱)

کی زبان پر جھوٹ نہیں آسکتا اور یہ بھی ناممکن ہے کہ کسی کا حق مارے۔ چنانچہ بعثت کے بعد بھی آپ کی مخالفت کے آتش فشاں پوری قوت سے آتش فشانی کررہے تھے۔ کسی کو آپ کے دامن کردار پر معمولی سے معمولی دھبا لگانے کی جرات نہیں ہوئی۔ دیکھئے اس صدق کے معجزات (سیرت رسول عربی سے ایک اقتباس)

ا۔ صلح حدیبیہ کی مدت میں ہرقل روم نے ابوسفیان (جواب تک ایمان نہ لائے تھے) سے آنحضرت ﷺ کی نسبت پوچھا، کیا دعوی نبوت سے پہلے تمہیں ان پر جھوٹ بولنے کا گمان ہوا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں [1]

۲۔ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابوجہل نے آنحضرت ﷺ سے کہا ہم (معشر قریش) تم کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن جو کچھ (کتاب وشریعت) تم لائے ہو، اس سے ہم انکار کرتے ہیں اس پر ابوجہل اور اس کے امثال کی شان میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی

''فا نهم لا يكذبو نک ولكن الظلمين با يا ت الله يجحدون'' (الانعام:۳۲)

ترجمہ: تو وہ آپ کو نہیں جھٹلا رہے ہیں بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کر رہے ہیں

عتبہ بن ربیعہ حضرت امیر معاویہ کی والدہ ہندہ کا باپ تھا جو جنگ بدر میں کفر پر مرا۔ ایک روز قریش نے اس کو آنحضرت ﷺ سے گفتگو کر نے کے لئے بھیجا۔ اس نے حضور ﷺ پر چند امور پیش کئے کہ ان میں سے جو چاہیں اختیار کریں اور نئے مذہب سے باز آئیں، اس کے جواب میں آپ نے سورہ حم السجدہ پڑھنی شروع کی۔ جب آپ آیہ **فان اعر ضوا** پر پہنچے تو عتبہ نے آپ ﷺ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر اور قرابت کی قسم دے کر کہا کہ آپ (ﷺ) آگے نہ پڑھیں۔ اس کے بعد عتبہ نے واپس جا کر قریش سے یہ ماجرا بیان کیا اور کہا کہ اس نے مجھے قرآن سنایا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا (**فان اعر ضوا فقل انذ رتكم صاعقة مثل صعقة عاد و ثمود**) اگر وہ منہ پھیریں تو کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں ایک کڑاکے سے ڈرایا ہے جیسا کہ عاد و ثمود پر آیا تھا تو میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور قرابت قریبہ کی قسم دے کر کہا کہ بس آگے نہ پڑھئے۔ تمہیں معلوم ہے کہ محمد ﷺ جب کچھ کہہ دیتا ہے تو جھوٹ نہیں بولتا۔ اس لئے میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر وہ عذاب نہ نازل ہو جائے جس سے اس نے ڈرایا تھا (ص ۶۵۸ بحوالہ بیہقی ابن اسحٰق طبرانی ابونعیم)

یہ تھا ان کا حضور پر نور ﷺ کے صدق پر اعتماد، عتبہ کا یہ کہنا کہ 'جھوٹ نہیں بولتا' دراصل مراد یہ تھی ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں جو کچھ بھی آپ فرمادیں۔ یقیناً سچ ہوتا ہے اور خصوصا یہ کہ جو زبان سے نکالیں ہو کے رہتا ہے یہ ایک عتبہ یا ابوجہل یا ابوسفیان ہی کا تصور نہیں تھا، سب کفار مکہ کا یہی فیصلہ تھا۔ اگر کسی کے بارے میں آپ دھمکی دے دیتے تو کانپ اٹھتا تھا اور یقینی طور پر سمجھ لیتا تھا کہ ایسا ہی ہوگا مثلاً امیہ ابن خلف جنگ بدر میں شرکت سے سخت خائف تھا کہ اس نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ہجرت کے بعد مکہ معظمہ میں سنا تھا کہ وہ (امیہ) حضور اقدس ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ سے قتل ہوگا (پھر وہ ابوجہل کے اصرار پر تیار ہو گیا اور یقیناً اسے جانا ہی تھا کہ حضور انور ﷺ کی زبان مقدس سے اس کے قتل کی پیشگوئی ہو چکی تھی یعنی جب حضور ﷺ فرما چکے تھے تو وہ قتل سے کیونکر بچ سکتا تھا اور جنگ سے کیسے رک سکتا تھا) یونہی ابولہب کے ناہنجار بیٹوں میں سے عتبہ ملعون کے بارے میں آپ ﷺ یہ دعا فرما چکے، یا اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو اس پر مسلط فرما دے۔ تو ابولہب

---

[1]: سوال وجواب ہو چکے تو ہرقل نے ان جوابات پر تبصرہ کیا۔ ابوسفیان کے اس جواب پر ہرقل قیصر روم کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔ **و سالتک هل كنتم تتهمو نه بالكذب قبل ان يقول ماقال فذكرت ان لا فقد اعرف انه لم يكن ليذر الكذب على الناس ويكذب على الله** (بخاری شریف، باب بدء الوحی)

ترجمہ: اور میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ اس بات کے کہنے (یعنی دعوی نبوت) سے پہلے تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے، تو تو نے بیان کیا کہ 'نہیں' تو میں اتنی بات یقینی طور پر جانتا ہوں کہ یہ جب انسان پر جھوٹ نہیں باندھتے تو اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں باندھیں گے۔

حضور کریم ﷺ کی رسالت کا انکار کرنے کے باوجود اس دعا کے اثرات سے سہا ہوا تھا، چنانچہ سخت ترین حفاظتی تدابیر کے باوجود وہی ہوا جو 'الصادق' اور 'الامین' کی زبان پاک سے وہ سن چکا تھا۔

صدق وامانت کا مفہوم: حقیقت یہ ہے کہ نبی کی صداقت وامانت ہی وہ وصف ہے جو اس کی نبوت اور تعلیمات نبوت کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے اگر نبوت کا مدعی بھی سچی زبان اور امانت ودیانت سے محروم ہو تو ظاہر ہے، وہ بھی مشکوک ٹھہرے گا اور اس کا تمام نظام شریعت بھی غلط، بلکہ اس سے بھی آگے یہ کہ اس کے جھوٹا ہونے میں شک نہیں رہے گا۔ یاد رہے سچا وہ ہے جو ہمیشہ سچ بولے، مگر جھوٹا ہونے کے لئے ہمیشہ جھوٹ بولنا ضروری نہیں، کبھی سچ اور کبھی جھوٹ بولنے والا بھی جھوٹا ہی ہوتا ہے بلکہ کوئی جھوٹے سے جھوٹا آدمی کوشش سے بھی یہ نہیں کر سکتا کہ ہر وقت ہر ایک سے ہر معاملے میں جھوٹ ہی بولے۔ مختصر یہ کہ بڑے بڑے جھوٹے کو بھی کبھی نہ کبھی سچ بولنا ہی پڑتا ہے مگر اس کے برعکس سچا اگر ایک بار بھی جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا تو اسے سچا نہیں کہا جاتا اور اس پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ بعض اوقات سچا آدمی غلط فہمی کا شکار ہو کر خلاف واقعہ بات کہہ دیتا ہے اس میں نیت کی خرابی نہیں ہوتی تاہم غلط اطلاع یا ادھورے علم کی بنا پر وہ اپنی دانست کے مطابق سچ ہی بولتا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ صورت حال اس کے برعکس ہوتی ہے۔ مثلاً آپ کبھی اپنے دوست زید کو لاہور روانہ کر کے اپنے گھر بیٹھے ہیں، ہو سکتا ہے زید راستے سے مڑ آیا ہو مگر آپ کے علم میں نہیں ہوتا کہ وہ مڑ آیا ہے اور اپنے گھر آ گیا ہے۔ کوئی آپ سے اس کے بارے میں پوچھتا ہے تو آپ اطمینان سے فرما دیتے ہیں کہ لاہور گیا ہے۔ آپ اس وقت جھوٹ نہیں بول رہے ہوتے اور آپ کی نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہوتا ہے تاہم یہ خلاف واقعہ ہوتا ہے۔ عام انسانوں بلکہ عام سچوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنی معلومات کے مطابق زیادہ سے زیادہ سچ بولنے کی کوشش کریں مگر جو ذات پاک، 'الصادق' ہو، اس سے کسی خلاف واقعہ بات کا صدور بھی ممکن نہیں۔ اگر وہ فرما دے کہ زید لاہور جا چکا تو وہ رک نہیں سکتا اور فرما دے گھر میں ہے تو گھر سے باہر نہیں ہو سکتا۔ یہی تصور تھا مخالفین کا حضور پرنور ﷺ کے صدق کی بابت۔ یقیناً ایسا تصور ایک دو دن بلکہ ایک دو سال تک کی راست گفتاری سے پختہ نہیں ہوتا۔ اس کے لئے سالہا سال کا عرصہ درکار رہے۔ چنانچہ چالیس سال کا عرصہ بہت بڑا دورانیہ ہے۔ گویا اتنے طویل عرصے میں ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا اور کسی کے ساتھ بھی نہیں ہوا کہ زبان حق ترجمان سے کوئی بات نکلی ہو اور وہ پوری نہ ہوئی ہو۔ غلط فہمی سے یا غلط معلومات کی بنا پر کوئی غلط اطلاع دی جائے تو اطلاع دینے والے کو معذور سمجھ لیا جاتا ہے مگر یہاں صورت حال اس سے بہت مختلف اور بہت آگے ہے کہ گویا کسی غلط فہمی یا غلط معلومات کی صورت بھی پیدا نہیں ہوئی۔ گو چالیس سالہ تجربے نے ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ کا فہم اور علم بھی ہر خطا اور نقص سے پاک ہے۔ کیوں نہ ہو، عالم الغیب اللہ ذوالجلال والاکرام جسے اپنا نمائندہ بنا کر بھیج رہا ہے اور جسے اس نے اپنی خصوصی حفاظت میں رکھا ہے، وہ اس کی قدرت کا بھی نمائندہ ہے اور علم کا بھی۔ ہاں ہاں یہ نمائندہ ناقص فہم، ناقص علم اور ناقص طاقتوں کا مالک ہوگا تو اس شہنشاہ حقیقی، مالک الملک، قادر مطلق اور عالم الغیب والشہادۃ کا نائب، فرستادہ اور مظہر کیوں کر ہو سکتا ہے قادر مطلق کی خلافت کا تقاضا یہ ہے کہ خلیفہ اگر کہہ دے زید لاہور جا رہا ہے تو زید کو لاہور پہنچے بغیر چارہ نہ ہو اس کا خود رکنا تو کجا کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اسے لاہور جانے سے نہ روک سکے۔ یوں سمجھئے علم کامل اور قدرت کاملہ لازم وملزوم ہیں اور اسی لئے جب خدا ہی قادر مطلق اور عالم مطلق ہے، تو اس کا خلیفہ بھی قدرت وعلم میں ساری مخلوق سے بڑھ کر ہونا چاہئے اور 'الصادق' ہونے کا یہی تقاضا ہے (چاند توڑنا، سورج پھیرنا، وقت مغرب کو عصر میں تبدیل کرنا قادر مطلق کی خلافت اور اولین وآخرین کے علم کا جامع ہونا اور غیب وشہادت کے علم میں نقص سے پاک ہونا عالم مطلق کی نیابت کا ثمرہ ہے۔ پھر یہ سب کچھ اس لئے کہ وہ 'الصادق' ہیں) لیکن ان کا یہ تصور کہ آپ ﷺ کی زبان سے کوئی غلط بات نہیں نکل سکتی یقیناً ایک وسیع تجربہ کی بنا پر یہ تصور پختہ ہوا تھا۔

ممکن ہے قریش مکہ جو حضور ﷺ کو 'الصادق' کہتے تھے، اس کے نتائج وثمرات سے پوری طرح آگاہ نہ ہوں، لیکن ان کا یہ تصور پختہ ہوا تھا (جیسا کہ اوپر مذکور ہوا) تو پھر یہ بات بھی ظاہر ہے کہ اتنے عرصے میں ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ کبھی غلط بلکہ کوئی خلاف واقعہ بات ہی آپ

ﷺ سے صادر ہوئی ہو۔ اور ایسا کیوں ہوا، اگر کفار مکہ یہ نتیجہ نہیں نکال سکے تو کم از کم ہم یہ نتیجہ بڑی آسانی سے نکال سکتے ہیں کہ ان کا علم بھی سب سے زیادہ اور خدا کے فضل سے طاقت بھی سب سے زیادہ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قریش یا غیر قریش میں جو لوگ اس دور میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے اسی نتیجے کی بنا پر ہوئے۔ گویا وہ خوش نصیب فوراً سمجھ گئے کہ آخر 'الصادق' ہونے اور اس وصف کی کہ جو زبان پاک سے نکلے ہو کر رہے بنیاد اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ یہ ایک ایسی ذات سبوح وقدوس کے نائب ہیں جو علی کل شئی قدیر ہے اور ظلمات کی تہ میں چھپے ہوئے چھوٹے سے چھوٹے ذرے کے حالات سے بھی باخبر ہے۔

ذرا غور فرمایئے یہ بات کتنی غیر منطقی ہے کہ ایک شخص جس کی زبان پر سوائے صدق کے کبھی کوئی چیز نہیں آئی اور وہ جو کچھ کہے یقینی ہوتا ہے، اتنا مان لینے کے بعد اگر وہ کہے کہ خدا ایک ہے تو انکار کر دیا جائے اور وہ کہے کہ روز قیامت آئے گا تو اسے عقلی پیمانوں کے خلاف قرار دیا جائے۔ اگر وہ بچپن میں سچا تھا۔ جوانی اور کہولت میں سچا تھا اور جھوٹ سے اٹے ہوئے اور تاریک ترین ماحول میں رہنے کے باوجود کبھی جھوٹ بلکہ خلاف واقعہ بات زبان پر لانے سے بھی پاک رہا تو اب چالیس سال کے بعد وہ خدا کے بارے میں یا دین کے بارے میں خلاف واقعہ بات کیونکر کہہ سکتا ہے، یقیناً ایسا ممکن نہیں چنانچہ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ جناب ابوسفیان جیسے اس دور کے مخالف اعظم کی زبان سے بھی جب ہرقل نے آپ کی صداقت کا اقرار سن لیا تو بولا جو کسی انسان کے بارے میں غلط بیانی نہیں کرتا، کیونکر ممکن ہے کہ خدا کے بارے سچ نہ بولے۔

میں اکثر سوچتا ہوں کہ جب بچپن سے لے کر چالیس برس کی عمر شریف تک یہود ونصرانی علما بیک زبان آپ ﷺ کے رسول آخرالزمان ہونے کی گواہی دے رہے ہیں، جنگل کے جانور تک پہچانتے اور نیاز مندی کا اظہار کرتے ہیں اور شجر وحجر اور کوہ وکمر میں رسالت عظمیٰ کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو بارش ہونے لگتی ہے۔ چلتے ہیں تو بادل سائبان بن جاتا ہے۔ کوئی زبان قال سے اور کوئی زبان حال سے رسالت عامہ ونبوت تامہ کا اقرار کر رہا ہے، آخر خود حضور پاک ﷺ نے اپنی رسالت کا اعلان چالیس سال کی عمر شریف سے پہلے کیوں نہیں فرمایا؟ دل اس کا جواب یہی دیتا ہے۔ کہ اللہ عالم الغیب کے پیغمبر آخر واعظم ﷺ کو بتقاضائے منصب دنیا کے سامنے عالم غیب کا تعارف کرانا تھا گویا آپ کو جن و شیطان، فرشتہ وحور، جنت ودوزخ، عرش وکرسی، برزخ وآخرت اور عذاب وثواب کے احوال بتانے تھے اور یہ ساری چیزیں عقل سے سوچنے اور تجربے سے پرکھنے کی نہیں ان کی برہان صرف اور صرف ایسی زبان ہی بن سکتی ہے جو کذب وافترا اور غلط بیانی سے پاک اور معصوم ہو اور جس کے بارے میں سننے والوں کو بھی اطمینان ہو کہ وہ (زبان) ہر عیب سے منزہ ہے (جیسا کہ اوپر گزرا) چالیس سال کا عرصہ بڑا لمبا دورانیہ ہے اور اس لمبے دورانیے میں جس کے بارے میں بھی ایسا اطمینان حاصل ہو جائے، پھر اس سے دلیل پوچھنے کی حاجت ہی نہیں رہتی کیونکہ وہ آفتاب آمد دلیل آفتاب [۱۸] کا مصداق ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کے بارے میں یہ تصور صدق جب پختہ ہو گیا اور آپ کے الصادق ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہ گیا تو بعثت ہوئی ورنہ اس تصور کے بغیر آخرت اور دیگر غیوب کی بات فلسفیانہ تو ہوتی، اطمینان بخش نہ ہوتی (اور ایمان کے لئے اطمینان بڑا ضروری ہے)

ہاں ہاں آپ کو 'الصادق' اور 'الامین' کہہ کر آپ کے ارشادات وتعلیمات کا انکار کرنا گویا خود منکرین کی اپنی تکذیب تھی۔ چنانچہ زبان ودل سے سب مانتے تھے کہ یہ 'الصادق' ہیں پھر انکار کیوں؟ محض حسد اور جھوٹے کروفر بچانے کی نیت سے، یعنی انہیں اس بات پر تو یقین تھا کہ جھوٹ ان کی زبان پر نہیں آسکتا، لہذا جو کچھ کہتے ہیں، یقیناً حق ہے، مگر ماننا اس لئے نہیں کہ اس میں اپنی توہین ہے یا مثلاً بنی ہاشم کی برتری کا مسئلہ ہے ہاں ہاں

۱۸: سوچئے جب آفتاب اپنی دلیل ہے تو جسے اس کے پیدا اور مبعوث کرنے والے نے سراجاً منیراً (چمکا دینے والا آفتاب) فرمایا اس کی صداقت خود اپنی برہان کیوں نہیں ہوگی بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی برہان تھی۔

یا یھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم (النساء:۱۷۴)

ترجمہ: یعنی اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی ہوئی دلیل آگئی،

وہ حسد وغرور ہی تو تھا جس نے شیطان اول کو حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے سامنے جھکنے نہیں دیا اور اب بھی یہی نفسانی امراض تھے، جن کی بنا پر اس دور کے ابوجہل وابولہب نے نبی کے آگے جھکنا گوارا نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی بحث وتمحیص، مجادلہ ومناظرہ، کفر پر اصرار اس لئے ہرگز نہیں تھا کہ آپ کی نبوت کے بارے میں وہ کسی گومگو کا شکار تھے، بات یہی تھی کہ شیطان نے انہیں بالکل اپنی طرح بنالیا تھا اور وہ نفس کے گرداب میں پھنس کر رہ گئے تھے۔

مثال کے طور پر سب سے بڑا کافر ابوجہل ہی تو تھا۔ صدق نبوت کے بارے میں ابوجہل کی گواہی اوپر آگئی ہے اس کا یہ کہنا کہ ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے، بالکل واضح ہے اور اس کے نتیجے میں اسے اسلام قبول کرلینا چاہیے تھے مگر اس نے بہانا بنالیا کہ آپ جو کچھ لائے ہیں اس پر دل نہیں جمتا یہ بالکل عذر لنگ یعنی فضول سا بہانہ ہے۔ جب جھوٹا نہیں کہتے تو ماننے میں کیا دقت ہے دقت یہی تھی کہ اس کی نظر میں کسی مخزومی کا ہاشمی کی غلامی میں آنا خاندانی وقار کے منافی تھا۔ آیئے اسی کی زبان سے تصدیق کرائے دیتے ہیں تاکہ اس کی نیت پوری طرح واشگاف ہوجائے۔

ہوا یہ کہ بدر کو جاتے ہوئے اخنس نے تنہائی میں ابوجہل سے ملاقات کی اور اس سے پوچھا کیا محمد (ﷺ) تیرے خیال میں سچے نہیں ہیں۔ ابوجہل نے کہا

كيف يكذب على الله وقد كنا نسميه الا مين لا نه ما كذب قط لكن اذا كا نت فى عبد منا ف السقاية والر فا دة و المشور ة ثم تكو ن فيهم النبوة فا ى شيئى بقى لنا. (ضیاء النبی بحوالہ الامتاع از علامہ مقریزی)

ترجمہ: وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ سکتے ہیں حالانکہ ہم خود انہیں امین کہا کرتے تھے انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا لیکن بات یہ ہے کہ عبد مناف کے پاس پہلے ہی سقایہ، افادہ اور مشورہ کے اہم اور اعلیٰ مناصب ہیں، اگر ان میں نبوت بھی آجائے تو ہمارے لیے کیا باقی رہے گا۔

یہ قبائلی عصبیت تھی جو ابوالحکم کو ابوجہل بنا کر رہی۔ غالباً جہالت کا اصل سبب بھی یہی ہے، اسی ذہنیت کا کرشمہ تھا کہ مسیلمہ کذاب کے ایک ساتھی نے برملا کہا "ہم جانتے ہیں محمد ﷺ سچے ہیں اور مسیلمہ جھوٹا ہے لیکن ربیعہ (قبائل کا وہ گروہ جس میں مسیلمہ کا قبیلہ بنوحنیفہ بھی شامل تھا) کا جھوٹا نبی مضر (یعنی قبائل کا وہ گروہ جس سے قریش کا تعلق تھا) کے سچے نبی (محمد ﷺ) سے اچھا ہے" اسی طرح طلیحہ جس نے مسیلمہ کی طرح جھوٹا دعویٰ نبوت کیا تھا، کا ایک چیلا کہا کرتا تھا کہ بنو اسد کا کوئی نبی ہو وہ مجھے ہاشمی نبی سے پیارا ہوگا (اسلامی نظام حیات از شیخ محمد اقبال)۔

جملہ معترضہ: آج بھی تہذیب حاضر اسی قسم کے بت تیار کررہی ہے بلکہ کرچکی ہے رنگ ونسل کے اور زبان ووطن کے اصنام آج بھی اسلام کا راستہ روکنے کی مذموم مساعی کررہے ہیں۔ ورنہ 'الصادق' اور 'الامین' کے القاب جو سیرت طیبہ کے اہم عنوان ہیں۔ آج بھی حق کی تلاش کرنے والوں کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن واسلام کی حقانیت پر واضح ترین دلیل ہیں۔ چنانچہ ۱۹۰۲ء میں حضرت علامہ اقبال جب یورپ کے ایک اہم سفر سے واپس آئے سیالکوٹ میں ان کے گھر کے نزدیک مسجد دو دروازہ میں ان کا وعظ ہوا۔ وعظ کے بعد ایک شخص نے پوچھا کیا خدا موجود ہے؟ آپ نے فرمایا 'یقیناً' اس نے حیرت سے کہا کیا سائنس اور فلسفے کی ترقی کے موجودہ زمانے میں آپ خدا کو مانتے ہیں؟ آپ نے جواباً فرمایا ہاں ہاں اس دور میں بھی مجھے خدا کی ہستی پر پکا یقین ہے؟ اس نے دلیل پوچھی تو فرمایا میری دلیل وہ ذات ستودہ صفات ہے جس کو اس کے بدترین اعداء بھی جھٹلا نہیں سکے بلکہ 'الصادق' اور 'الامین' جیسے بہترین القاب سے یاد کرتے تھے (اقبال درون خانہ از خالد نظیر صوفی)

ان دو القاب کی خصوصی اور پورے چالیس سالہ دور کی سیرت مقدسہ کی عمومی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خود خداوند کریم نے اپنے حبیب کریم ﷺ کو بطور دلیل کافروں کے سامنے اسے پیش کرنے کا حکم دیا جیسا کہ چند صفحات اوپر سورہ یونس کی آیت نمبر ۱۶ کا حوالہ

گزرا ہے۔ چنانچہ جب قریش مکہ کے سامنے اجتماعی طور پر نبوت کا اعلان کرنے کا موقع آیا تو آپ نے کوہ صفا پر جلوہ گر ہو کر سب قبائل مکہ کو آواز دی، جب تمام قبائل کے نمائندے آموجود ہوئے تو فرمایا اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ دشمن کے سواروں کا دستہ اس پہاڑ کے دامن سے نکل کر تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے، کیا تم میری بات مانو گے سب نے کہا بیشک ہم نے کبھی آپ کو غلط بیانی کرتے ہوئے نہیں سنا پھر آپ نے توحید کا پیغام دیا تو ابولہب برافروختہ ہو گیا۔ سورہ لہب کا شان نزول بھی اس کا یہی غم وغصہ تھا۔

رسالت وشہادت: حضور پرنور ﷺ کے اس وعظ نے اشارتاً نبوت کی حقیقت بھی بیان فرمادی نبی اور دوسروں میں گویا اسی طرح کا فرق ہے جیسا ایک شخص پہاڑ پر ہو باقی نیچے۔ جو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہے۔ وہ پہاڑ کے آگے پیچھے دونوں طرف دیکھ رہا ہے اور جو لوگ نیچے ہیں صرف ایک طرف دیکھ رہے ہیں اور وہ بھی محدود۔ اسی طرح جس سراپا صدق شخصیت کو خالق و مالک جل وعلا نے نبوت کی پہاڑی پر کھڑا کیا ہے، وہ ماضی و مستقبل آغاز وانجام، ظاہر وباطن اور ارض وسما بلکہ ملک وملکوت ہر طرف دیکھ رہا ہے اور بزم ہستی کی کوئی شے اس سے پوشیدہ نہیں بالخصوص وہ رسول جو خاصہ خاصان رسل ہے (ﷺ) اپنی عظمت شان میں بے مثل ہے تو مشاہدے میں بھی لاجواب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو مبعوث فرمانے اور ان گنت عظمتوں سے نوازنے والے رب اکرم واعظم نے وصف رسالت کے ساتھ ہی وصف شہادت بیان فرمایا ہے۔ مثلاً

انا ارسلنک شاھداً.........

ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو شاہد (یعنی مشاہدہ کرنے والا) بنا کر بھیجا۔

گویا قدرت نے ان لفظوں میں اعلان کر دیا کہ رسالت اور شہادت لازم وملزوم ہیں پھر جہاں تک رسالت ہے کم از کم وہیں تک شہادت ہے گویا رسول کل ہیں تو شاہد کل بھی ہیں۔ اللہ تعالی نے جو علم وحکمت جو عقل وتدبر جو فہم وفراست اور جو نظر ومشاہدہ اپنے حبیب کریم ﷺ کو عطا فرمایا ہے وہ کسی اور کو نہیں بخشا، اور تو اور کسی عظیم سے عظیم نبی ورسول کو بھی عطا نہیں فرمایا۔ کاہنوں کا ان کی وسعت نظر سے کیا مقابلہ، جادوگروں کو ان کے تصرفات سے کیا نسبت اور یونہی بڑے بڑے فلسفیوں کی قیاس آرائیوں کی ان کے علم یقینی کے سامنے کیا حیثیت اور بڑے بڑے سائنسدانوں کے تجربہ ومشاہدہ کی صاحب معراج کی ہمہ بین بلکہ حق بین وخدا بین، چشم مازاغ کے سامنے کیا وقعت۔ اے کاہنوں سے چھپے اسرار پوچھنے والے ان بیچاروں کو کیا خبر! آ کوہ صفا کی چوٹی پر وعظ کہنے والے معلم کائنات کی بارگاہ میں، اے جادوگروں کے منتروں سے اپنی سوئی تقدیر جگانے کی کوشش کرنے والے حاضر ہو خواجۂ بطحا (ﷺ) کے آستانِ عظمت پر کہ تجھے بدنصیبی سے نجات دلائیں، اے نجومیوں سے اپنی قسمت کے ستارے کی رفتار پوچھنے والے، استمداد کر صاحب والنجم کی ذات پاک سے، جو تجھے تیرے مقام سے آگاہ فرمائیں، ہاں ہاں تیرا عروج وارتقا حکمت یا سائنس سے بھی وابستہ نہیں، تیری منزل مراد نقش پائے حبیب خدا ﷺ ہے۔ یقیناً استاد وکتاب، تجربہ ومشاہدہ اور سائنس وحکمت کی تعلیم کے ذریعے جو علم حاصل ہو، اس کی اس علم کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے جو اللہ ذوالجلال والاکرام نے تمام وسائل سے بے نیاز کر کے محض اپنے فضل سے سکھایا۔ حق یہ ہے کہ کوئی غیر نبی عقل وعلم اور نظر وقوت میں کسی بھی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ امام غزالی فرماتے ہیں۔

مقام نبوت: نبوت وہ صفت ہے جو صرف نبی میں ہوتی ہے، غیر میں نہیں چنانچہ وہ (نبی) چند خصوصیات سے مختص ہوتا ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ جو امور اللہ تعالی اور اس کی صفات نیز فرشتوں اور آخرت سے متعلق ہیں۔ نبی ان کے حقائق کا عارف ہوتا ہے اور دوسروں کو کثرت معلومات اور کشف وتحقیق کی زیادتی میں اس سے کچھ نسبت نہیں ہو سکتی۔

۲۔ نبی کی ذات میں ایک ایسا وصف ہوتا ہے جس سے خارق عادات افعال (یعنی معجزات) وغیرہ رونما ہوتے ہیں جیسے ہم (عام انسانوں) میں ایک وصف ایسا ہوتا ہے جس سے ہم اپنے ارادے کے مطابق حرکات کرتے ہیں۔

۳۔ نبی کو ایک وصف یہ بھی حاصل ہوتا ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے (**یبصر الملئکتہ و یشاھدھم**) جس طرح

انکھیارا ایک وصف (بینائی) کی بناپر اندھے سے ممتاز ہوتا ہے۔

۴۔ نبی میں ایک وصف یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ غیب کی آئندہ باتوں کو جان لیتا ہے۔ (ان لـه صـفة بهـا يـدرك مـا سيكون فـي الـغيب)۔ (زرقانی علی المواہب)

قرآن پاک میں فکر و تدبر کریں تو بھی مقام نبوت کی عظمتوں کا ایسا ہی تصور ابھرتا ہے اور سیدنا امام غزالی قدس سرہ العالی نے بھی اس نسخہ کیمیا کی ہی ترجمانی کی ہے چنانچہ کفار مکہ کے اوہام عاطلہ اور افکارِ باطلہ کے خلاف، جو یہ سمجھتے تھے کہ نبوت کا تاج طائف و بطحا کے کسی رئیس اعظم کے سر پر سجنا چاہیے تھا، اللہ ارحم الراحمین نے فرمایا

﴿ الله اعلم حيث يجعل رسالته﴾ (الانعام:۱۲۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس جگہ اپنی رسالت مقرر کرے۔

﴿لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوالله واليوم الاخرو ذكر الله كثيرا﴾.

(الاحزاب۔۲۱)

ترجمہ: بیشک تمہارے لئے رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ (کی ملاقات) اور قیامت کے دن کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد بہت زیادہ کرتے ہیں۔

بالیقین اس خورشیدِ رحمت کا مقصود ہر قسم کے ظلم و ستم کے طوفان روکنا ہے اور ظلمت کفر و شرک کی ہو یا حرص و ہوا کی، اخلاق سے متعلق ہو یا افکار سے، ظلمت روح میں ہو یا دل و دماغ میں، اسے ہر طور ختم کرنا ہے۔ چنانچہ ادھر حضور ﷺ نے اعلان نبوت کیا۔ ادھر سے جانثاروں کا ہجوم ہونے لگا۔ ادھر شمع رسالت روشن ہوئی ادھر پروانے جوق در جوق آنے لگے۔ جو جتنا قریب تھا، اتنا ہی مشتاق ٹھہرا اور جتنا مزاج شناس تھا اسی قدر پہلے حلقہ بگوش ہوا۔ سب سے زیادہ نزدیک رہنے والوں کا سب سے پہلے اسیر دام ہونا بھی اس پیغمبرانہ سیرت کی دلکشی و دلآویزی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے اور الصادق ہونے کا بہترین مفہوم محقق والٹیر کا مقولہ ہے۔

No one is a hero to his valet.

ترجمہ: کوئی آدمی بھی اپنے قریبی لوگوں میں ہیرو نہیں ہوتا۔ (خطبات مدارس)

اولین مومن: مگر یہاں یہ صورت حال عام رہنماؤں کے برعکس ہے۔ سب سے پہلے اہلیہ محترمہ کے سامنے بعثت کا اعلان کیا اور وہ اعلان سنتے ہی فوراً ایمان لے آتی ہیں جیسے وہ پہلے ہی سے اس کی منتظر ہوتی ہیں۔ وہ نجی اور پرائیویٹ زندگی کی سب سے زیادہ محرم تھیں اور اس کا سبب وہ چشم دید ارہاصات (یعنی بعثت سے پہلے کے معجزات) ہی نہیں تھے، سیرت طیبہ کے لازوال محاسن بھی تھے۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے اخلاقِ مصطفوی کی جو نقشہ کشی کی، ملاحظہ ہو۔

كل و الله ما يخزيك الله ابداانك لتصل الرحم و تحمل الكل وتكسب المعدوم و تقرى الضيف و تعين على نوائب الحق۔

اور یقیناً اللہ سے زیادہ کس کا فیصلہ سچا اور کس کا انتخاب موزوں ہونا چاہئے۔ اللہ کا نبی اپنے اللہ کا مظہر کامل، اس کا نمائندہ و نائب، اس کی صفات کا پرتو، اس کے اخلاق کریمہ سے متخلق، اس کے علم و قدرت بلکہ اس کی ذات و صفات کی دلیل بن کر آتا ہے، وہ چاندی سونا تقسیم کرنے نہیں آتا، اس دولتِ دارین سے جس کا انحصار ایمان و عرفان پر ہے، نوازنے آتا ہے۔ وہ اللہ کے بندوں کو بندہ اور انسان کو انسان بنا کر قرب خداوندی کی عظیم منزلوں پر فائز کرنے اور اسے اصل مفہوم کے مطابق اشرف المخلوقات بنانے آتا ہے۔ لہٰذا ظاہری دولت کی قلت کوئی معانی نہیں رکھتی۔ اسے باطنی دولت (یعنی دنیا کی محبت سے بالاتر ہو کر اپنے مالک حقیقی سے لو لگانے) کا سبق دینا اور ناسوتیوں کو لاہوتی بنانا ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے ہر اچھے وصف میں

باقی مخلوق سے اعلیٰ واولیٰ ہونا چاہئے۔اسے اپنے رب کے فضل سے کمزوروں کا سہارا، بیچاروں کا چارہ محتاجوں کا حاجت روا، اسیران غم کا مشکل کشا، اخلاق عالیہ کا معلم، دنیا بھر کے عاقلوں کے لئے واجب التقلید، زبان وعمل میں سچا، حسنات وبرکات کا مجسمہ ہونا چاہئے۔ ہمارے حضور ﷺ توسب سے بڑھ کر بہترین کمالات کے مخزن، دین ودنیا کی سعادات کے قاسم، مکارم اخلاق سے مزین اور اسوہ حسنہ کی حیثیت سے سیرت وصورت سے جملہ محاسن سے آراستہ ہیں۔اس حد تک آراستہ ہیں کہ بقول حضرت امام بوصیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

منزه عن شريک فی محاسنه　　　فجوهر الحسن فيه غيرمنقسم

ترجمہ: حضور ﷺ اپنے محاسن میں شریک سے پاک ہیں کیونکہ آپ کا جوہر حسن تقسیم ہو ہی نہیں سکتا۔

آپ کے علوم واسعہ ،تصرفات قاہرہ، معجزات ظاہرہ اور کمالات باہرہ ہی آپ کے نبی ورسول بلکہ امام الانبیاء اور سید المرسلین ﷺ ہونے پر شاہد نہیں بلکہ سیرت طیبہ کا ایک ایک گوشہ اور اخلاق کریمہ کا ایک ایک عنوان آپ کے خواجہ کل اور ختم الرسل ﷺ ہونے کی دہائی دے رہا ہے۔انہیں گوناگوں خوبیوں اور ہمہ گیر رحمتوں کی بناپر آپ ہی کا حق تھا کہ ساری دنیا کے انسانوں کے لئے نمونہ بنیں چنانچہ فرمایا گیا۔

ترجمہ: خدا کی قسم !اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو بے آبرو نہیں کرے گا۔آپ رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرتے ہیں، (کمزوروں کا) بوجھ اٹھاتے ہیں، مفلسوں ناداروں کو اپنی پاک کمائی سے حصہ دیتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور حق کی وجہ سے کسی پر کوئی مصیبت آجائے تو آپ چارہ ساز بن جاتے ہیں۔

دوستوں میں سب سے قریبی ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، مردوں میں سب سے پہلے انہوں نے اسلام قبول کیا (کیونکہ حضرت بحیرہ راہب کی شہادت کے وقت بھی موجود تھے تب سے اب تک منتظر بعثت تھے) غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بچوں میں زیر تربیت حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ، گویا واقعی سب سے پہلے وہی ایمان لائے جو دوسروں سے زیادہ، بہت زیادہ خلوت وجلوت سے آگاہ تھے۔

حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے اپنے شوہر نامدار، سرور ابد قرار، سید ابرار، حضور احمد مختار ﷺ کے جن فضائل اخلاق کا ذکر کیا ہے، یہی اسلام کی حقیقی روح ہیں۔انہیں کی ترغیب وتلقین حضور ﷺ نے بعثت کے بعد فرمائی بلکہ اسی قسم کے اخلاق کی تکمیل کو اپنی بعثت کا اصل مقصد ٹھہرایا، چنانچہ فرمایا:

بعثت لا تمم حسن الاخلاق (موطا)

ترجمہ: میں اس لئے مبعوث ہواہوں کہ حسنِ اخلاق کی تکمیل کروں۔

صدق دل سے ایمان لانے والوں کی پہچان بھی اسی حوالے سے کرائی گئی ہے۔

اكمل المومنين ايماناً احسنهم خلقا (ترمذی)

ترجمہ: مومنوں میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جوان میں بہترین اخلاق والا ہے۔

توحید کی برکات: اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کا سب سے بنیادی عقیدہ توحید ورسالت کی شہادت ہے مگر یہ دین حق یہیں تک محدود نہیں یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو عقائد کے ساتھ اخلاق واطوار کی اصلاح کا ضامن بھی ہے اور حق یہ ہے کہ توحید ورسالت کے مضبوط عقیدے کے بغیر کردار میں انقلاب آ ہی نہیں سکتا۔عرب کی صحرائی سرزمین میں جو انقلاب رونما ہوا بلاشبہ اسی عقیدے کی بنیاد پر ہوا۔ظاہر ہے بتوں کو خدا ماننے والا کسی اچھے نظامِ اخلاق کا پابند تو نہیں ہوسکتا۔پتھر کو ہی معبود ومسجود مانے گا۔جس کی اپنی عقل پر پتھر پڑے ہوں۔جلا دینے والی آگ کو خدا سمجھنے والا خرمن امن کو جلا تو سکتا ہے ظلم وستم کی لگی ہوئی آگ کیسے بجھا سکتا ہے۔درختوں کے سامنے جبین نیاز جھکانے والا اعظمت انسان کے اسرار کیوں کر جان سکتا ہے۔پہاڑوں سے رشتہ عبودیت قائم کرنے والا حرکت میں برکت کا سبق کیونکر ازبر کرسکتا ہے۔ستاروں سے اپنی تقدیر وابستہ کرنے والا کسی کی

تقدیر کیونکر بدل سکتا ہے۔ چاند سورج کو منتہائے مقصود خیال کرنے والا مہر و ماہ سے آگے نکلنے کی فکر کیوں کرسکتا ہے۔
بالیقین یہ توحید کی برکت ہے کہ

۱ انسان اللہ احد پر ایمان لا کر اس کی مخلوق میں وحدت کے جلوے دیکھتا ہے۔

۲ اللہ غنی کا بندہ بن کر دنیا و مافیہا سے غنی ہو جاتا ہے۔

۳ اللہ اکبر کی کبریائی کے گیت گا کر نمرودوں اور فرعونوں کے سامنے کلمہ حق ادا کر دیتا ہے اور **لا خوف علیهم و لا هم یحزنون** کی شان کا مظہر بن جاتا ہے

۴ اللہ ذوالجلال والاکرام کے وظیفے کر کے جلالت و کرامت سے فیضیاب ہوتا ہے

۵ اللہ عزیز کے آستانہ عظمت پہ سر جھکا کر عزت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

۶ اللہ کو ارحم الراحمین کہہ کر اس کے بندوں کے لئے رحمت کا پیغام بن جاتا ہے۔

۷ اللہ کو ربی الاعلیٰ (اعلیٰ رب) کہہ کر ان لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے جنھیں قرآن انتم الاعلون (یعنی مخلوق میں تم ہی اعلیٰ ہو) کی خوشخبری دیتا ہے۔

ہاں ہاں اللہ کی تمام صفاتِ کمالیہ پہ ایمان رکھنے والا گونا گوں کمالاتِ سیرت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے، یقیناً حصول کمال کی راہ نقطہ توحید سے شروع ہوتی ہے۔ اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ (چند اشعار)

در جہان کیف و کم گردید عقل
پے بہ منزل برداز توحید عقل
ورنہ ایں بیچارہ را منزل کجاست
کشتی ادراک را ساحل کجا ست
دیں ازو حکمت ازو آئیں ازو
زور ازو ، قوت ازو ، تمکیں ازو
پست اندر سایہ اش گردو بلند
خاک چوں اکسیر گردو ارجمند
قدرت او برگزیند بندہ را
نوع دیگر آفریند بندہ را
بیم و شک میرد عمل گیرد حیات
چشم می بیند ضمیر کائنات
اسود از توحید احمر می شود
خویش فاروقؓ و ابوذر می شود

مختصر مفہوم: عقل دنیا میں سرگرداں پھرتی رہی آخر توحید کی برکت سے منزل پر پہنچی۔ اس کے بغیر اس بیچارہ کی منزل ہو بھی کیا سکتی تھی۔ حقیقت یہی ہے۔ دین، حکمت، آئین، قوت و شوکت سب کا دارومدار توحید پر ہی ہے اس کے زیر سایہ پست بلند ہو جاتا ہے اور خاک اکسیر بن جاتی ہے۔ بندہ برگزیدہ اور انقلاب آشنا ہو جاتا ہے زندگی خوف و شک سے بالاتر ہو جاتی ہے اور آنکھ کائنات کے اسرار دیکھنے لگتی ہے۔ توحید ظلمتوں سے نکال کر

نورانی بنا دیتی ہے اور فاروق اعظم اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسی شخصیتوں کا قرب عطا کر دیتی ہے۔ (حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اس کے بعد ایک نظم درج ذیل عنوان سے لکھی ہے۔)

در معنی ایں کہ یاس وحزن وخوف ام الخبائث است
وقاطع حیات وتوحید از الہ ایں امراض می کند

یعنی اس معنی میں (درج ذیل اشعار لکھے گئے ہیں) کہ نفسیاتی طور پر سب سے خطرناک تین بیماریاں ہیں۔ مایوسی، غم، خوف، تینوں زندگی کا رشتہ کاٹ دینے والی ہیں اور ان تینوں کا علاج توحید کا عقیدہ ہے۔ پھر ان تینوں بیماریوں کے نقصانات اور ان سے راہ نجات پر اظہار خیال کرتے ہیں (ایک ایک دو دو شعر)

مرگ را ساماں ز قطع آرزو ست
زندگانی محکم از لا تقنطو است
زندگی را یاس خواب آور بود
ایں دلیل سستی عنصر بود
اے کہ درزندان غم باشی اسیر
از نبی تعلیم لا تحزن بگیر
گر خدا داری ز غم آزاد شو
از خیال بیش و کم آزاد شو
قوت ایماں حیات افزاید ست
ورد لا خوف علیھم بایدت
ہر شر پنہاں کہ اندر قلب تست
اصل او بیم است اگر بینی درست
لابہ و مکاری و کین و دروغ
ایں ہمہ از خوف می گیرد فروغ
ہر کہ رمز مصطفےٰ فہمیدہ است
شرک را در خوف مضمر دیدہ است[19]

رسالت کی عظمت: بہر حال اسلام کی فکری و عملی تعلیمات کی بنیاد توحید پر ہے اور پھر رسالت پر، سچی بات یہ ہے کہ دامن رسالت سے وابستہ ہوئے بغیر توحید کی سمجھ آ ہی نہیں سکتی۔ وہ توحید جو انسان کو فرشتوں سے بہتر و برتر بناتی اور اسے مقام خلافت پر فائز کر سکتی ہے، نبوت کے فیض ہی سے میسر آتی ہے۔ رسول پیکر توحید ہوتا ہے اور اپنے ہر غلام کو جذبہ توحید سے سرشار کر دیتا ہے۔ صدیق و فاروق، غنی و علی رضی اللہ عنہم کی سیرت میں جو

ان اشعار کے مضمون کا خلاصہ: آرزو کا نہ ہونا انسان کے لئے موت ہے، زندگی لا تقنطو امن رحمۃ اللہ (اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ) سے مضبوط ہوتی ہے۔ ناامیدی زندگی کو سلا دیتی ہے اور سست کر دیتی ہے۔ اے غم کے قیدی حضور ﷺ کے حکم لاتحزن (یعنی اے صدیق رضی اللہ عنہ مت گھبرا) سے سبق سیکھ۔ اگر تو خدا والا ہے تو غم سے آزاد ہو جا اور کمی بیشی کے خیالات سے نکل آ۔ ایمانی طاقت تیری زندگی بڑھا دے گی تجھے چاہیے کہ لاخوف علیھم (یعنی اللہ والوں کو ڈر نہیں ہوتا) کا ورد کرتا رہے۔ تیرے دل میں جو بیماری بھی ہے اس کی بنیاد یہی خوف غیر اللہ ہے۔ مکر و فریب، کینہ، جھوٹ جیسی لعنتیں اسی خوف سے پھیلتی پھولتی ہیں۔ جو شخص حضور ﷺ کے دین کی روح سے واقف ہے۔ خوف غیر اللہ میں اسے شرک چھپا ہوا نظر آتا ہے۔

انوار توحید چمکتے دمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ سب صدقہ ہے توحید کے معلم اعظم نبی خاتم حضور محمد مصطفےٰ ﷺ کا۔ رسالت کے واسطے کے بغیر توحید، توحید (مقبول) نہیں، ایمان، ایمان نہیں، اسلام، اسلام نہیں، عبادت، عبادت نہیں، نیکی، نیکی نہیں، ملت، ملت نہیں، فرض، فرض نہیں، سنت، سنت نہیں، بلکہ حرم، حرم نہیں، قبلہ، قبلہ نہیں آیئے حکیم الامت سے رسالت کی عظمت کے ترانے سنیں۔ آپ رسالت کے زیر عنوان فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ پیکر ما آفرید
و ز رسالت در تن ماجاں دمید
حرف بے صوت اندریں عالم بدیم
از رسالت مصرع موزوں شدیم
از رسالت در جہاں تکوین ما
از رسالت دین ما آئین ما
آں کہ شان اوست یھدی من یرید
از رسالت حلقہ گرد ما کشید
حلقہ ملت محیط افزا ستے
مرکز او وادی بطحا ستے
ما ز حکم نسبت او ملتیم
اہل عالم را پیام رحمتیم
امتش در حرز دیوار حرم
نعرہ زن مانند شیراں درا جم
دامنش از دست دادن مردن است
چوں گل از باد خزاں افسردن است
دین فطرت از نبی آموختیم
در رہ حق مشعلے افروختیم
ایں گہر از بحر بے پایان اوست
ماکہ یکجا نیم از احسان اوست
تا نہ ایں وحدت زدست مارود
ہستی ما با ابد ہمدم شود

ترجمہ وخلاصہ: حق تعالیٰ نے ہمارا جسم بنا کر رسالت سے اس میں روح پھونکی (یعنی جسم ہے تو عقیدہ رسالت جان ہے) ہماری قوت، دین و آئین، رسالت سے وابستہ ہے اللہ نے جو ہادی مطلق ہے ہمیں رسالت کے حلقے میں داخل کر دیا ہے۔ ملت اسلام جتنی چاہے پھیل جائے اس کا مرکز وادی بطحا ہی رہے گی حق یہ ہے کہ نسبت رسالت سے ہم ایک ملت اور دنیا کے لئے پیغام رحمت ہیں۔ حضور ﷺ کی امت آپ کی دیوار حرم کی پناہ میں آ کر جنگلوں میں شیروں کی طرح گرجتی ہے۔ آپ کا دامن چھوڑ دینا موت ہے جیسے پھول خزاں کی ہوا سے مرجھا جاتا ہے (یہی حال حضور ﷺ کا دامن

چھوڑ کر قوم کا ہوگا) ہم نے دین فطرت اپنے نبی سے سیکھا ہے اور راہ حق میں شمع جلانے کی توفیق حضور ﷺ کی برکت ہی سے ملی ہے۔ دین وایمان کا موتی حضور ﷺ کے بحر نا پیدا کنار سے دستیاب ہوا ہے۔ اور ہمارا اتحاد بھی آپ ﷺ کی رحمت ہی سے ہے۔ جب تک یہ رشتہ وحدت (یعنی نسبت رسالت) قائم رہے گی، ہمارا وجود ابد تک دائم وقائم رہیگا۔ غرض توحید ورسالت کے عقیدے کی بنیاد پر بنی نوع انسان کی فکری وعملی اصلاح کا جو ایوان عالیشان تیار کیا گیا۔ اس کے ستونوں (یعنی ارکان اسلام) میں بھی یہی مسالہ بھرا گیا ہے۔ نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کو غور سے دیکھیں، توحید ورسالت ہی سے ہر ایک کی نیو بلند ہوئی اور پھر یہیں تک نہیں رہی۔ ایک ایک رکن انفرادی واجتماعی مسائل کا حل اور جسمانی وروحانی امراض کی شفا۔ کفر ظلمت ہی ظلمت ہے۔ شرک ظلم ہی ظلم ہے۔ بندہ ان سے آزاد ہوا تو ظلمت وظلم سے آزاد ہوا۔ اوہام کی زنجیریں کٹ گئیں اور گویا ایمان کی روشنی میں کھلی آنکھوں سے آغاز وانجام اور تحت وفوق کو دیکھ رہا ہے۔ یقیں مضبوط ہونا چاہئے جتنا یقین مضبوط ہوگا اتنا ہی تیز اجالا ہوگا۔ جتنا تیز اجالا ہوگا اتنا ہی شکوک وشبہات سے پاک مشاہدہ ہوگا۔ ایمان کی اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے آیئے ایک حدیث پاک کی طرف، جس کی ترجمانی حکیم الامت اقبال کے مرشد حضرت مولائے روم نے مثنوی شریف میں، حضرت داتا گنج بخش نے کشف المحجوب میں ان سے بہت پہلے امام الائمہ، سراج الامہ، حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم نے فقہ اکبر [۲۰] میں درج فرمائی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں حارث ابن نعمان یا حارثہ ابن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بار میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار نے مجھ سے سوال فرمایا کہ اے حارث تم نے کس حال میں دن پایا میں نے عرض کیا سچا مومن ہو کر، فرمایا تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے، میں نے عرض کیا

کانی انظر الی عرش ربی بارزاً و کانی انظر الی اهل الجنة یتزا و رون فیها و کانی انظر الی اهل النار یتضاعون فیها.

ترجمہ: میں گویا عرش الٰہی کو ظاہر اُدیکھ رہا ہوں اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوئے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے دیکھتا ہوں اس قصے کو مولانا روم اپنی مثنوی شریف میں یوں نقل کرتے ہیں۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من
ہست پیدا ہم چوں بت پیش شمن
یک بیک وامی شناسم خلق را
ہمچو گندم من زجو در آسیا
کہ بہشتی کی وبیگانہ کی است
پیش من پیدا چومورد ماہی است
ایں زماں پیدا شدہ بر ایں گروہ
یوم تبیض و تسود وجوہ

ترجمہ: از علامہ سیماب اکبرآبادی

آٹھ جنت سات دوزخ سامنے
یوں ہیں جیسے بت پجاری کے لئے
خلق کو پہچانتا ہوں اس طرح

---

[۲۰]: یہ فقہ اکبر وہ ہے جسے مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے 'اصلی' فرمایا اور اسکی شرح الدرالازہر لکھی (جاء الحق)

گیہوں سے جو آسیا میں جس طرح
ہے بہشتی کون بیگانہ کہاں
سانپ مچھلی کی طرح منہ پر عیاں

اس نکتے کو مزید ذہن نشین کرنے کے لئے آیئے ایک مختصر حدیث پاک کی طرف حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

لقد جاء کم رسول الیکم لیس بوھن ولا کسل لیحیی قلوبا غلفاً و یفتح اعیناً عمیاً و یسمع اذاناً صماً و یقیم السنۃ عوجاً حتی یقال لا الہ الا اللہ وحدہ (سنن دارمی بسند صحیح)

ترجمہ: بیشک تشریف لایا تمہارے پاس تمہاری طرف بھیجا ہوا (رسول) جو ضعف و کاہلی سے پاک ہے تاکہ زندہ فرمادے غلاف چڑھے دل اور کھول دے اندھی آنکھیں اور شنوا کردے بہرے کانوں کو اور سیدھی کرے ٹیڑھی زبانوں کو حتی کہ کہہ دیا جائے لا الہ الا اللہ۔

بیشک محبوب کریم، رؤف رحیم، علیم و حکیم حضور احمد مجتبیٰ ﷺ نے اندھی آنکھیں کھول دیں، بہرے کان شنوا کردیئے، تاریک دلوں کو روشنی دی اور ٹیڑھی زبانوں کو یوں سیدھا کیا کہ شرک کی ظلمات، کفر کی خرافات، تشکیک کی ہزلیات سے نجات مل گئی اور صدیوں سے اندھیروں میں بھٹکا ہوا انسان ایمان وایقان کی منزل نور تک پہنچ گیا۔ ہاں ہاں اللہ نور السموت والارض (آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے) نے حبیب اعظم ﷺ کو سراجاً منیراً (چمکا دینے والا سورج) بنا کر اسی لئے بھیجا تھا۔ اپنے متعلق فرمایا ہے۔ **اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور** (البقرہ: ۲۵۷)۔
ترجمہ: اللہ مسلمانوں کا والی ہے انہیں (کفر کے) اندھیروں سے نکال کر نور (ایمان) کی طرف لاتا ہے۔ اور حبیب اکرم ﷺ کے بارے میں

یا یھا النبی انا ارسلنک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً۔ (الاحزاب ۴۵۔۴۶)

ترجمہ: اے نبی بیشک ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا، خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا اور لوگوں کو اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔

اس سراج منیر (یعنی قلب و روح، فکر و نظر، عقل و شعور، کو چمکا دینے والے آفتاب) نے زندگی کی حقیقت، مقصدِ تخلیق، مبدا و معاد، جبر و قدر، خیر و شر، برزخ و آخرت کے اسرار کھول کر رکھ دیئے۔ الغرض اس کے دامنِ نور میں پناہ لینے والے وہم و گماں کی تاریکیوں سے نکل کر ایک نئی نرالی، روشن شاہراہ حیات پر رواں دواں ہو گئے، ہاں ہاں اسلام اسی شاہراہ حیات کا نام ہے۔ آیئے اس انقلاب کا اجمالی حال حضرت سیدنا جعفر طیارؓ کے اس خطاب سے سمجھنے کی کوشش کریں جو انہوں نے نجاشیؓ شاہ حبشہ کے دربار میں کیا تھا۔ جن سے ان کے نئے دین کی کیفیت پوچھی گئی تو یوں لب کشا ہوئے۔

حضرت جعفر طیار کا خطاب: اے بادشاہ ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی پوجا کیا کرتے۔ مردار کھایا کرتے اور بدکاریاں کیا کرتے۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بے رحمی کا سلوک کرتے ہم میں سے طاقتور غریب کو کھا جاتا۔ ہمارا یہ ناگفتہ بہ حال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایسا رسول بھیجا جس کے نسب کو بھی جانتے ہیں، جس کی صداقت، امانت اور رغبت سے بھی ہم اچھی طرح آگاہ ہیں، اس نے ہمیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی کہ ہم اس کو وحدہ لاشریک مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور وہ پتھر اور بت جن کی پوجا ہم اور ہمارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے ان کی بندگی کا پٹہ اپنی گردن سے اتار پھینکیں۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانت میں خیانت نہ کریں، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ ہمسایوں کے ساتھ عمدگی سے پیش آئیں، برے کاموں سے اور خونریزیوں سے باز رہیں۔ اس نے ہمیں فسق و فجور، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے، پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں۔ کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ نیز اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں، زکوۃ دیں اور روزے رکھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی تعلیمات کو بڑی تفصیل سے گن گن کر پیش کیا۔ پھر فرمایا چنانچہ ہم نے اس رسول مکرم ﷺ کی تصدیق کی، ہم ان پر ایمان لے آئے اور اللہ تعالیٰ کے جو حکم وہ لے کر ہمارے پاس آئے تھے، ہم نے ان کی پیروی کی۔ ہم صرف اللہ وحدہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ جن چیزوں کو اس نے ہمارے لئے حرام کیا، ہم ان کو حرام سمجھتے ہیں اور جن کو ہمارے لئے حلال کیا۔۔۔ ان کو حلال سمجھتے ہیں ہمارا یہ جرم ہے جس کی وجہ سے ہماری قوم نے ہم پر زیادتیاں کیں۔ ہمیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں اور ہمیں اپنے دین سے روگرداں کرنے کے لئے فتنوں میں مبتلا کیا۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر پھر بتوں کی پوجا شروع کر دیں اور جن ناپاک چیزوں کو ہم پہلے حلال سمجھتے تھے، ان کو پھر حلال سمجھنے لگیں۔ جب انہوں نے ہم پر جبر وقہر اور ظلم وستم کی انتہا کر دی اور ہم پر جینا حرام کر دیا اور ہمیں اپنے دین کی تعلیمات پر عمل کرنے سے باز رکھا تو ہم اے بادشاہ سلامت! اپنے ملک کو چھوڑ کر آپ کے ملک میں آ گئے۔ دوسرے بادشاہوں کو چھوڑ کر ہم نے آپ کو پسند کیا اور آپ کی پناہ کو ترجیح دی۔ ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ ہمیں آپ کے زیر سایہ ستایا نہیں جائے گا۔ (ضیاء النبی جلد ۲)

اسلام اور اس کے منکر: یہ ہے اسلام کا چہرہ زیبا جسے آپ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ترجمہ شدہ خطاب میں ملاحظہ فرمایا۔ گویا یہ دین حق توحید و رسالت اور چند عقائد تک ہی محدود نہیں بلکہ زندگی کے تمام مسائل کا حل ہے اور اس کے ہر شعبے کے بارے میں بہترین ہدایات کا مجموعہ ہے اس کی تعلیمات میں کوئی پیچیدگی، کوئی ابہام نہیں۔ جن لوگوں نے اسے قبول کیا، اس کی حقیقت کو واضح طور پر جان کر قبول کیا اور جنھوں نے اس کا انکار کیا۔ عموماً اس حقیقت کے بارے میں غلط فہمی کی بنا پر یا عموماً اس لئے کہ حقیقت کو اپنے مزاج کے برعکس پاتے تھے۔ مثلاً آپ سیرۃ النبی کی روشنی میں کسی حد تک اوپر کی تفصیل سے یہ نتیجہ اخذ کر چکے ہوں گے کہ اسلام انسانی ہمدردی، اخوت ومساوات کا دین ہے۔ خود حضور ﷺ نے بارہا اس کی تشریح اسی انداز میں فرمائی۔ چنانچہ عتبہ بن عمرو بن سلمی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرتے ہوئے پوچھا، یارسول اللہ! اللہ نے کیا پیغام پہنچانے کے لئے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو ارشاد ہوا

" ان تو صل الر حم و تحقن الد ما و تا من السبیل و تکسر الا و ثان وتعبد اللہ لا تشر ک بہ شیئا"

ترجمہ: (اس نے مجھے اس لئے رسول بنایا ہے کہ تمہیں بتاؤں) صلہ رحمی کیا کرو، خونریزی سے بچو، راستوں کو پرامن رکھو اور بت توڑ کر اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

اب یہ تھی اسلام کی حقیقت جنہیں اس حقیقت سے اتفاق تھا، مسلمان ہو گئے جو ان مقاصد سے متفق نہیں تھے اور کفر وشرک میں مبتلا ہونے کے ساتھ ساتھ ظالم وخونخوار تھے اور ظالم وخونخوار رہنا چاہتے تھے۔ اسلام کیوں قبول کرتے۔

بالیقیں اسلام امن وامان کا دین ہے (کہ اس کے نام کا لغوی معنیٰ بھی یہی ہے) [۲۱] اسلام عدل ورحم واحسان کا دین ہے اور ظلم وجور وطغیان

---

[۲۱] ممباسا میں مشہور آئرش فلسفی اور ڈرامانگار برنارڈ شا کے ساتھ سفیر اسلام مولانا عبدالعلیم میرٹھی کی ملاقات ہوئی دوران گفتگو برنارڈ شا نے مولانا کے ایک رات پہلے کے خطاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ You spoke on the Philosophy of peace , but as a Muslim , it would have been more appropriate if you had delivered a lecture on the Philosophy of war , for Islam , doubtless , has spread at the point of the sword.

ترجمہ: آپ فلسفہ امن پر بولتے رہے۔ لیکن ایک مسلم کی حیثیت سے زیادہ مناسب ہوتا اگر فلسفہ جنگ پہ لیکچر دیتے، کیونکہ اسلام بلاشبہ نوک شمشیر سے پھیلا ہے۔ آپ نے جواب کا آغاز یوں فرمایا۔ This is a common misunderstanding regarding Islam . I was dealing with problem only last night, and I am really surprised this myth,Which has been throughly exploded by now , should receive any notice from a scholar of your calibre . However ,I may briefly tell you now that the literal meaning of the very word ' Islam' is peace.

ترجمہ: اسلام کے بارے میں یہ ایک عام غلط فہمی ہے ابھی گذشتہ رات میں اسی موضوع پر اظہار خیال کر رہا تھا اور واقعی اس بات پر بڑی حیرت ہے کہ یہ بے بنیاد افسانہ جو پوری طرح غلط ثابت ہو چکا ہے، آپ جیسا محقق بھی اس سے متاثر ہے اختصار سے عرض کرتا ہوں کہ اسلام کا لغوی معنیٰ ہی 'امن' ہے۔

کے خلاف نعرہ جہاد ہے تو سرکش امن دشمن اور دہشت گرد قسم کے افراد اس نعرے کو کیونکر برداشت کر سکتے ہیں۔

اسلام وحدت انسانی کا علمبردار ہے اور ذات پات اور رنگ و زبان کے بت توڑ کر تمام ابنائے آدم کو اخوت و مساوات کے رشتے میں پرونا چاہتا ہے لہذا جو اخوت و مساوات کو اپنی راہ کا روڑا سمجھتے ہیں وہ اسلام کو کیوں کر اپنا سکتے ہیں۔

اسلام علم و عرفان اور فکر و تدبر کا نقیب اعظم ہے۔ اسی نے جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں علم کی قندیلیں روشن کی ہیں۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ کا سب سے بڑا مصدق (تصدیق کرنے والا) صدیق کے لقب سے مشرف ہوا (اور تصدیق علم و یقین کے بغیر ممکن ہی نہیں) اور آپ کا سب سے بڑا منکر ابو جہل (یعنی جہالت کا باپ) ٹھہرا۔ لہذا وہ بدنصیب جنہیں علم و شعور کی روشنی سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ اور جہالت و ظلمت پر مٹنا چاہتے ہیں وہ اسلام کے خیرہ کن نور سے کیوں ہم آہنگ ہوں گے وہ تو اس سے سہمے جاتے ہیں گویا

یکا د البرق یخطف ابصارھم۔ (البقرہ:۲۰)

ترجمہ: (انہیں) لگتا ہے کہ بجلی ان کی نگاہیں اچک لے جائے گی۔

اسلام قلب و روح بلکہ جسم و جان کی صفائی کی تلقین کرتا ہے۔ عفت و طہارتِ فکر و عمل کا پاسبان ہے۔ زنا، فحاشی و عیاشی کا سخت دشمن ہے اب وہ لوگ جو تقوی کی بجائے فسق و فجور کے رسیا ہیں، شراب کو اپنے لئے آب حیات سمجھتے ہیں، شرم و حیا سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے، انہیں اسلام کیوں کر پسند آسکتا ہے، چنانچہ اسلام نے ایسے کروڑوں اربوں کی اصلاح فرما دی اور وہ فسق و فجور سے تائب ہو کر دین حق کے انقلاب سے اتنے متاثر ہوئے کہ انسانیت کے چہرے کا جھومر بن گئے۔ مگر جو فسق و فجور سے کسی صورت نکلنا نہیں چاہتے اور ہر صورت شیطان سے اپنے عہد و پیمان نبھانا چاہتے ہیں وہ اس کے دائرے میں کیوں آئیں گے اس ضمن میں صرف ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

قبیلہ بنی بکر بن وائل کا ایک رئیس جس کا نام اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ تھا، وہ اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر کے گھر سے روانہ ہوا۔ اس نے سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ بھی لکھا جس میں حضور کی شان رفیع اور خصال حمیدہ کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے جذبات عقیدت و محبت کا اظہار بھی بڑی وارفتگی سے کیا تھا۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچا تو بعض مشرکین سے اس کی ملاقات ہوگئی انہوں نے پوچھا اعشیٰ کدھر کا قصد ہے، اس نے بتایا کہ اسلام قبول کرنے کے لئے حضور کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ انہوں نے اسے کہا یا ابا بصیر (یہ اعشیٰ کی کنیت تھی) تم اسلام قبول کرنے تو جا رہے ہو لیکن تمہیں علم ہے کہ اس مذہب میں زنا قطعاً حرام ہے، تم اس کے بغیر صبر کر سکو گے۔ اس نے کہا بخدا! اب مجھے کوئی خواہش نہیں رہتی۔ انہوں نے دوسرا وار کیا کہا 'اسلام تو شراب کو بھی حرام قرار دیتا ہے' کیا تم شراب سے اجتناب کر سکتے ہو، یہ سن کر وہ گھبرایا کہنے لگا۔

اما ھذہ فو اللہ ان فی النفس منھا لعلا لا ت.

ترجمہ: بیشک یہ چیز بڑی مشکل ہے نفس اس پر شاید قادر نہ ہو۔

پھر کہنے لگا اچھا تو میں اب واپس جاتا ہوں۔ ایک سال اس مسئلہ پر غور کروں گا۔ آئندہ سال پھر آؤں گا اور اسلام قبول کروں گا۔ چنانچہ بدبختی اسے واپس لے گئی۔ لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی کہ وہ آئندہ سال حاضر ہو کر مشرف با سلام ہو۔ کفر کی حالت میں ہی وہ عالم آخرت کو سدھارا (سیرت ضیاء النبی جلد ۲ بحوالہ ابن ہشام)

ذرا اندزہ لگائیے اس ذہنیت کا کہ ایک شخص 'کفر' سے بیزار ہو چکا ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات کا شہرہ سن کر کسی حد تک اسیر محبت ہو کر ایک قصیدہ بھی موزوں کر چکا ہے۔ مگر جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس انقلابی تعلیم کا ایک عنوان 'زنا و شراب' پر پابندی بھی ہے تو فوراً اپنا ارادہ فسخ یا ملتوی کر دیتا ہے اس کی رو سے اسلام ٹھیک ہے۔ بشرطیکہ 'زنا و شراب' پر پابندی نہ ہوتی یعنی اسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں اگر نفسانیت کے مطالبات پر قدغن نہ ہو۔ ظاہر ہے اعشیٰ ہی نہیں، اسے اسلام سے بدول کرنے والوں کا بھی اسلام قبول نہ کرنا اسی وجہ سے تھا۔

یہی حال ہے تقریباً تمام دشمنان ومنکران اسلام کا، حق یہ ہے کہ توحید اور نفسانی خواہشات کا کوئی میل نہیں۔ کسی فارسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے۔

با دو قبلہ در رہ توحید نتواں رفت راست

یا رضائے دوست باید یا ہوائے خویشتن

ترجمہ: توحید کی راہ پر دو قبلے سامنے رکھ کر چلنا ناممکن ہے دوست حقیقی (یعنی اللہ تعالیٰ) کی رضا اور نفسانی حرص وہوا بالکل متضاد چیزیں ہیں (یہ دونوں اکٹھی نہیں ہوسکتی لہذا 'توحید' کا اولین تقاضا یہی ہے کہ 'یار' کی رضا میں کسی 'ہوا' کو شریک نہ ہونے دیا جائے۔

اوپر یہ بات گزر چکی ہے کہ ابوجہل اینڈ کمپنی کو حضور ﷺ کی عظمت کردار، صدق وصفا، عفت قلب ونظر، امانت ودیانت، غریب پروری، انسانی ہمدردی، حسن تدبر اور وسیع النظری کے بارے میں ذرا سا بھی شک نہیں تھا اور جو کتاب اس عظیم وکریم حبیب ﷺ پہ نازل ہوئی تھی کہ کم از کم اس کی فصاحت وبلاغت خود ان کے نزدیک بھی انسانی دسترس اور استعداد سے ماوراتھی یعنی اس کے باوجود 'ایمان' سے کیوں محروم رہے، یقیناً 'اسیر کمند ہوا' ہونے کی وجہ سے وہ خود بھی ایمان کی دولت لازوال سے مالا مال نہ ہوئے اور دوسروں کی راہ میں بھی رکاوٹ بننے کی کوشش کرتے رہے قرآن پاک کو' **اساطیر الاولین** ' (یعنی گذرے ہوئے لوگوں کے قصے کہانیاں) یا جادو وغیرہ کہنا خود ان کے نزدیک 'جھوٹ' تھا لیکن جب نفس 'سچ 'پر 'جھوٹ' کو اور 'حق' پر 'باطل' کو ترجیح دے تو نفس کا بندہ کیونکر اپنے جھوٹے خدا (یعنی نفس) کی نافرمانی کرسکتا ہے۔ قرآن پاک نے سچ فرمایا ہے'

' ان یتبعو ن الا الظن و ما تھو ی الا نفس و لقد جا ء ھم من ربھم الھد ی " (النجم:۲۳)

یعنی نہیں کرتے پیروی یہ لوگ مگر گمان کی اور جسے ان کے نفس چاہتے ہیں حالانکہ آ گئی ہے ان کے رب کی طرف سے ہدایت

بلاشبہ اسلام اخوت ومساوات کا دین ہے مگر جو لوگ اپنے نفسانی غور وفکر کی بنا پر کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتے وہ اسلام کو کیونکر برداشت کریں چنانچہ تاریخ میں جبلہ بن ایہم کا واقعہ محفوظ ہے۔ یہ شخص سلطنت غسان کا شہزادہ تھا، عیسائیت چھوڑ کر عہد فاروقی میں داخل اسلام ہوا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس کی عزت فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ وہ طواف کعبہ کر رہا تھا۔ اس کے شاہانہ چوغہ کا دامن فرش پر گھسٹتا جاتا تھا، پیچھے سے ایک اور بدوی بھی طواف کرتا آ رہا تھا، اس کا پاؤں دامن چوغہ پر پڑ گیا۔ جب اس نے لوٹ کر دیکھا تو اسے ایک بادیہ نشین گنوار نظر آیا جو مستانہ ولا ابالیانہ حالت میں مصروف طواف ہے۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر شہزادہ کو اور بھی زیادہ غصہ آیا۔ لوٹ کر ایک تھپڑ اس کے رخسار پر لگا دیا۔ بدوی نے امیر المومنین کی خدمت میں استغاثہ پیش کر دیا۔ شہزادہ بلایا گیا اور جب طلب ہوا، شہزادہ نے اپنے فعل کا اعتراف کیا اور یہ بھی کہا کہ میں حکمران ہوں اور ایک فرومایہ شخص ہے۔ اگر میں نے ایک طمانچہ اس کے لگا بھی دیا تو کیا ہوا۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اسلام میں سب برابر ہیں یا تو اسے رضامند کرو ورنہ بدلہ دینا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ ایک دن کی مہلت دی جائے۔ یہ درخواست منظور کر لی گئی۔ جبلہ شباشب بھاگ گیا اور مرتد ہوگیا اس کے نزدیک اسلام میں سب سے بڑا نقص تھا تو یہ تھا کہ شہزادہ اور گنوار کی وقعت برابر برابر ہے، مگر امیر المومنین اس وصف پر مفتخر تھے کہ عدالت میں ایک ذرہ خاک راہ اور ایک کوکب حکومت دونوں کی حیثیت مساوی ہے۔ (رحمۃ للعالمین: جلد۳)

گویا وہ شخصیت جس کو خلیفہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور جس کی زبان پر حق بولتا ہے[۲۲] ایک شہزادے کے مرتد ہونے کو برداشت کر رہی ہے، مگر اسلام کی تعلیمات کے اہم عنوان یعنی اخوت ومساوات پر آنچ آنے کو برداشت نہیں کر رہی۔

۲۲: بلکہ ترمذی شریف کی ایک روایت کے مطابق ارشاد عالی **ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ**۔ ترجمہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری فرما دیا ہے

ایرانی اور ایمانی عدل: یہاں سے ضمنی طور پر یہ بات بھی بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ پیغمبر اسلام حضور خیر الانام ﷺ کے انقلاب سے انسانوں کا جو گروہ تیار ہوا تھا۔ خصوصاً وہ حضرات جنہوں نے آپ کی صحبت بابرکت سے تربیت حاصل کی تھی خود انسانی اقدار کے کس حد تک پاسبان تھے، دنیا میں بڑے بڑے مصلح اور حکیم آئے اور اپنی اپنی حد تک انہوں نے انسانیت کو فائدہ پہنچانے کی کوشش بھی کی مگر جن لوگوں کو حضور ہادی اعظم سید عالم ﷺ کی نظر کیمیا اثر نے نوازا، کیا ان کے برابر بھی کوئی انسانیت کے دکھوں کا درماں کر سکا بلکہ ان کے برابر بھی کوئی انسان کو اور اس کے مسائل کو سمجھ سکا۔ یہی فاروق اعظم جن کا ذکر خیر محض ایک حوالے کے ضمن میں آیا ہے، انہیں کو لے لیجئے، یہ خصوصیت کے ساتھ اپنے وصف عدل میں بڑے نمایاں ہیں ایک یہ عادل ہیں اور ایک شخص اور بھی اس وصف میں بڑی شہرت رکھتا تھا جسے نوشیروان عادل کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے زمانے میں ایران کی شہنشاہیت کا تاج اسی کے سر سج رہا تھا اور شہنشاہ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں اسی کے ایوان کے چودہ کنگروں نے زمیں بوس ہو کر سلامی دی تھی۔ (ممکن ہے قدرت کا یہ بھی منشا ہو کہ ایک عجمی ایوان عدل سے سلام نیاز کرا کے حقیقی و دائمی ایوان عدل رکھنے والے شہنشاہ رسالت و عدالت ﷺ کی شان عدل کا اظہار کیا جائے) بہر حال تاریخ اسلام سے پہلے دور میں یہ شخص ان سراپا ظلم و جور بادشاہوں اور شہنشاہوں کے مقابلے میں غنیمت تھا جو عدل کے مفہوم تک سے ناواقف تھے۔ اسی لئے شیخ سعدی قدس سرہ جیسے عظیم شاعر نے بھی اسے کئی دفعہ خراج تحسین پیش کیا ہے مثلاً

زندہ ست نام فرخ نوشیراں بعدل
گرچہ بسے گذشت کہ نوشیراں نماند

اسی نوشیرواں کے عدل کا ایک واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے محل کی تعمیر ہو رہی تھی کہ پاس ہی ایک بڑھیا کی کٹیا تھی۔ محل کی زیبائی و حسن تناسب کا تقاضا تھا کہ بڑھیا کو کہیں منتقل کر دیا جاتا کٹیا کی مرلہ دو مرلہ زمین کو بھی محل میں شامل کر لیا جاتا، مگر نوشیرواں کے عدل کی حس نے اسے گوارا نہ کیا۔ چنانچہ کٹیا کو برقرار رہنے دیا گیا اور محل میں جو کجی سی پیدا ہو رہی تھی اسے گوارا کر لیا گیا۔

یقیناً یہ ایک قابل تعریف بات ہے خصوصاً اس دور کے لئے مگر اسلام کے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بلکہ حضور ﷺ کے تربیت یافتہ کسی بھی خلیفہ راشد کے بارے میں بلکہ کسی بھی صحابی کی بابت کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ خود تو محل میں رہے اور اس کے زیر سایہ کوئی غریب شخص محض کٹیا میں ہی زندگی بسر کرتا ہو۔ کیا آپ نے سنا، حضور ﷺ نے زکوۃ نافذ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

توخذ من اغنیا ئھم فترد علی فقر ائھم (بخاری و مسلم)

ترجمہ: مال داروں سے لیکر غریبوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔

کیا یہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہیں تھے جو اپنے دور خلافت میں مدینے کی گلیوں میں پہرا دیا کرتے تھے اور دیکھا کرتے تھے کہ ان کی رعیت میں کوئی مبتلائے مصیبت تو نہیں، کیا تاریخ میں یہ واقعہ محفوظ نہیں کہ ایک اعرابی کی بیوی دردزہ میں تڑپ رہی تھی تو آپ اپنی اہلیہ محترمہ کو اس کی خدمت کیلئے ساتھ لے آئے تھے۔ جب بچہ پیدا ہوا تو آپ کی اہلیہ محترمہ نے امیر المومنین کہہ کر آپ کو بلند آواز سے مبارک باد دی اور پھر اہل خانہ کو معلوم ہوا کہ رات بھر اجنبی لوگوں کے ساتھ یہ مہربانی کرنے والا جوڑا کون تھا کیا اس واقعے کو تاریخ فراموش کر سکتی ہے کہ رات گئے جب دنیا سو گئی ہے، حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آٹے کی بوری اپنے کندھے پر رکھ کر بھوکوں کے دروازے پر جاتے ہیں، بیت المال کا خادم خود اٹھانا چاہتا ہے تو فرماتے ہیں کیا قیامت کے دن بھی میرا بوجھ اٹھالو گے۔ ہاں ہاں یہ وہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے جو قحط کے دنوں میں گھی سے اجتناب کرتے تھے کہ عوام اس سے محروم نظر آتے ہیں۔ انہیں کے بارے میں ہر مورخ کو زریں حروف سے یہ واقعہ لکھنا پڑا کہ لوگوں کی استدعا پر امیر المومنین بیت المقدس پہنچے تو کسی بہت بڑے حفاظتی دستے کے ساتھ نہیں بلکہ صرف ایک غلام کے ساتھ، اور منزل مقصود آئی تو غلام سواری پر تھا اور

امیر المومنین پیدل تھے اور ایک روایت کے مطابق پیراہن میں بارہ پیوند بھی لگے تھے۔ سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے توجہ دلائی (کہ غیر کیا کہیں گے) تو فرمایا

" نحن قوم اعزنا الله با لاسلام"

ترجمہ: ہم وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے اسلام سے عزت بخشی ہے۔

ہاں ہاں یہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے جن پر کمزور سے کمزور بڑھیا بھی اعتراض کرسکتی تھی اور اسے مطمئن کرنا آپ اپنا فرض منصبی خیال فرماتے تھے۔

کیا یہ باتیں نوشیران عادل کے بارے میں متصور ہیں۔ سب نہیں ان میں سے کوئی ایک ہی سہی نہیں ہرگز نہیں، بلکہ سنئے ایک واقعہ اس کے دربار کا۔

ایرانی تاریخ وتمدن پر معتبر ومستند کتاب ایران بعہد ساسانیاں کے مصنف پروفیسر آرتھر کرسٹن سین نے طبری کے حوالے سے لکھا ہے۔ اس (نوشیرواں) نے ایک کونسل منعقد کی اور دبیر خراج کو حکم دیا کہ لگان کی نئی شرحیں با آواز بلند پڑھ کر سنائے، جب وہ پڑھ چکا تو خسرو (نوشیرواں) نے دو دفعہ حاضرین سے پوچھا کہ کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں؟ سب چپ رہے۔ جب بادشاہ نے تیسری دفعہ یہ سوال کیا تو ایک شخص تعظیم سے کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا کہ آیا بادشاہ کا یہ منشا ہے کہ ناپائیدار چیزوں پر دائمی ٹیکس لگائے جو بمرور زمانہ ناانصافی پر مشتمل ہوگا اس پر بادشاہ للکار کر بولا، اے مرد ملعون و گستاخ، تو کن لوگوں میں سے ہے؟ اس نے جواب دیا میں دبیروں میں سے ہوں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو قلمدانوں سے پیٹ پیٹ کر مار ڈالو۔ اس پر ہر ایک دبیر نے اپنے قلمدان سے اس کو مارنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ آدمی مر گیا۔ اس کے بعد ہر ایک نے کہا اے بادشاہ تو نے جتنے ٹیکس ہم پر لگائے ہیں، ہمارے نزدیک سب انصاف پر مبنی ہیں۔

اندازہ لگایئے جب نوشیروان عادل جیسے بادشاہ کی بربریت، درندگی، ظلم وناانصافی، سنگدلی، سخت گیری اور بے رحمی کا یہ عالم ہے تو دیگر مطلق العنان اور انا ولا غیری کا نعرہ لگانے والے سلاطین کا کیا حال ہوگا۔ (غریبوں کا والی از حافظ محمد سعد اللہ)

حق یہ ہے کہ انسان ہر کہیں ذلیل تھا اور انسان کے ہاتھوں اس پر وہ ظلم وستم ڈھایا جارہا تھا کہ لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا اور کان اسے سن نہیں سکتے۔ یہ اسلام ہے جس نے اس بیچارے کو بیچارگی سے نجات دلائی ہے۔ حکیم الامت حضرت علامہ اقبال نے رموز بے خودی میں ایک عنوان قائم کیا ہے۔

مقصود رسالت محمدیہ ﷺ:

در معنی ایں کہ مقصود رسالت محمدیہ ﷺ تشکیل وتاسیس حریت ومساوات واخوت بنی نوع آدم است۔

یعنی اس حقیقت کے بیان میں کہ حضور ﷺ کی رسالت کا مقصود ہی یہ تھا کہ (اسلام کے ذریعے) تمام انسانوں کی آزادی، مساوات اور بھائی چارے کی بنیاد رکھی جائے اور اسے مضبوط بنایا جائے۔ اس کے تحت فرماتے ہیں۔

بود انساں درجہاں انساں پرست
ناکس و نابود مند وزیر دست
سطوت کسری و قیصر رہزنش
بند ہا در دست و پا و گردنش
کاہن و پاپا و سلطان وامیر

بہر یک نخچیر صد نخچیر گیر
صاحب اور نگ و ہم پیر کنشت
باج بر کشت خراب او نو شت
در کلیسا اسقف رضوان فروش
بہر ایں صید زبوں دامے بد و ش
برہمن گل از خیابانش برد
خرمنش مغ زادہ بر آتش سپرد

گویا ایران کا کسریٰ، روم کا قیصر، عرب کا کاہن،، عیسائیوں کا پاپا، مجوسیوں کا مغ اور ھندوں کا برہمن سب اپنے اپنے رنگ میں اسے تباہ و برباد کر چکے تھے اور غلامی نے اس کی فطرت کو مسخ کر ڈالا تھا۔ اس میں یہ شعور ہی نہیں رہ گیا تھا کہ آزادی کی اہمیت کیا ہے اور غلامی سے نجات کی ضرورت کیوں ہے، پھر کیا ہوا

تا امینے حق و حقداراں سپرد
بندگاں را مسند خاقاں سپرد
شعلہ ہا از مردہ خاکستر کشاد
کو ہکن را پایہ پرویز داد
قوت اوہر کہن پیکر شکست
نوع انساں راحصار تازہ بست
تازہ جاں اندر تن آدم دمید
بندہ را باز از خداونداں خرید
زادن او مرگ دنیائے کہن
مرگ آتش خانہ و دیر و شمن

ترجمہ: یہاں تک کہ ایک امین ﷺ (تشریف لایا اور اس) نے حق حقداروں کے سپرد کیا اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا، اس نے بجھی ہوئی راکھ سے شعلے نکال کر کوہکن کو پرویز کا رتبہ عطا فرمایا۔ اس (امین ﷺ) کی قوت نے ہر پرانے پیکر کو توڑ کر انسانیت کی حفاظت کے لئے ایک نیا حصار کھڑا کیا۔ اس نے انسانیت کے بدن میں تازہ روح پھونکی اور انساں کو (جو نرا غلام تھا) اس کے (جھوٹے) آقاؤں سے پھر خرید لیا۔ اس (امین ﷺ) کی ولادت ہی اس پرانی دنیا بلکہ ظلم و ستم کے ہر گڑھ کے لئے موت تھی گویا سید ضمیر جعفری کے بقول۔

محمد مصطفےٰ صل علیٰ محبوب ربانی
ازل کی صبح عرفانی ، ابد کی شمع ایمانی
حضور آئے تو چمکیں فکر انسانی کی تنویریں

حضور آئے تو ٹوٹیں جبر و محکومی کی زنجیریں
جمے ذہنوں کا زنگ اترا ، بجھے چہروں پہ نور آیا
حضور آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا
بشر کی پیشوائی کے لئے شمس و قمر آئے
حضور آئے تو امکانات ہستی بھی نظر آئے
تمدن آیا ، تہذیب آئی ، امن آیا ، قرار آیا
حضور آئے تو عالم پر بہار آئی ، نکھار آیا
یتیموں اور فقیروں کو پناہیں مل گئیں آخر
حضور آئے تو ذروں کو نگاہیں مل گئیں آخر
اخوت اور مساوات ومحبت کا نظام آیا
حضور آئے تو یہ توقیر ہستی کا مقام آیا
سلام اے رحمۃ للعلمین سرکار دوعالم
سلام اے مرسل حق ، مالک و مختار دو عالم

آیئے قرآن حکیم سے اقبال کے نقطہ نظر کی بابت پوچھ لیں (یعنی حضورﷺ کی تشریف آوری کا مقصد کیا ہے) سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ کے درمیانی الفاظ میں ہے کہ آپ کا تعارف پہلی آسمانی کتابوں میں یوں کرایا گیا تھا۔

یامرھم بالمعروف ینھی ھم عن المنکر و یحل لھم الطیبت و یحر م علیھم الخبث و یضع عنھم اصرھم والا غلل التی کا نت علیھم.

ترجمہ: وہ نبی (امی ﷺ) ان کو اچھی باتوں کا حکم دے گا اور بری باتوں سے روکے گا اور ان کے لئے پاک چیزیں حلال کرے گا اور ناپاک گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے (سخت احکام کے) وہ بوجھ اور پھندے جو ان کے گلے میں پڑے تھے اتار ڈالے گا۔

چنانچہ حضور ﷺ دافع آلام، پیغمبر اسلام ﷺ کی تشریف آوری سے کیا ہوا۔

حریت زاد از ضمیر پاک او
ایں مئے نو شیں چکید از تاک او
عصر نو ایں صد چراغ آوردہ است
چشم در آغوش او وا کردہ است
نقش نو بر صفحہ ہستی کشید
امتے گیتی کشائے آفرید
اُمتے از ما سوا بیگانۂ
بر چراغِ مصطفیٰ پروانۂ

مرسلان و انبیاء آبائے او
اکرم او نزد حق اتقائے او
کل مومن اخوۃ اندر دلش
حریت سرمایہ آب و گلش
نا شکیب امتیازات آمدہ
در نہاد او مساوات آمدہ

ترجمہ: حریت نے آپ ﷺ ہی کے پاک ضمیر سے جنم لیا اور آزادی کی یہ مئے نوشیں آپ ہی کے انگور سے ٹپکی ہے۔ عصر نو (یعنی نیا زمانہ) جس میں سینکڑوں چراغ جلتے نظر آتے ہیں نے آپ ہی آغوش عاطفت میں آنکھ کھولی ہے (یعنی فکر و شعور کے موجودہ دور کے بانی حضور ﷺ ہی ہیں) آپ نے صفحۂ ہستی پر نیا نقش جمایا یعنی ایک عالمگیر امت تیار کی۔ وہ امت جو سب سے کٹ کر اپنے نبی ﷺ کے چراغ پر پروانہ وار نثار ہوتی ہے۔ یہ امت معروف نسل بندیوں سے آزاد ہے کیونکہ اس کے آباؤ اجداد اللہ پاک کے انبیاء و مرسلین ﷺ ہیں۔ یہ وہ امت ہے، جس میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو رب سے زیادہ ڈرنے والا ہے اس کے دل میں یہ قرآنی بات بیٹھی ہوئی ہے کہ سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس امت کا سرمایۂ وجود آزادی ہے۔ یہ ہر قسم کے رنگ و خون و زبان و وطن کے امتیازات سے پاک ہے اور مساوات اس کی گھٹی میں بیٹھی ہوئی ہے۔

اسلام دنیا کو کس طرح دیکھنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں وہ کس حد تک کامیاب ہوا، اس کی مزید وضاحت کے لئے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ملاحظہ کیجئے (چونکہ یہ کئی اعتبارات سے قابل غور ہے اس لئے میں اسے پورے کا پورا رحمۃ للعلمین جلد اول سے نقل کر رہا ہوں

عدی کا قبول اسلام: اس مشہور سردار کے ایمان لانے کی تقریب یہ ہوئی کہ ۹ھ میں یمن کے قبیلہ بنی طے نے بغاوت کی تھی۔ اس وقت اس علاقہ کے حاکم علی مرتضی رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے فسادیوں کو پکڑ کر مدینہ منورہ بھیج دیا تھا ان میں حاتم طائی مشہور سخی کی بیٹی تھی۔ اس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یوں عرض کیا۔

''میں سردار قوم کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ رحم و کرم میں مشہور تھا، بھوکوں کو کھانا کھلایا کرتا، غریبوں پر رحم کیا کرتا، وہ مر گیا، بھائی شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اب آپ مجھ پر رحم کریں۔''

نبی ﷺ نے فرمایا تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں اس کے بعد اسے مع اس کے متعلقین کے چھوڑ دیا اور زاد راہ اور لباس بھی عنایت فرمایا۔ عدی بن حاتم کا اپنا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ (ﷺ) کے نام سے سخت نفرت تھی کیونکہ عیسائی المذہب تھا، اپنی قوم کا سردار تھا، میری قوم غنیمت کا ایک چہارم حصہ مجھے ادا کیا کرتی تھی، میں اپنے دل میں کہا کرتا تھا کہ میں سچے دین پر بھی ہوں اور اپنے علاقہ کا بادشاہ بھی ہوں۔ اس لئے مسلمان ہونے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں، میں نے اپنے شتر خانہ کے داروغہ کو کہہ رکھا تھا کہ دو عمدہ اونٹ جو تیز رفتار ہوں، ہر وقت میرے مکان پر موجود رکھا کرے اور جب اسے اس علاقہ میں مسلمانوں کے آنے کی خبر ملے۔ مجھے فوراً بتائے۔ ایک روز داروغہ آیا، کہا صاحب! محمدی فوج آ جانے پر جو کچھ کرنے کا ارادہ ہو، وہ کر گزریئے، کیونکہ مجھے دور سے کچھ جھنڈے نظر آتے ہیں، یہ سن کر میں نے اونٹ منگائے، بیوی، بچہ اور زر و مال کو لادا اور شام کو چل دیا۔ میری بہن آنحضرت ﷺ سے رہائی حاصل کرنے کے بعد میرے پاس شام ہی میں پہنچی۔ اس نے اپنی رہائی کی تمام کیفیت سنائی۔ میری بہن نہایت دانا اور عقیل تھی۔ میں نے پوچھا کہ اس شخص (رسول اللہ ﷺ) کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ تو جلد اس کے پاس چلا جا کیونکہ اگر وہ نبی ہے تب تو سابقین کی فضیلت کو کیوں ضائع کیا جائے اور اگر وہ بادشاہ ہے، تب بھی تو اس کے پاس جانے سے ذلیل

نہ ہوگا۔ کیونکہ تو تو ہی ہے۔۔۔۔ (تو خود ہی اپنی قابلیتوں میں بے نظیر ہے)، بہن کے مشورہ سے میں مدینے میں آیا۔ اس وقت نبی اللہ ﷺ مسجد میں تھے۔ میں نے جا کر سلام کیا۔ فرمایا کون؟ میں نے کہا عدی بن حاتم، نبی ﷺ مجھے ساتھ لے کر اپنے گھر چلے۔ راستہ میں ایک کھوسٹ بڑھیا ملی۔ اس نے نبی ﷺ کو ٹھہرالیا۔ آپ ﷺ دیر تک اس کے پاس کھڑے رہے اور وہ اپنی لمبی داستان سناتی رہی۔ میں نے اپنے دل میں کہا، یہ شخص بادشاہ تو ہرگز نہیں

پھر آنحضرت ﷺ گھر میں پہنچے، ایک چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پٹھے بھرے ہوئے تھے نبی ﷺ نے میرے سامنے پھینک دیا۔ فرمایا اس پر بیٹھو میں نے کہا نہیں! حضور بیٹھیں، فرمایا نہیں! تم ہی بیٹھ جاؤ۔ میں گدے پر بیٹھ گیا اور آنحضرت ﷺ زمین پر بیٹھ گئے اب پھر میرے دل نے گواہی دی کہ یہ بادشاہ ہرگز نہیں۔

اب نبی ﷺ نے فرمایا تم رکوس (عیسائیوں کے ایک قدیم فرقہ کا نام) ہو، میں نے کہا ہاں! فرمایا تم تو اپنی قوم سے غنیمت اور پیداوار کا چہارم حصہ لیا کرتے ہو، میں نے کہا ہاں! نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کرنا تمہارے دین میں جائز نہیں میں نے کہا سچ ہے اور میں نے دل میں کہا کہ یہ ضرور نبی ہے سب کچھ جانتا ہے، اس سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

نبی ﷺ نے پھر فرمایا عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو یہ امر مانع ہے کہ سب لوگ غریب ہیں، بخدا ان میں اس قدر مال ہونے والا ہے کہ کوئی شخص مال لینے والا باقی نہ رہے گا عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو شاید یہ امر بھی مانع ہے کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ بخدا وہ وقت قریب آرہا ہے۔ جب تو سن لے گا کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی اور مکہ کا حج کرے گی اور اسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر بھی مانع ہے کہ حکومت اور سلطنت آج کل دوسری قوموں میں ہے، واللہ وہ وقت قریب آرہا ہے جب تو سن لے گا کہ ارض بابل کا سفید محل (نوشیروان کا درباری دیوان خانہ) مسلمانوں کے ہاتھوں مفتوح ہوگا۔

عدی! بتاؤ کہ لا الہ الا اللہ کے کہنے میں تجھے کیا تامل ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہوسکتا ہے؟

عدی! بتاؤ کہ اللہ اکبر کہنے میں تجھے کیا عذر ہے کیا اللہ سے بھی کوئی بڑا ہے؟

عدی کہتا ہے کہ اس تقریر کے بعد میں مسلمان ہوگیا۔ میرے اسلام لانے سے نبی ﷺ کے چہرہ پر بشاشت اور فرحت نمایاں تھی۔

عدی کہتا ہے کہ اس ارشاد نبوی کے بعد دو سال پورے ہو چکے تھے اور تیسرا سال جا رہا تھا کہ میں نے ارض بابل کے محلات کو بھی فتح شدہ دیکھ لیا اور ایک بڑھیا کو قادسیہ سے مکہ تک حج کے لئے اکیلی آتے بھی دیکھ لیا اور مجھے امید ہے کہ تیسری بات بھی ہو کر رہے گی۔

(ان پیشگوئیوں میں اسلام کی ترقی کے مظاہر کی بات ہی نہیں بلکہ حضرت عدی کی لمبی عمر کا ذکر بھی ہے چنانچہ آپ کا وصال شریف ۶۷ھ میں بعمر ۱۲۰ سال کوفہ میں ہوا اور تیسری بات اس وقت تک واقع ہو چکی تھی۔ نیز 'الصادق' کی تفسیر میں جو کچھ اوپر بیان ہو چکا ہے پھر دیکھ لیجئے۔

اس وقت پر غور کیجئے اور سوچئے دعوت ایمان کے ضمن میں حضور ﷺ نے کس انداز میں اسلام کی برکات بیان فرمائی ہیں۔ بظاہر تو حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے خطاب ہے بباطن دنیا بھر کے انسانوں کو اسلام کی افادیت بتائی جا رہی ہے یعنی اسلام کسی دور میں بھی نافذ ہو معاشی مسائل کا بہترین حل ثابت ہوگا اور کوئی بھوکا نہیں رہ سکے گا بلکہ دولت کی ریل پیل ہوگی۔ اس کی حدود میں بدامنی و دہشت گردی، چوری اور ڈاکا وغیرہ ختم ہو جائے گا۔ کوئی قوم اس پر غالب نہیں آسکے گی۔

مکمل ضابطہ حیات: حقیقت یہی ہے کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اس کے فوائد و ثمرات صرف ایک دور تک اور محض انسانیت کے کسی خاص طبقے تک محدود نہیں جو قوم بھی جو فرد بھی جب بھی اور جس قدر بھی اس پر عمل پیرا ہوگا۔ اتنا ہی اس کی برکات سے مالا مال ہوگا۔ یہ نجات کا ہی نہیں فلاح

کا ضامن بھی ہے۔یعنی اسلام نے جو حکم بھی دیا ہے۔اس کا فائدہ دو جہان پر پھیلا ہوا ہے۔اور جس سے روکا ہے، اس کا نقصان بھی صرف آخرت میں نہیں، اس دنیا میں بھی ہوگا۔

گویا جو بات انسان کے دائمی فائدے کی تھی اس کا حکم دے دیا اور جو نقصان دہ تھی، اس سے روک دیا بلکہ فائدے کی باتوں میں جو زیادہ ضروری تھی وہ فرض ٹھہرائی گئی جو نسبتاً کم ضروری تھی، واجب، پھر سنت اور پھر مستحب قرار دی گئی۔اسی طرح جو سخت مضر تھی اسے حرام کر دیا جو ذرا کم تھی اسے مکروہ تحریمی اور اسی طرح مکروہ تنزیہی و اساعت کے درجات رکھے گئے۔فائدے اور نقصان کا یہ اصول اسلام کے چند احکام میں ہی ملحوظ نہیں رکھا گیا بلکہ تمام تعلیمات میں ہے خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو۔خواہ معاملات سے خواہ معیشت سے ہو، خواہ معاشرت سے یہ الگ بات ہے کہ ہمیں کسی حکم کی حکمت معلوم نہ ہو، ورنہ یہ ناممکن ہے کہ رب حکیم اور رسول حکیم ﷺ کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی ہو۔(**فعل الحکیم لا یخلو ا عن الحکمة**)

اس حقیقت کو مزید واضح کرنے کے لئے یہاں صرف دو واقعات پیش کرتا ہوں ایک نماز کی بابت ہے اور ایک وضو کے بارے میں (دونوں واقعات سنت نبوی اور جدید سائنس سے لئے گئے ہیں)

۱۔ ’’ایک صاحب (اے۔آر۔قمر) اپنے یورپ کے سفرنامے میں لکھتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور ایک انگریز مجھے کچھ دیر کھڑا دیکھتا رہا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھے کہنے لگا کہ یہ ورزش کا طریقہ تم نے میری کتاب سے سیکھا ہے کیونکہ میں نے بھی اسی طریقے سے ورزش کرنے کا طریقہ بتایا ہے جو شخص اس طریقہ سے ورزش کرے گا وہ کبھی بھی طویل، پیچیدہ اور سنسنی خیز امراض میں مبتلا نہ ہوگا پھر اس ماہر نے وضاحت کی کہ اگر کھڑا آدمی فوراً سجدے کی ورزش میں چلا جائے تو اس سے اعصاب اور دل پر برا اثر ہوتا ہے۔اس لئے میں نے اپنی کتاب میں یہ بات خاص طور پر تحریر کی ہے کہ پہلے کھڑے ہو کر ورزش کی جائے جس میں ہاتھ بندھے ہوئے ہوں (یعنی قیام) پھر جھک کر ہاتھوں اور کمر کی ورزشیں کی جائیں (یعنی رکوع) اور پھر سر کو زمین سے لگا کر ورزش کی جائے (یعنی سجدہ) یہ ورزش صرف ماہرین ہی کرا سکتے ہیں جب اس نے یہ بات کہی تو نمازی صاحب فرمانے لگے میں مسلمان ہوں اور میرے اسلام نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔میں نے آپ کی کتاب ہرگز نہیں پڑھی اور ایسا عمل دن میں کم از کم پانچ بار کرتا ہوں۔اس بات کے سنتے ہی وہ انگریز ماہر حیران رہ گیا اور ان صاحب سے مزید معلومات لینے لگا۔

۲۔’’میرے ایک دوست نے بتایا کہ انہوں نے بلجیم میں ایک صاحب کو اسلام کی دعوت دی وہ مجھ سے وضو کی سائنسی توجیہ پوچھنے لگے لیکن مجھے علم نہیں تھا وہ فرماتے ہیں کہ میں انہیں وہاں کے ایک عالم کے پاس لے گیا لیکن انہیں بھی اس کا علم نہ تھا حتیٰ کہ ایک صاحب نے انہیں وضو کے متعلق بتایا لیکن مسح کے متعلق نہ بتا سکے۔میں نے کوشش کی کہ وہ راضی ہو جائے لیکن اس کی تسلی نہ ہوئی۔کچھ عرصے کے بعد آئے اور کہنے لگے مجھے مسلمان کریں۔میں نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگے ہم یونیورسٹی میں پڑھ رہے تھے ہمارے پروفیسر نے بتایا کہ اگر گردن کی پشت اور اطراف پر روزانہ دن میں چند بار پانی کے قطرے لگا دیئے جائیں تو ریڑھ کی ہڈی اور حرام مغز کا تمام نظام بالکل درست رہے گا اور حرام مغز کے نقص سے پیدا ہونے والے امراض کبھی نہیں ہوں گے۔تب مجھے فوراً مسح کی قدر و منزلت معلوم ہوئی لہٰذا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں اور وہ مسلمان ہو گیا۔لیجئے ایک تازہ خبر سے بھی اپنے ایمان کو جلا بخشئے۔

مسلمان سب سے کم خطرناک بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں: جدید تحقیقات کے بمطابق دنیا بھر میں ’مسلمان‘ سب سے کم خطرناک بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔خطرناک بیماریوں کا سب سے زیادہ شکار یہودی، دوسرے نمبر پر عیسائی، تیسرے نمبر پر سکھ اور ہندو، چوتھے نمبر پر مختلف قومیں جب کہ مسلمان صرف 5 فیصد سے بھی کم ہوتے ہیں ’’جی این این‘‘ کے سروے کے مطابق اگر دنیا میں کل سو کینسر کے مریض ہوں تو مذہبی لحاظ سے 40 فیصد یہودی، 30 فیصد عیسائی، 15 فیصد ہندو سکھ، 10 فیصد مختلف قوموں کے افراد جب کہ مسلمان صرف 5 فیصد اس موذی مرض

کا شکار ہوں گے۔ تحقیقات کے مطابق مسلمان اس موذی مرض سے روزانہ ''مسواک'' کرنے کے عمل سے بچتا ہے۔ منہ کے اندر ایسے اجزا اور جراثیم جو ٹوتھ برش سے بچ نکلتے ہیں۔ مسواک کے باریک ریشوں کی مدد سے دفع ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے مسلمان منہ اور معدہ کے کینسر سے بچے رہتے ہیں۔ مسلمان کی صحت کا دوسرا راز تہجد کی نماز میں ہے۔ تحقیقات کے مطابق تہجد کی نماز چار گھنٹے کی ورزش کا متبادل ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ مذہبی فریضہ سورج نکلنے سے تین یا چار گھنٹے قبل ادا کیا جاتا ہے۔ اس وقت فضا میں وافر آکسیجن ہوتی ہے۔

چودہ سو سال کے بعد اسے نماز اور وضو کی صرف بعض حکمتوں کا ادراک ہی ہوا ہے، ظاہر ہے سائنس وحکمت کی مزید ترقی ہوئی تو اور بہت سے اسرار واشگاف ہوں گے مگر ان اسرار کا تعلق تو محض نماز و وضو کے جسمانی فوائد و برکات سے ہے، ان کے روحانی ثمرات تک عقل ظاہر بین کیونکر پہنچ سکتی ہے۔ پھر اسی طرح ایک ایک عنوان لیتے جایئے اور اس کی تہ میں چھپی ہوئی جو حکمتیں اب تک سامنے آئی ہیں انہیں گننے لگیں تو معلوم ہوگا، وہ بھی ان گنت ہیں۔ یہاں سے اندازہ کیجئے کہ جو حکمتیں ابھی سامنے نہیں آئیں وہ کتنی لامحدود ہوں گی۔ چودہ صدیوں کا دورانیہ دیکھ لیجئے کہ عقل شکستہ پا اتنے عرصے میں علم وفضل اور فلسفہ وسائنس کی اس گونج گرج کے باوجود اسلامی تعلیمات کی حکمتوں کے نہایت ہی قلیل حصے تک پہنچی ہے تو باقی اسرار کے دریافت میں کتنا عرصہ چاہیے۔ یہ سفر عقل کی گاڑی پر ہوگا تو صدیوں میں چند قدم ہی طے ہوں گے۔ ہاں ایمان وعشق کے جہاز پر سوار ہوں تو منزل بہت جلد مل سکتی ہے اور بہت کچھ حیطہ ادارک میں آسکتا ہے۔

یہ ہے اسلام اور اس کی حکیمانہ تعلیمات جو دونوں جہان میں اس کے مسائل ومشکلات کا واحد حل اور کامیابی وبہتری کی ضامن ہیں۔
حقیقت یہی ہے کہ انسانیت کے لئے اسلام آب حیات ہے اور اگر انسانیت کے بچانے کا کوئی پروگرام بن سکتا ہے۔ یا کامیاب ہو سکتا ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ اسے اس ذات علیم وخبیر نے مرتب فرمایا ہے جس نے انسانیت کی تخلیق فرمائی ہے اور ظاہر ہے پیدا فرمانے والے سے زیادہ کوئی بھی انسانی فطرت کے تقاضے، اس کی راحت وآرام کے ذرائع، اس کی کامرانی وکامیابی کے وسائل، اس کی ترقی وبہتری کے اسرار، اس کے مصائب وآلام کی حقیقت اور علاج کو نہیں جان سکتا۔ جس نے اسے بہترین مخلوق بنایا ہے وہی اسے بہترین نظام دے سکتا ہے۔ جس نے روشنی دینے کے لئے شمس وقمر اور بیشمار ستاروں کے قمقمے روشن کئے ہیں، جس نے اسے پانی اور ہوا کا محتاج بنا کر ان ضرورتوں کا بندوبست کیا ہے، جس نے اس کے رہنے سہنے کے لئے زمین کا فرش تیار کیا ہے۔ اسی رب یکتا نے اس انسان کی جسمانی وروحانی، سیاسی ومعاشرتی ومعیشی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ایک مکمل نظام ترتیب دیا ہے اگر انسان پانی، ہوا، روشنی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، تو اسلام کے بغیر اس کی انسانیت بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں اور جب اسلام اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ وہیں انسانیت بھی اپنے پورے خدوخال کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے اور جہاں اسلام نہیں ہوتا یا اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ موجود نہیں ہوتا وہاں انسان بھی شعور حیات ہی سے محروم ہو کر انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا بن جاتا ہے۔ انسان انسان کا خون اسی وقت پیتا ہے جب وہ کفر وسرکشی کی ظلمت میں کھو کر انسانیت کی عظمت کے احساس سے تہی دامن ہو جاتا ہے۔ بالیقین اس نظام رحمت سے منہ موڑ کر وہ حیوان ہی نہیں، بدترین درندہ بن جاتا ہے اور پھر وہ اپنے ہاتھوں تہذیب وشرافت کے گلے پر چھری چلا دیتا ہے، عدل ورحم کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ اس کے فکر ونظر پر گھٹا ٹوپ اندھیرے چھا جاتے ہیں اور وہ شرم وحیا کے تقاضوں کو کھلی آنکھوں سے بھی نہیں دیکھ سکتا، وہ جاہلیت کے اعراب کی طرح اپنی لخت جگر کو زندہ درگور کر کے اپنی جھوٹی نخوت وعزت کا علم لہراتا ہے۔ اپنی بہنوں بیٹیوں سے شہوانی خواہشات پوری کر کے خوش ہوتا ہے۔ وہ بت پرست ہندوؤں کی طرح چھوٹے چھوٹے بچوں کی ماں کو بیوگی کی سزا دینے کے لئے اس کے مردہ شوہر کے ساتھ نذر آتش کر دیتا ہے۔ جب اکا دکا انسان کے خون سے اس کی پیاس نہیں بجھتی۔ پوری پوری قوم کا قتل عام کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ تاریخ میں اس انسان نما شیطان کے سیاہ کارنامے دیکھئے تو سہی، اس نے ظلم وستم کے کیسے ریکارڈ قائم کئے۔ ایران وروم کی جنگوں کا انجام کیا ہوتا تھا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے معرکوں کا نتیجہ کیا نکلتا تھا اور کتنے ہی بنی نوع انسان مفتوح ہونے کی وجہ سے موت کی تاریک وادیوں میں پناہ

لیتے تھے کیا بھول گئے سپین کے مسلمان جنہوں نے یورپ کو کیا کچھ نہیں دیا تھا ان سے کیا سلوک ہوا تھا۔

دور کیوں جایئے تہذیب جدید کا ہر طرف شور ہے اور ایک عرصے سے دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ کہ سائنس کی ترقی نے انسان کو روشن دماغ کر دیا ہے۔ اوہام کی رات سے نکال کر اسے حقیقت اشیا کی صبح درخشاں تک پہنچا دیا ہے۔ واقعی سائنس کے جدید فلسفے اور علم نفسیات نے ایک انقلاب سا برپا کر دیا ہے مگر اس نے انسان کو کیا دیا۔ مختلف اشیاء کی خصوصیات سے آگاہ ہونے والا کیا اپنے آپ سے بھی آگاہ ہو سکا۔ کیا اس کو انسانیت مل گئی۔ کیا فرش دہر پہ ظلم وستم کے چراغ بجھ گئے۔ کیا مہر ومروت کا ہر طرف دور دورہ ہو گیا۔ کیا دنیا میں اخوت ومساوات قائم ہو گئی، کیا انسان انسان کا ہمدرد ہو گیا اور سامراجی اقوام کا غاصبانہ وظالمانہ رویہ بدل گیا۔ آیئے دور حاضر کے مہذب انسانوں کا مہذب کھیل دیکھئے۔ یعنی پہلی جنگ عظیم اور دوسری جنگ عظیم جو دور جدید میں لڑی گئیں۔ ان کے مقتولین ومہلوکین کی تعداد پر غور کیجئے۔ قیدی اور زخمی انسانوں کی گنتی اس میں شامل نہیں۔

پہلی جنگ عظیم:

نام ملک	تعداد لفظوں میں	تعداد مقتولین ومہلوکین ہندسوں میں
روس	سترہ لاکھ	17,00000
جرمنی	سولہ لاکھ	16,00000
فرانس	تیرہ لاکھ ستر ہزار	13,70,000
اٹلی	چار لاکھ ساٹھ ہزار	4,60,000
آسٹریا	آٹھ لاکھ	8,00000
برطانیہ	سات لاکھ	7,00000
ترکی	دو لاکھ پچاس ہزار	2,50,000
بلجیئم	ایک لاکھ دو ہزار	10,2000
بلغاریہ	ایک لاکھ	1,00000
رومانیہ	ایک لاکھ	1,00000
سریا مانٹینگری	ایک لاکھ	1,00000
امریکہ	پچاس ہزار	50,000
کل میزان	تہتر لاکھ بتیس ہزار	73,32,000

دوسری جنگ عظیم:

نام ملک	تعداد لفظوں میں	تعداد مقتولین ومہلوکین ہندسوں میں
روس	دو کروڑ دس لاکھ	2,10,00000
جرمنی	سولہ لاکھ	16,00000
پولینڈ	نو لاکھ	9,00000
چین	تیس لاکھ	30,00000

جاپان	ستائیس/پچاس لاکھ	27/50,00000
آسٹریا	سات لاکھ	7,00000
رومانیہ	سات لاکھ	7,00000
فن لینڈ	ایک لاکھ تراسی ہزار	1,83,000
چیکوسلویکیہ	ساٹھ ہزار	60,000
سلاویکیہ	تیس لاکھ پچاس ہزار	30,50,000
امریکہ	دس لاکھ ستر ہزار	10,70,000
برطانیہ	چودہ لاکھ تیس ہزار	14,30,000
فرانس	دس لاکھ	10,00000
اٹلی	گیارہ لاکھ	11,00000
یوگوسلاویہ	سولہ لاکھ پچاسی ہزار	16,85,000
ہنگری	چھ لاکھ	6,00,000
ہالینڈ	دولاکھ پچھتر ہزار	1,75,000
بلجیئم	ساٹھ ہزار	60,000
فلپائن	تیس ہزار	30.000
کل میزان:	چار کروڑ چونتیس لاکھ تینتالیس ہزار گیارہ	4,34,43,11

ہاں ہاں یہ انسانی خدمات کا وہ عظیم نذرانہ ہے جو دور حاضر کے مہذب انسانوں نے انسانیت کی بارگاہ میں پیش کیا، پہلی عالمگیر جنگ کی لائی ہوئی تباہی و بربادی کے بعد انہوں نے جمعیت اقوام بنائی اور یہ مقصد ظاہر کیا کہ آئندہ یہ ہولناک صورت حال رونما نہ ہو۔ لیکن اس وقت بھی دل صاف نہیں تھا اور انسانیت کو بچانے کے لئے نیت میں ذرا بھی خلوص نہ تھا۔ یوں سمجھو ظالموں نے ظلم کے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے اور دنیا کو زیادہ منظّم انداز میں تقسیم اور تباہ کرنے کے لئے منصوبہ بندی کر لی۔ ترجمان اسرار حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال کا تبصرہ کتنا برمحل تھا، فرماتے ہیں

برفتد تا روش رزم دریں بزم کہن
دردمندان جہاں طرح نو انداختہ اند
من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند
بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

ترجمہ: مقصد یہ تھا کہ دنیا کی اس پرانی بزم میں دنگا فساد ہی ہوتا رہے، اس لئے دنیا کے دردمند لوگوں نے ایک نیا طریقہ نکالا (جس کا نام جمعیت الاقوام ہے) میں تو اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ چند کفن چوروں نے قبریں تقسیم کرنے کے لئے ایک انجمن بنالی ہے۔

اور پھر اس کے حال زار پر تبصرہ یوں کیا:

بیچاری کئی روز سے دم توڑ رہی ہے

ڈر ہے خبر بد نہ میرے منہ سے نکل جائے
تقدیر تو مبرم نظر آتی ہے ولیکن
پیران کلیسا کی دعا یہ ہے کہ ٹل جائے
ممکن ہے کہ یہ داشتہ پیرک افرنگ
ابلیس کے تعویذ سے کچھ روز سنبھل جائے

امن عالم کے لئے ان منافقانہ کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیسویں صدی کے ربع اول میں اگر پہلی جنگ عظیم ہوئی تھی تو جمیعت الاقوام کی برکت سے ربع ثانی میں دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی اور تباہی و بربادی پہلے سے کئی گناہ زیادہ ہوگئی۔مگر اس کے باوجود انسانیت کے رکھوالوں کے دل نہ پسیجے اور حقیقت حال کو خلوص سے سمجھنے اور دنیا کو اس معرکہ آرائی کے گوناگوں عذابوں سے بچانے کے لئے کوئی موثر تدبیر اختیار نہ کی بلکہ انجمن اقوام متحدہ کا اجراء کیا چونکہ جمیعت الاقوام کی طرح اس کو بھی دراصل ظلم وستم روکنے کے لئے نہیں بلکہ اس کی لو اور تیز کرنے کے لئے تشکیل دی گئی تھی۔اس لئے اس کے اصل مقاصد پورے ہورہے ہیں۔اس وقت امریکہ دنیا کی واحد ''سپر'' پاور ہے اور انجمن اقوام متحدہ اس کی داشتہ وگماشتہ بن کے رہ گئی ہے۔بہت سے ایسے 'ظلم' ہیں جو اس کے 'فرمان' پر ہورہے ہیں اور بہت سے ایسے 'ظلم' ہیں جہاں سب کچھ ہوچکنے کے بعد اس (یعنی انجمن کو) لب کشائی کی اجازت ملتی ہے گویا اس کے انگڑائی لینے تک ساری کسر نکل جاتی ہے۔آج کل اس کی 'نظر کرم'، عالم اسلام پر عموماً اور پاکستان پر خصوصاً ہے، چونکہ امریکہ اسلام سے بہت الرجک ہے اور عیسائیوں کو صلاح الدین ایوبی کی ضرب کاری ابھی تک یاد ہے لہٰذا انہیں یہ خدشہ ہے کہ کہیں مسلمان پھر نہ جاگ اٹھیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اس راکھ سے پھر کوئی شعلہ جوالہ باہر آجائے۔ہاں ہاں عظمت آدم کے اولین دشمن کو بھی یہی غم کھائے جارہا ہے کہ امت مسلمہ پھر کہیں بیدار ہوکر عروج آدم خاکی کے تحفظ کے لئے میدان میں نہ کود پڑے۔اقبال کے بقول شیطان پریشان ہے تو اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے ہے چنانچہ ان الفاظ میں اپنے خدشات کا اظہار کرتا ہے (یہ اشعار ضرب کلیم کی نظم 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' سے لئے گئے ہیں)

کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار ، آشفتہ مغز ، آشفتہ خو
ہے اگر مجھ کو کوئی خطرہ تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو
جانتا ہے جس پر روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں ، اسلام ہے

اب اگلے بند میں مزید تشریح ملاحظہ فرمائیے:

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآن ہے
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستیں

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں
الحذر آئینِ پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظ ناموسِ زن مرد آزما ، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقاں ، نے فقیر رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک وصاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکرو نظر کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں ، اللہ کی ہے یہ زمیں
چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں، تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقیں
خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہانِ بے ثبات
ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتساب کائنات

غور سے ان اشعار کو پڑھیں اور شیطان لعین کے خدشات کا جائزہ لیں، کیا اسلام کے بارے میں امریکہ کو بھی یہی خدشات لاحق نہیں، کیا اس کی اولین ترجیح اور تمام شاطرانہ چالوں کا یہی حاصل نہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو، اسلام کا راستہ روکا جائے۔ ایک امریکہ ہی کیا، سارا ملحد وعیسائی یورپ بلکہ تمام عالم کفر اسلام کے خلاف یہی سوچ اور بغض وکدورت رکھتا ہے۔ افسوس اس کے مقابلے میں فرزندان اسلام خواب غفلت میں مدہوش اور دشمن کی چالوں کا مقابلہ کرنا تو کجا، انہیں سمجھنے کی توفیق سے بھی محروم ہیں۔ امریکہ مسلمان ممالک میں سازشوں کے جال بچھا کر چند لوگوں کو بالخصوص حکمرانوں کو زیردام لے آتا ہے اور پھر انہیں کے ذریعے عوام کی طرف سے ابھرنے والی تحریک اسلامی کی آواز دبانے کی منصوبہ بندی ہوتی ہے۔ جس حاکم وسربراہ کو امریکہ سے 'نیاز مندی' کا شرف حاصل نہ ہو، وہ ملوکیت کے راستے سے آئے یا جمہوریت کے ذریعے سے، گردن زنی ٹھہرتا ہے اور اسے اقتدار کا کوئی حق نہیں رہتا۔ چنانچہ یہ تاثر خداوندان سیاست میں عموماً مضبوط ہو چکا ہے کہ جسے امریکہ کی خوشنودی کی سند حاصل ہو، وہی کامیاب ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔ چنانچہ حزب اختلاف ہو یا حزب اقتدار عموماً ہر قیمت پر خدا تعالیٰ ورسول ﷺ کی رضا سے بے نیاز ہو کر اور اپنی اور قومی خودداری تک کو مفت میں بیچ کر امریکہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک اس کے مقاصد قیام پورے نہیں ہو سکے، بنیادی طور پر انہیں میڈان امریکہ (Made in America) قسم کے سربراہوں کی وجہ سے ہے۔ مصر، اردن اور کئی اسلامی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی امریکہ پرستی کا رجحان نہایت طاقتور رہا ہے۔ چنانچہ ہمارے میڈیا، ہماری داخلی وخارجہ پالیسی، خصوصاً ہمارے نظام تعلیم میں امریکی اسلام دشمنی ناچ رہے ہیں۔ گویا معاذ اللہ پاکستان کو ایک آزاد اسلامی ریاست نہیں سمجھا گیا بلکہ اسے امریکہ کی کالونی یا ذیلی ریاست ہی عموماً بنا لیا گیا۔ آیئے اب یہاں صرف اپنے 'نظام تعلیم' کے خدوخال دیکھیں۔

ہمارا نظام تعلیم: نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود ہمارے نظام تعلیم اور اس کی روح میں کوئی جوہری فرق نہیں آیا، یہ تقریباً وہی ہے جو تقسیم ملک سے قبل تھا اور تقسیم ملک سے قبل جو نظام تعلیم تھا، اس کی تشکیل وترتیب وتدوین مخصوص مقاصد کے تحت ہوئی تھی۔ کتاب اکبرالہ آبادی (تحقیق وتنقیدی مطالعہ) کے مصنف ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا جو اردو ادب میں ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں، کے نزدیک انگریزوں نے اپنی علمداری کو مضبوط بنانے کے لئے جو منصوبہ بنایا، اس کی شق نمبر۲ یوں ہے:

''نظام تعلیم میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں، اس سے

(الف) معمولی ملازمتوں کے دروازے لوگوں پر کھلیں گے اور جنہیں اس سے فائدہ ہوگا، تاج برطانیہ کے وفادار ہو جائیں گے۔

(ب) اس نظام تعلیم کے نفاذ سے ایک نیا ذہن تیار کیا جائے گا جو اپنی روایات سے بیگانہ ہوگا۔

(ج) اپنی روایات سے بیگانہ ذہن یورپی روایات کے سحر میں اسیر ہو جائے گا۔ اپنی ہر چیز کو کمتر اور یورپ کی ہر چیز کو بہتر سمجھے گا اور اس طرح مستقلاً احساس کمتری کا شکار رہے گا۔''

''انگریزوں کے اس منصوبے میں بہت سے محبِ وطن اور ملک وقوم کے خیر خواہ بھی شریک ہوگئے۔ انہوں نے اپنی قوم اور ملک کی ہر چیز کو انگریزوں اور انگلستان کی ہر چیز سے کمتر ثابت کر کے لوگوں میں شدید احساس کمتری پیدا کیا۔ انہوں نے ملکی زبانوں میں تعلیم دینے کی مخالفت کی اور اس طرح ایسے طلبہ کی کھیپ تیار کرنے میں مدد دی جو بقول میکالے 'خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے، اخلاق اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو' (حوالہ Macaulay's Minutes on Education in India) ڈاکٹر صاحب اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۱ (حاشیے) میں لکھتے ہیں:

''میری طالبعلمی کے زمانے کی نصابی کتابوں میں 'برطانوی حکومت کی برکات' وغیرہ جیسے مضامین ہوتے تھے اور اس قسم کی نظمیں شامل نصاب تھیں

ہوئی	جب	سے	انگلش	حکومت	یہاں ہے
بہت	امن	اور	سکھ	میں	ہندوستاں ہے
شہنشاہ	ہمارا	جو	اب	حکمراں	ہے
رعیت	پہ	اپنی	بڑا	مہرباں	ہے
شہنشاہ	سلامت		رہیں	یا	الٰہی''

اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۹ پر فرماتے ہیں:

''انگریزوں نے ہندوستانیوں کو تعلیم دینے کی ذمہ داری اس لئے قبول کی کہ اس سے ان کے چار بڑے مقاصد وابستہ تھے۔

اول: یہ کہ جدید علوم بالخصوص فلسفہ اور سائنس وغیرہ لوگوں کے دلوں سے اپنی قدیم روایات کی بابت نفرت پیدا کردیں گے اور بالعموم مذہب بیزاری پر منتج ہوں گے۔

دوم: یہ کہ ہندوستان میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو انگریزوں کو اپنے لئے تہذیب ومعاشرت کا ایک مثالی نمونہ قرار دے گا۔ اپنے رہن سہن، رفتار و گفتار، عادات واطوار میں ان کی نقالی کو اپنے لئے باعث فخر قرار دے گا۔

سوم: یہ کہ اس سے انتظامیہ کے معمولی اور کم تنخواہ پانے والے عہدیدار پیدا ہوں گے جو انگلستان سے منگوائے جانے والے ملازموں کے مقابلے میں بہت کم تنخواہ پر کام کریں گے۔ اس کے علاوہ برطانوی حکومت کی بقا کو اپنی بقا سمجھتے ہوئے سلطنت برطانیہ کے استحکام میں مصروف رہیں گے۔

چہارم: یہ کہ اس سے برطانوی تہذیب اور عیسائیت کا فروغ ہوگا۔''

''پہلے دو مقاصد کے حصول کا طریقہ یہ تھا کہ ہندوستان کے پرانے نظام تعلیم کے نقائص بڑھا چڑھا کر بیان کئے جائیں۔اس کے نصابات پر شدید نکتہ چینی کی جائے اور ان میں بیان کئے گئے نظریات پر حرف گیری ہوتا کہ لوگوں کے دلوں میں خود بخود اپنے مذاہب، نظریات اور روایات کے متعلق احساس کمتری پیدا ہو۔''

اس نظام تعلیم نے کس قسم کے لوگ تیار کئے، ملاحظہ ہو (صفحہ ۱۷۴)

''چونکہ ان تازہ واردان کو معاشرے میں انگریزوں نے مرتبہ دلوایا تھا اس لئے وہ انگریزی تعلیم و تہذیب اور معاشرت کے زبردست حامی بن گئے تھے۔ انگریزوں کی طرح رہتے تھے اور انگریزی بولنے میں فخر محسوس کرتے تھے، ورڈزورتھ، شیکسپئر اور یورپ کے شعر پڑھتے تھے اور معاصر فلسفیوں کے اقوال کے حوالے دیتے تھے۔ وہ قدیم تعلیم یافتہ لوگوں کو ان پڑھ سمجھتے تھے۔ اپنے آباؤ اجداد سے باغی تھے۔ ظاہر ہے کہ ان ساری باتوں کا آغاز ایک ہی نقطے سے ہوا تھا اور وہ تھی انگریزی تعلیم، اکبر فرماتے ہیں:

فخریہ میں نے جو اشعار پڑھے سعدی کے
فخر یہ آپ سنانے لگے نظمِ ملٹن
شیخ سعدی تو بزرگوں میں میرے اے دوست
آپ کے کون تھے ملٹن یہ سنوں قبلہ من

ڈاکٹر صاحب صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱ پر فرماتے ہیں:

''اکبر کو سرسید احمد خان سے ایک اور شکایت یہ تھی کہ انہوں نے علی گڑھ کے تعلیمی مرکز کو مسلمانوں کی ظاہری چمک دمک اور دنیوی ترقی تک محدود کر دیا ہے۔ اس کالج کا نصاب تعلیم محدود ضرورتیں پوری کر سکتا ہے، کیونکہ اس میں طلبہ کو ظاہری ٹیپ ٹاپ انگریزی وضع قطع اور انگریزی کھیلوں کا شائق بنایا جاتا ہے مگر انہیں اچھے انسان نہیں بنایا جاتا، وہ علم کے شائق نہیں بنتے، انہیں عملی زندگی کی تربیت بھی نہیں دی جاتی۔ صرف انہیں معمولی ملازمتوں کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ کالج کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو انگریزوں کے قریب لایا جائے اور ان کیلئے کچھ مراعات حاصل کی جائیں یہی وجہ ہے کہ سرسید نے پرنسپل اور سنئیر اساتذہ ہمیشہ انگلستان سے بلوائے اور انہیں بڑی بڑی تنخواہوں پر ملازم رکھا ان اساتذہ کا بھی اپنا مقصد تھا اور وہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو انگریزوں کا مکمل وفادار بنا دیا جائے۔ چنانچہ طلبہ کی تربیت اس ڈھب پر کی جاتی تھی کہ وہ اپنی فلاح کو انگریزی حکومت کے دوام سے وابستہ سمجھیں۔''

اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۲ پر ولایت حسین کے تاثرات ان کی اپنی زبان میں یوں نقل کئے ہیں: ''میرے زمانے میں علی گڑھ میں کرکٹ اور فٹ بال کھیلنے والوں کی خاص قدر تھی۔ ادبی مذاق پیدا کرنے یا طلبہ کا علمی ذوق بڑھانے یا ان کی ہمت بندھانے کا خیال نہ اساتذہ کو تھا، نہ ٹرسٹیوں کو''،

اس نظام تعلیم کے اثرات و نتائج دیکھئے۔ (ص ۲۰۰ تا ۲۰۱)

''ہم نے مغربی علوم پڑھ لئے۔ فلسفہ دیکھا، سائنس کی تحصیل کی مگر ایک آدمی بھی ایسا پیدا نہ کیا جو اس میں مغربی مشاہیر جتنا ممتاز ہو۔ اگر کچھ ہوا تو یہ کہ ہم مل، سپنسر، میکالے، ہکسلے، لاک، روسو وغیرہ کے اقوال اندھا دھند نقل کرنے لگے اور یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ مغرب کے فلسفے اور سائنس نے جو کچھ نظریات پیش کئے ہیں وہ حرفِ آخر ہیں۔ یہ خیال ہی فراموش ہو گیا کہ فلسفے میں کبھی کوئی چیز حتمی اور آخری نہیں ہوا کرتی اور سائنس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔۔۔۔ خود یورپ کے فلسفی اس

فلسفے کی درستگی کے قائل نہیں رہے اس طرح جدید سائنس نے بھی انیسویں صدی کی سائنس کے بہت سے نظریات غلط ثابت کر دیئے ہیں

پاکستان میں نظام تعلیم: بغور مندرجہ بالا سطور کا مطالعہ کیجئے اور دیکھئے کہ انگریزوں کے رائج کردہ نظام تعلیم نے فائدہ کس کو دیا اور اس سے نقصان کس کا ہوا۔ نیز اس اپنی آزاد اسلامی مملکت میں نافذ شدہ نظام تعلیم اس سے کتنا مختلف ہے اور اس کے اثرات کتنے مختلف ہیں۔ سکولوں اور کالجوں میں تعلیم کے نام پر عموماً کیا ہو رہا ہے اور جو نسل یہاں پروان چڑھ رہی ہے۔ اسے کیا تربیت مل رہی ہے دور غلامی میں اگر انداز تعلیم و تربیت کا مقصد ذہنی و فکری غلامی کی نشوونما تھی، تو قابل فہم ہے اگر اب ہم آزاد ہو کے بھی غلامانہ طور طریقوں کو سینے سے لگائیں اور ہمارے تعلیمی اداروں میں سچے مسلمان، سچے پاکستانی تیار ہونے کے بجائے تہذیب حاضر کے رسیا، مادر پدر آزاد اور عیاشی و فحاشی کے دلدادہ جوان تیار ہوں تو

وائے برما، وائے براحوال ما

ہماری تربیت کی نہج ہی یہ ہونی چاہئے کہ ہمیں اپنے خدا سے، اپنے رسول ﷺ سے، اپنے دین سے، اپنی تہذیب سے اور اپنے نظام و قانون سے شدید محبت ہو، سائنس کی تدریس خصوصی طور پر اسلام کی حقانیت کے دلکشا جلوے دکھانے کیلئے کرائی جائے، حکمت و فلسفہ سے قرآنی تعلیمات کی برتری کا درس دیا جائے، زبانیں سکھا کر دین حق کے بلند نظر مبلغ پیدا کئے جائیں۔ مگر افسوس صورت حال اس کے برعکس ہے۔

عموماً سائنس، فلسفے اور انگریزی کے مضامین سے نوجوانوں کو تشکیک و تذبذب کا شکار کیا جا رہا ہے۔ اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ یہ بات ہے کہ اسلامیات کی تعلیم بھی محض ایک تاریخی اور معلوماتی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ اس کا تعمیر کردار کے ساتھ کوئی مثبت تعلق نہیں رہ گیا۔ ہمارے طلبہ گویا دنیوی امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے اس کے ساتھ واجبی سی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اصل امتحان کیلئے جو اگلے جہان میں ہوگا، اس کا مطالعہ نہیں کیا جاتا، آپ تحقیق کر کے دیکھ لیجئے، یہ جذبہ کہ اسلامیات پڑھ کے اسے اپنی سیرت کے سانچے میں ڈھالا جائے عموماً مفقود ہے، آخر ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ تعلیمی اداروں کے منتظم اور مدرس عموماً خود اس فکر سے عاری ہیں۔ جب معمار قوم ہی تعمیر سے مخلص نہیں تو کسی اور سے کیا گلہ۔ پڑھانے والے متقی اور صالح ہوں گے تو پڑھنے والے بھی تقویٰ و صلاح سے مالا مال ہوں گے۔ اساتذہ دین و ایمان کے نگہبان ہوں گے تو تلامذہ کا دین و ایمان بھی بچ جائے گا۔ تربیت دینے والے اگر جذبہ عشق خدا اور رسول ﷺ سے سرشار ہوں گے تو لامحالہ تربیت حاصل کرنے والے بھی جذبہ قربانی و جذبہ جہاد سے مخمور ہوں گے۔

آپ پہلی جماعت سے لے کر ایم۔ اے تک نصاب کو دیکھ لیں۔ نظریہ پاکستان کے تقاضے کہاں پورے ہوتے ہیں۔ رہنماؤں کی ذہنی غلامی پر حیران ہوتا ہوں کہ جو کام انگریزی دور میں بھی نہیں ہوا محض بیرونی، آقاؤں کو خوش کرنے کیلئے اب ہو رہا ہے۔ مثلاً انگریزی کو مضمون کی حیثیت سے پہلی جماعت سے متعارف کرا دینا کتنا عجیب و غریب ہے۔ پرانے اور سیانے لوگ جانتے ہیں اس سیاہ دور محکومی میں بھی انگریزی پانچویں جماعت سے شروع ہوتی ہے۔ وہ ننھے منے بچے جن کے اندر فکر و تدبر کی صلاحیتوں کی نشوونما ہونی چاہیے تھی۔ انہیں محض الفاظ و معانی رٹنے تک محدود کیا جا رہا ہے۔ ان کا بستہ دیکھئے تو پٹواری کا بستہ نظر آتا ہے۔ کارکنان حکومت میں مخلص لوگ بھی ہوتے تو اس صورت حال کو ختم کر کے ایسا نصاب و نظام تعلیم رائج کرتے جو ہمارے دینی و ملی تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتا اور سلیبس کی تدوین پر ایسے ماہرین متعین کئے جاتے جو اسلام اور پاکستان کے حوالے سے اسے مدون کرتے اور ایسی باتیں اس میں شامل نہ ہونے دیتے جو بچوں کو گمراہ و بیدین کر سکتی ہیں۔ اگر سارے نصاب کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اور ایک ایک مضمون کو خوب کھنگالا جائے تو شاید بہت سے انکشافات ہوں۔ مگر میں یہاں صرف دو مضمونوں کی ایک ایک مثال پیش کرتا ہوں تا کہ آپ جان سکیں کہ اللہ کے بندوں اور حضور سرور کونین ﷺ کے غلاموں کو کیا ٹیکے لگائے جا رہے ہیں۔

ا: انٹرمیڈیٹ میں ایک مضمون ہے اعلیٰ اردو، اس کی حکمانہ کتاب کا نام ہے۔ اردو ادب، اس کے مولفین ہیں پروفیسر خالد بزمی (ریٹائرڈ)

اور پروفیسر ڈاکٹر محمد خان اشرف صاحبان اور مدیر و نگران طباعت نصیر احمد بھٹی صاحب، اس کتاب میں ایک مضمون ہے نام دیو۔ مالی۔ اس میں ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''حساب کے دن جب اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی۔ خدا یہ نہیں پوچھے گا کہ تو نے کتنی اور کس کی پوجا پاٹ یا عبادت کی۔ وہ کسی کی عبادت کا محتاج نہیں، وہ پوچھے گا تو یہ پوچھے گا کہ میں نے جو استعداد تجھ میں ودیعت کی تھی۔ اسے کمال تک پہنچانے اور اس سے کام لینے میں تو نے کیا کیا اور خلق اللہ سے اس کو کیا فیض پہنچایا''

فرمایئے! سب سے پہلا اسلامی عقیدہ توحید مجروح ہوا کہ نہیں۔ گویا ایک یا زیادہ خداؤں کو پوجنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمارے نزدیک اسلام نے بالیقین انسانیت کی خدمت پر بڑا زور دیا ہے، جیسا کہ اسی مضمون میں تفصیل سے اس موضوع پر بحث ہو چکی ہے۔ مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ ایمان کے بغیر کیا ایسی یا اس سے چھوٹی بڑی نیکیاں قبول ہو سکتی ہیں۔ نہیں! ہر گز نہیں، کتنا تکلیف دہ انداز ہے کہ انسانی ہمدردی کے نام پر دین و مذہب پر ہی وار کر دیا جائے اور اسلامی عقائد کے بارے میں اپنی ذہنی خرافات کو خدا سے منسوب کیا جائے۔ مضمون نگار عبدالحق ہے اور مولوی کہلاتا ہے، گویا اسے خوف حق ہے اور نہ پاس مولویت، بدنصیب کو یہ بھی خبر نہیں حشر تو حشر، قبر میں بھی سب سے پہلا سوال یہی ہوتا ہے کہ تیرا خدا کون ہے **(من ربک)** گویا تو کس کی پوجا کرتا تھا۔

جس مالی کے بارے مضمون ہے، وہ ہندو تھا، مگر مولوی صاحب اتنے مہربان ہیں کہ اس کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مکھیوں کا غضبناک جھلڑ اغریب پر ٹوٹ پڑا۔ اتنا کاٹا اتنا کاٹا کہ بے دم ہو گیا۔ آخر اسی میں جان دے دی۔ میں کہتا ہوں اسے شہادت نصیب ہوئی، ایمان' کے بغیر 'شہادت' کا تصور کتنی جرأت ہے۔

انٹرمیڈیٹ کا ایک مضمون ہے لازمی اردو، کتاب اردو لازمی۔ اس کے مرتبین میں سب پہلے ڈاکٹر عارفہ سیدہ زہرا کا نام ہے اور نگران طباعت وہی صاحب ہیں نصیر احمد بھٹی صاحب، اس میں ایک مضمون ہے ابن انشا کا لکھا ہوا ''ابتدائی حساب'' اس میں تفریق' کے تحت فرماتے ہیں۔

''میں سندھی ہوں، تو سندھی نہیں ہے
میں بنگالی ہوں تو بنگالی نہیں ہے
میں مسلمان ہوں، تو مسلمان نہیں ہے
اس کو تفریق پیدا کرنا کہتے ہیں'

سوچیئے، سندھی ہونا اور نہ ہونا، بنگالی ہونا اور نہ ہونا پھر مسلمان ہونا اور نہ ہونا کیا ایک ہی قسم کی تفریقیں ہیں۔ اسلام نسل، وطن اور زبان وغیرہ کے حوالے سے تمام تفریقوں کی نفی کرتا ہے مگر حق باطل کی تمیز قائم رکھتا ہے، مسلمان ہونا اور نہ ہونا حق و باطل کی تمیز ہے اور اسی کی بنیاد پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔ اسی کا نام دو قومی نظریہ یا نظریہ پاکستان ہے۔ نوجوانوں کے ذہن میں اسلام کی عظمت کا نقش ابھارنا چاہیئے نہ کہ اس کی اہمیت ہی گھٹا دی جائے اور کفر و اسلام کی تفریق کو بھی بے معنی ثابت کر دیا جائے

بانی پاکستان کے ارشادات: اسلام کے عقائد و تعلیمات کے بارے میں بانی پاکستان جناب قائداعظم کے نظریات کیا تھے، ذیل میں انہیں بیان کیا جاتا ہے۔ ان کا جاننا اس لئے بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ پاکستان کی نظریاتی اساس کے بارے میں خود شکوک شبہات کا شکار ہیں اور دوسروں کو بھی ان میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ حضور پرنور ﷺ، قرآن مجید، اسلام، نظریہ تعلیم اور پاکستان کے طرز حکومت کے بارے میں اپنے یقین و ایمان کا اعلان یوں فرماتے ہیں۔ (یہ آپ کے خطابات کے اقتباسات ہیں)

حضور ﷺ کے بارے میں اپنی عقیدت کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

’’آج ہم یہاں دنیا کی عظیم ترین ہستی کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کیلئے جمع ہوئے ہیں۔آپ کی عزت وتکریم کروڑوں عام انسان ہی نہیں کرتے بلکہ دنیا کی تمام عظیم شخصیتیں آپ کے سامنے سر جھکاتی ہیں، میں ایک عاجز ترین، انتہائی خاکسار، بندہ نا چیز اتنی عظیم، عظیموں کی بھی عظیم ہستی کو بھلا کیا اور کیسے نذرانہ عقیدت پیش کرسکتا ہوں۔رسول کریم ﷺ عظیم مصلح تھے۔عظیم رہنما، عظیم واضع قانون تھے۔عظیم سیاستدان تھے۔عظیم حکمران تھے۔(کراچی بار ایسوسی ایشن۔۔۔۔۲۵ جنوری ۱۹۴۸عید میلاد النبی)

رسول اللہ ﷺ کی زندگی انتہائی سادی تھی۔آپ نے جس چیز میں بھی ہاتھ ڈالا، کامیابی نے آپ کے قدم چومے، تجارت سے لے کر حکمرانی تک، ہر شعبہ حیات میں آپ مکمل طور پر کامیاب رہے۔رسالتمآب ﷺ پوری دنیا کی عظیم ترین ہستی تھے۔تیرہ سو سال قبل ہی آپ نے جمہوریت کی بنیادیں رکھ دیں تھیں(کراچی بار ایسوسی ایشن ۲۵ جنوری ۱۹۴۸)

میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس اسوہ حسنہ(علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کر نے والے پیغمبر اسلام نے ہمارے لئے بنایا ہے۔ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔(شاہی دربار سبی بلوچستان، ۱۴ جولائی ۱۹۴۷)

قرآن پاک کے متعلق فرمایا: ’’وہ کونسا رشتہ ہے، جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں، وہ کونسی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے۔وہ کونسا لنگر ہے جس سے اس امت کی کشتی محفوظ کردی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن مجید ہے، مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے، ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب، ایک امت،......(اجلاس مسلم لیگ کراچی)

ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی احکام مذہبی اور اخلاقی فرائض تک محدود نہیں، جیسا کہ گبن نے کہا تھا، اوقیانوس سے گنگا تک قرآن کو دینیات نہیں بلکہ شہری (سول) اور تعزیری قوانین کی بنیاد بھی سمجھا جاتا ہے اور وہ قوانین جن سے بنی نوع انسان کے اعمال اور حقوق کی حد بندی ہوتی ہے۔وہ بھی خدا کے غیر متبدل احکام سے متعین ہوتے ہیں۔جاہلوں کی بات الگ ہے ورنہ ہر کوئی جانتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطہ حیات ہے۔مذہبی، سماجی، شہری، کاروباری، فوجی، عدالتی، تعزیری اور قانونی ضابطہ حیات ہے۔جو مذہبی تقریبات سے لے کر روزمرہ زندگی کے معاملات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، تمام افراد سے لیکر ایک فرد کے حقوق تک، اخلاق سے لیکر جرم تک، اس دنیا میں جزا سزا سے لیکر اگلے جہان کی جزاوسزا تک کی حد بندی کرتا ہے۔(پیغام عید۔۱۹۴۵)

اسلام کی بابت فرمایا: ’’اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے۔اسلام نے ہمارے ثقافتی اور تہذیبی ماضی اور ہماری گزشتہ روایات کو عرب دنیا سے اتنا وابستہ، گہرا اور قریب کر رکھا ہے کہ اس امر میں تو کسی کو شبہ ہی نہیں ہونا چاہئے، کہ ہم عربوں اور ان کے مسائل اور مقاصد سے مکمل ترین ہمدردی رکھتے ہیں‘‘(شرق اردن کے سفیر کے استقبال میں ۲۴ دسمبر ۱۹۴۷ء)

’’ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کیلئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزماسکیں‘‘(اسلامیہ کالج پشاور۔۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء)

’’میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا جو دیدہ دانستہ اور شرارت سے یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور

شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا، اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابل اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔ میں ایسے لوگوں کو جو بد قسمتی سے گمراہ ہو چکے ہیں، یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں کو، بلکہ یہاں غیر مسلمانوں کو کوئی خوف ڈر نہیں ہونا چاہئیے۔ اسلام اور اس کے نظریات نے ہمیں جمہوریت کا سبق دے رکھا ہے۔ ہر شخص سے انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ پھر کسی کو ایسی جمہوریت، مساوات اور آزادی سے خوف لاحق ہو جو انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ کے بلند ترین معیار پر قائم کی گئی ہو۔ ان کو کہہ لینے دیجئے، ہم دستور پاکستان بنائیں گے اور دنیا کو دکھائیں کہ یہ رہا ایک اعلیٰ آئینی نمونہ"، (بار ایسوسی ایشن۔ ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء)

"اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے، نہ پارلیمنٹ کی، نہ کسی شخص یا ادارے کی، قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآنی اصول و احکام کی حکومت ہے" (تعلیمات قائد ص ۷۸)

آپ اپنی اس طرح تنظیم کیجئے کہ پوری قوم اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے ایک نکتے پر جمع ہو جائے اور ملت اسلامیہ کی معاشرتی، اقتصادی اور تعلیمی ترقی کیلئے تعمیری لائحہ عمل ترتیب پایا جائے، ثقافت اسلامی اور تعلیمات محمدی (ﷺ) کا احیاء کیجئے اور ہندوستان کی مختلف اقوام کے درمیان بھائی چارے اور خیر سگالی کے جذبات پیدا کیجئے (آل انڈیا ایم۔ ایس۔ ایف جالندھر ۱۵ نومبر ۱۹۴۰ء)

ایک دلچسپ واقعہ: ۱۹۴۲ء میں قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ ہوا اور آپ زخمی ہو گئے۔ امیر ملت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمہ نے تسکین آمیز خط لکھا اور کچھ تحائف بھیجے جن میں قرآن کریم، تسبیح اور جائے نماز بھی تھا، جناب قائد اعظم محمد علی نے جواب میں فرمایا:

"جب آپ جیسے لوگوں کی دعا میرے ساتھ شامل حال ہے تو میں اپنے مقصد میں ابھی سے کامیاب ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میری راہ میں کتنی ہی تکلیفیں کیوں نہ آئیں، میں اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹوں گا"۔

آپ نے قرآن شریف اس لئے عنایت فرمایا ہے کہ میں مسلمانوں کا لیڈر رہوں۔ جب تک قرآن اور دین کا علم نہ ہو، کیا میں لیڈری کر سکتا ہوں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ قرآن شریف پڑھوں گا۔ انگریزی ترجمے میں نے منگوا لئے ہیں۔ ایسے عالم کی تلاش میں ہوں جو انگریزی میں قرآن پاک کی تعلیم دے سکے۔ (عربی متن تو آپ بچپن ہی میں پڑھ چکے تھے) جائے نماز آپ نے اس لئے عطا کیا کہ جب میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو مخلوق میرا حکم کیسے مانے گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھتا رہوں گا۔ تسبیح آپ نے اس لئے ارسال کی ہے کہ میں اس پر درود شریف پڑھا کروں گا۔ جو شخص پیغمبر ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب نہیں کرتا، اس پر اللہ کی رحمت کیسے نازل ہو سکتی ہے۔ اس اشارے کی بھی تعمیل کروں گا۔ (سیرت امیر ملت ص ۴۸۰)

پاکستان میں طرز حکومت کیسا ہوگا؟ ۱۹۴۶ء میں شہر دلی میں ایک پر ہجوم پریس کانفرنس کے دوران پاکستان کے نظام حکومت کے بارے میں بھی سوال ہوا تو جواب دیتے ہوئے:

" Just imagine the effect if in reality such a state came into being as was set up by Hazrat Yosuf, Hazrat Sulaiman , Hazrat Daood and Hazrat Mohammad Peace be upon them) and like one which was governed by Abu Bakr, Omar Farooq, Usmam Ghani, Ali Murtaza , Imam Hasan , Omar bin abdul Aziz . Under that vast Islamic state were North-West Afghanistan , Iran ,

Asia Minor, Transfordam, Bahrain , Kuwait, Hedjaz,Iraq,Palestine,Syria, Tunisia,Moroce,Algeria,Spain, & Egypt.But all these prpohets and Khula-fa-i-Rashideen in spite of being so great, led the life of extreme austerity while keeping their people prosperous and happy . Why should we not follow the example of these great peronalities: (The Minarite, March 1970)

ترجمہ: ذرا اگر اس طرح کی حکومت بن گئی جیسی حضرت یوسف، حضرت سلیمان، حضرت داؤد اور حضرت محمد ﷺ نے قائم کی تھی اور ایسی حکومت جیسی حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضٰی، حضرت امام حسن، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم نے چلائی تھی تو اس (کی برکات) کا ذرا تصور تو کیجئے۔ اس وسیع اسلامی ریاست میں شمال مغربی افغانستان، ایران، ایشیائے کوچک، بحرین، کویت، حجاز، عراق، فلسطین، شام، تیونچ، مراکو، الجیریا، سپین اور مصر شامل تھے۔ لیکن یہ انبیاء مرسلین علیہم السلام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اپنی بے پناہ عظمتوں کے باوجود انتہائی زاہدانہ زندگی گزارتے رہے مگر رعیت کو فارغ البال اور خوش وخرم رکھتے رہے۔ ہم بھی ان عظیم شخصیتوں کی مثال پہ کیوں نہ عمل پیرا ہوں۔

طلبہ سے فرمایا: ''اپنا اخلاق ہر صورت میں بلند رکھو، موت سے نہ ڈرو، ہمارا مذہب یہی سکھاتا ہے۔ کہ ہمیں موت کیلئے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ اسلام اور پاکستان کی عزت بچانے کیلئے ہمیں موت کا بہادری سے مقابلہ کرنا چاہئیے۔ مسلمان کیلئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نجات نہیں ہوسکتا کہ وہ صداقت کی خاطر شہید کی موت مر جائے۔[۲۳] (طلبا سے خطاب، لاہور۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷)

ہمارے کالجوں کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ زراعت، حیوانات، انجینئر، طب اور دوسرے فنی مضامین میں اول درجے کا ماہرین پیدا کریں۔ صرف اسی طریقے سے ہم ان مسائل کا ٹھوس حل نکال سکیں گے جو عام آدمی کا معیار زندگی بلند کرنے میں ہمیں پیش آرہے ہیں (ایڈورڈ کالج پشاور ۱۸ اپریل)

---

۲۳ یہ ہیں بانی پاکستان کے نظریات، اب مفکر پاکستان کے ارشادات بھی ملاحظہ ہوں۔ طالب علم سے فرماتے ہیں۔

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

تربیت کے زیر عنوان:

زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوز جگر ہے، علم ہے سوز دماغ
علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ
اہل دانش عام ہیں، کمیاب ہیں اہل نظر
کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا اپنا ایاغ
شیخ مکتب کے طریقوں سے کشاد دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ

آخری رسول ﷺ اور آخری کتاب

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

دو جہاں کا اجالا ہمارا نبی
نور حق ہے سراپا ہمارا نبی
جور و ظلم و ستم تھر تھرانے لگے
امن آیا جو آیا ہمارا نبی
بزم امکان سے غائب ہوئیں ظلمتیں
کوہ فاراں پہ چمکا ہمارا نبی
جس سے چمکے دل و جان و روح وضمیر
ہے وہ جان تجلی ہمارا نبی
نوع انساں کے سارے مسائل کا
کیسا قرآن لایا ہمارا نبی

اللہ ذوالجلال کائنات کا خالق بھی ہے اور ہادی بھی۔ اسی ارحم الراحمین نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر جہاں اس کی جسمانی نشوونما کیلئے ہوا، پانی، روشنی، حرارت اور دوسری ضروریات کا بندوست کیا وہیں اس کی روحانی تربیت کے لیے نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری فرما کر اپنے برگزیدہ رسولوں پر اپنی طرف سے وقتاً فوقتاً کتابوں اور صحیفوں کو بھی نازل فرمایا۔ حتیٰ کہ سب سے آخر میں اس کے سب سے بڑے محبوب حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء مبعوث ہوئے اور آپ پر سب سے افضل واکمل کتاب قرآن مجید کے نام سے نازل ہوئی۔

حضور پرنور ﷺ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے سلطان ذیشان ہیں۔ آپ پہلے انبیاء ورسل علیہم السلام کی طرح ایک شہر، ایک قوم، ایک بستی، چند افراد یا ایک فرد کی طرف مبعوث نہیں ہوئے بلکہ ہر قوم کا ہر فرد آپ کے دائرہ رسالت میں داخل ہے، نہیں، بلکہ مخلوق کے ہر فرد اور کائنات کے ہر ذرے کے آپ رسول ہیں ﷺ

جیسے سب کا خدا، ایک ہے ویسے ہی ان کا، ان کا، تمھارا، ہمارا، نبی ﷺ

قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے خود کو رب العلمین اور حضور ﷺ کو رحمۃ للعلمین فرما کر اسی حقیقت کو واشگاف فرمایا ہے (کہ خدا جس کا خدا ہے، حضور ﷺ اس کے (رسول) ہیں)

جب حضور سرور عالم ﷺ کی رسالت زمان و مکاں کی وسعتوں کو گھیرے ہوئے ہے، آپ پر نازل ہونے والی کتاب کا فیض بھی محدود نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ

الله رب العلمين (سارے جہانوں کا پروردگار)

حضور پرنور رحمۃ للعلمین (سارے جہانوں کے لئے رحمت)

كعبه مقدسه هدى للعلمين

قرآن مقدس ذکری للعلمین اور ذکر للعلمین ہے۔

ساری دنیا کو سیراب کرنے والی کتاب حضور پرنور ﷺ پر اتاری اسی لئے گئی ہے کہ آپ تمام زندہ انسانوں بلکہ سب جہانوں کو برے انجام سے خبردار کر کے راہ راست کی طرف بلانے کیلئے تشریف لائے ہیں۔ صرف دو مقام ملاحظہ فرمائیے۔

ا. وما علمنه الشعر وما ينبغي له ان هو الا ذكر و قرآن مبين○لينذر من كا ن حيا و يحق القول على الكفر ين (یٰسین)

ترجمہ: اور ہم نے اپنے نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان کی (شان) کے لائق ہے۔ یہ کتاب تو صرف نصیحت اور روشن قرآن ہے تاکہ وہ اسے ڈرسنائیں جو زندہ ہو اور کافروں پر حجت قائم ہو جائے۔

تبرک الذی نز ل الفر قان علی عبد ہ ليكون على العلمين نذير ا ○ (الفرقان)

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے فیصلہ کرنے والی کتاب اپنے (مقدس) بندے پر اتاری تاکہ وہ تمام جہانوں کیلئے ڈرانے والا ہو۔

پھر جس طرح اللہ کے آخری رسول ﷺ کو پہلے تمام رسولوں اور نبیوں کے معجزات کمالات اور محاسن سیرت کا جامع ہی نہیں بنایا گیا بلکہ ان کے علاوہ بھی بہت سے فضائل و مکارم سے نوازا گیا۔ یونہی آپ پر نازل ہونے والی اللہ جل مجدہ کی یہ آخری کتاب قرآن بھی پہلی الہامی کتابوں اور صحیفوں کے علوم و فیوض کی جامع بلکہ بیشمار مزید معارف و زخارف سے آراستہ ہے۔ نیز پہلی کتابیں محدود انسانوں اور محدود زمانوں کے لئے دستور العمل تھیں تو ہمیشہ کے رسول ﷺ پر اترنے والی کتاب ہمیشہ کیلئے تمام انسانوں کے اجتماعی و انفرادی مسائل کے حل پر مشتمل جامع و مانع دستور العمل ہے۔

قرآن دعوت بھی ہے حجت بھی: پھر گزشتہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو حالات و ضروریات کے مطابق گنتی کے چند معجزات عطا کئے جاتے تھے۔ مگر آخری رسول ﷺ کو اللہ نے برہان یعنی آپ کی سیرت و صورت کے ہر گوشے کو معجزہ بنا دیا۔ نیز پہلی کتابوں کو دستور العمل تو بنایا گیا مگر دلیل و معجزہ کے طور پر پیش نہیں کیا گیا۔ ان کے برعکس قرآن مجید ابدی دستور ہی نہیں حضور سید عالم ﷺ کا ایسا معجزہ بھی ہے جو خود ہزاروں لاکھوں معجزات پر حاوی و مشتمل ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

ما من الا نبيا من بنى الا قد اعطى من الايا ت ما مثله امن عليه البشر وانما كا ن الذى اوتيت وحيا اوحى الله الى فا ر جو ان اكون اكثر هم تا بعا يوم القيامه

ترجمہ: انبیا میں سے ہر ایک نبی کو معجزات میں سے اتنا دیا گیا ہے جتنا کہ اس پر انسان ایمان لا سکے اور مجھ کو وحی (قرآن پاک)

کا معجزہ دیا گیا جو اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے، اس لئے مجھے یقین ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیاء سے زیادہ ہوگی۔ (بخاری)

یعنی توریت وانجیل وغیرہ میں تعلیمات الٰہیہ تو ضرور تھیں مگر ان کی تصدیق کرانے کے لئے انبیاء ومرسلین علیہم السلام کو الگ معجزات دیئے گئے چنانچہ دیکھنے اور ماننے والے معجزہ دیکھ کر نبی پر اور ان پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لاتے مگر قرآن کریم آفتاب آمد دلیل آفتاب کے مطابق تعلیمات الٰہیہ کے علاوہ شان اعجاز بھی رکھتا ہے اور خود اپنی صداقت کی دلیل بھی ہے۔ کون نہیں جانتا انسان کی بنائی ہوئی چیز جیسی بلکہ اس سے بہتر بنانا بھی دشوار نہیں ہوتا۔ قرآن پاک نے اسی حقیقت کے پیش نظر مخالفوں کو بار بار چیلنج دیا کہ اگر قرآن پاک کو کسی انسان کا گھڑا ہوا مجموعہ عبارات سمجھتے ہو تو اس جیسی عبارات تم بھی بنالاؤ۔ سب نہ سہی، صرف ایسی دس سورتیں بنالاؤ۔ اچھا دس نہ سہی، ایک سورت ہی ایسی بنالاؤ۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 23 دیکھئے۔

وان کنتم فی ریب مما نز لنا علی عبد نا فا تو ا بسور ۃ من مثلہ واد عوا شھد آ ء کم من دو ن اللہ ان کنتم صدقین o

ترجمہ: اور تم شک میں ہو اس سے جو (کلام) ہم نے اپنے (مقدس) بندے پر اتارا تو لے آؤ اس جیسی کوئی سورت اور اللہ کے سوا اپنے حمایتیوں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو

پھر اس سے اگلی آیت **لن تفعلوا** (ہرگز نہ کر سکو گے) فرما کر یہ پیشگوئی بھی فرمادی کہ خدا کے باغی، نبی محترم ﷺ کے منکر اور اسلام کے دشمن کبھی بھی ایک سورت تک کا جواب نہیں دے سکیں گے۔

کون نہیں جانتا اہل عرب کو اپنی زبان پر ایسا ناز تھا کہ دوسری اقوام عالم کو اپنے مقابلے میں اعجم یعنی گونگا کہتے ہیں۔ اور بالیقین عربی کو دنیا بھر کی زبانوں پر نمایاں فضیلت حاصل ہے۔ (دیکھئے تفصیل علامہ سید سلیمان اشرف بہاری سابق صدر شعبہ دینیات علی گڑھ یونیورسٹی'' کی کتاب المبین میں'') مگر فصاحت وبلاغت کے یہ امام بھی قرآن پاک کی آیات سن کر مبہوت ہو جایا کرتے تھے۔ کثیر التعداد کفار تو حلقہ بگوش اسلام ہوئے مگر ضدی ومتعصب لوگ جو ہر قیمت پر اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ اس قسم کے چیلنج سن کر بھی مہر لب رہے جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ ظاہر ہے بعض لوگوں کو جواب دینے کی ضرورت سوجھی ہوگی مگر ان کے سارے جتن ناکام ہوگئے اور سارے منصوبے مٹی میں مل گئے۔

مشہور روایت ہے کہ ایام جاہلیت میں بڑے بڑے عربی شعرا اپنی فصاحت وبلاغت وطلاقت کے شاہکار کعبہ مقدسہ کی دیواروں پر آویزاں کر جاتے تھے تا کہ دوسرے لوگ ان کی شاعرانہ عظمت کا لوہا مانیں اور کوئی جواب دے سکتا ہو تو دے۔ سورۃ کوثر نازل ہوئی تو ایک بندہ مومن نے اسے بھی دیوار کعبہ پر آویزاں کر دیا، فصاحت وبلاغت پر ناز کرنے والوں نے بیک زبان جو تبصرہ کیا وہ یہ تھا۔

یہ کسی بشر کا کلام نہیں: یہ وضاحت ذہن نشین رہے کہ قرآن حکیم کا یہ چیلنج دور نزول کے مخالفین تک محدود نہیں بلکہ رہتی دنیا تک کے کافروں اور مشرکوں کو ہے، پھر وہ انسانوں تک بھی نہیں، جنوں کو بھی اسی طرح دعوت تقابل ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ہے۔

قل لئن اجتمعت الا نس و الجن علی ان یا توا بمثل ھذا القران لا یا تون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا o

ترجمہ: (اے نبی) کہہ دیجئے جن وانس اکٹھے ہو کر قرآن کی مثال پیدا کرنے پر کمر بستہ ہو جائیں تو اس کی مثال نہیں لا سکیں گے چاہے ایک دوسرے کی خوب مدد کریں۔

تاریخ اسلام اس بات پر گواہ ہے کہ دور اول کے ابوجہل اور ابولہب کی طرح ہر دور میں اسلام کے بدترین مخالف موجود رہے ہیں جنھوں

نے اس کا نام ونشان مٹانے کی بدترین کوششیں کیں، پھر قرآن پاک کی مثل لانے کا چیلنج قبول نہ کر سکے اور آج تک دنیائے کفر اس کے سامنے ذلیل و سرنگوں ہے۔ دور اول کے دشمنوں کے تاثرات کلام ربانی کے بارے میں کیا تھے اس کی دوسری مثال کے طور پر خالد بن عقبہ کی گواہی پیش کی جا سکتی ہے۔ اس سے قرآن پاک کے بارے میں پوچھا گیا تو بولا۔

واللہ ان لہ لحلا و ۃ وان علیہ لطر او ۃ و ان اسفلہ لمغدق و ان لا علاہ لمثمر وما یقول ھذا البشر

ترجمہ: اللہ کی قسم اس میں ایک (خاص) شیرینی ہے۔ اور اس میں عجیب تر وتازگی ہے اور اس کی جڑیں سیراب ہیں اور اس کی شاخیں ثمر وار ہیں اور بشر تو ایسا نہیں کہہ سکتا۔

مگر یہ اعترافات دور اول تک محدود نہیں۔ آج بھی مخالفین کو اس کی یکتائی کا اقرار ہے۔ صرف دو مثالیں حاضر ہیں۔

(ا) ایف۔ ایف۔ اربھناٹ (F.F Arbuthnot) اپنی کتاب

The Construction of the Bible & The Quran

میں لکھتا ہے۔

Though several attempts have been made to produce a work equil to it, as for as elegant writing is concerned none has as yet succeeded.

ترجمہ: اگرچہ اس کا مثل لانے کی متعدد کوششیں ہوئیں، مگر جہاں تک عظیم الشان انداز تحریر کا تعلق ہے، کوئی بھی کامیاب نہیں ہوا۔

2۔ ہیری گیلارڈ ڈارمن (**Harry Gahlord Dorman**)

It (Quran) is a literal revelation of God dictated to Mohammad (peace be upon him) by Gabriel , perfect in every letter. It is an ever present miracle witnessing to it self and to Mohammad,The Prophet of God.

ترجمہ: قرآن خدا کی لفظی وحی ہے جو جبریل (علیہ السلام) کے ذریعے حضرت محمد (مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا) پر نازل ہوئی۔ اس کا حرف حرف کمال وتکمیل کا آئینہ دار ہے۔ یہ ابدی معجزہ ہے جو اپنی صداقت اور (حضرت) محمد رسول اللہ (ﷺ) کی حقانیت پر گواہ ہے۔

بہترین دستور حیات: قرآن کریم کا یہ دلکش ترین اور فصیح وبلیغ ترین انداز بیان ایک دو یا چند سورتوں اور مضمونوں تک محدود نہیں بلکہ ایک ایک سورت، بلکہ ایک ایک آیت، بلکہ ایک ایک کلمے میں جلوہ گر ہے۔ مگر یہی سب کچھ نہیں، بلکہ یہ بہترین منشور زندگی اور دستور حیات بھی ہے۔ جس قوم میں نازل ہوا، وہ تمدن سے دور اور تہذیب سے قطعا نابلد تھی بہترین لسانی فضیلتوں سے آراستہ ہونے کے باوجود بدترین اخلاقی قباحتوں میں مبتلا تھی ساری دنیا کو عجم (گونگا) سمجھنے والے تعلیم وتربیت کو اپنے لئے باعث ننگ وعار سمجھتے تھے۔ شرک وبت پرستی کا دور دورہ تھا۔ انسان عقل وشعور سے اس حد تک عاری ہو چکا تھا کہ اپنے ہاتھ سے گھڑی ہوئی پتھر کی مورتیوں کو بھی اپنا خدا سمجھ لیتا تھا۔ کعبہ مکرمہ جسے اللہ کا سب سے پہلا گھر ہونے کا شرف حاصل ہے، 360 بتوں کا گڑ بنا ہوا تھا۔ اس کا طواف بالکل ننگے ہو کر کرنا ان کے نزدیک عظیم عبادت وسعادت تھی، بدامنی طوائف الملوکی، افراتفری، ظلم وستم نے مہر ووفا اور صدق وصفا کے چراغ گل کر رکھے تھے، شراب نوشی، جوابازی، سود خوری اور سفا کی وانسان دشمنی گویا گھٹی میں داخل تھیں، صرف جزیرہ نما عرب

کی یہ کیفیت نہیں تھی، ساری دنیا جہالت وذلت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

قرآن کریم نے عقائد، عبادات، اخلاقیات، معاملات معاشیات وسیاسیات غرض زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے ہر مسئلے کا حل بتایا اور حیات انسانی کے کسی پہلو کو اصلاح سے محروم نہیں رکھا۔ حضور ہادی اعظم ﷺ نے پھر اسے عملاً نافذ کر کے دنیا کو الہامی دستور العمل کی برکات سے آشنا کیا قرآن کریم کے مقابلے میں وہ کتابیں جنھیں مختلف مذاہب کے علمبردار الہامی قرار دیتے ہیں، کیا ایسا مجموعہ قوانین پیش کر سکتی ہیں اور انسانی رہنمائی کے زریں اصول جو کثیر تعداد میں اس کتاب حکیم نے سکھائے ہیں۔ کیا ان سے نصف، چوتھائی بلکہ سینکڑوں ہزارویں حصے کے برابر بھی کسی اور کتاب میں موجود ہیں (فقہاء و مجتہدین نے ایک ایک آیت سے جو سینکڑوں مسائل اخذ کئے ہیں، انھیں سامنے رکھا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ آسکتی ہے۔

قرآن کریم کی اس وسیع ترین رہنمائی کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ زندگی کے کسی شعبے کے بارے میں بھی اس نے جو قانون دیا ہے کیا اس سے بہتر یا کم از کم اس جیسا کوئی قانون دنیا کی کسی نام نہاد الہامی یا غیر الہامی کتاب میں موجود ہے۔ نیز قرآن حکیم کے ضابطہ حیات نے انسانوں کی زندگی میں جو انقلاب برپا کیا ہے کیا اس سے بہتر یا ایسا انقلاب کسی اور کتاب یا دستور حیات کے ذریعے بھی رونما ہوا۔ نہیں ہرگز نہیں، تاریخ اس پر شاہد عادل ہے کہ صاحب قرآن ﷺ کی بعثت اور اس کتاب کے نزول سے کائنات کی کایا پلٹ گئی اور زندگی کی شب تاریک سحر آشنا ہو گئی۔ وہ لوگ جو شراب، جوا اور زنا کے رسیا تھے دیکھتے ہی دیکھتے صالحیت کا پیکر جمیل بن گئے۔ جو لوگ اپنی ہی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کو حق پدری سمجھنے کے عادی تھے، کائنات بھر کے لئے لطف ورحمت کا مجسمہ بن گئے۔ جن کے ہاں معمولی سی بات پر قتل وغارت کا بازار سالہا سال تک گرم رہتا تھا اخوت کے رشتے میں جڑ گئے۔ وہ بدو جنھیں تہذیب وتمدن سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ چند ہی ایام میں ساری دنیا کو تہذیب وتمدن سکھانے کے اہل قرار پائے قرآن کریم نے ظالموں کو ظلم سے روکا اور مظلوموں کا حوصلہ بندھایا، آقاؤں کو خواجگی کا سلیقہ سکھایا اور غلاموں کی آزادی کے راستے کھولے، شہ زوروں کو عجز وانکسار کا سبق دیا تو کمزوروں کو پاؤں پر کھڑا ہونے کی سکت بخشی، حکمرانوں کو محکوموں کا خادم بنایا اور محکوموں کو احساس کمتری سے بچا کر محض کلمہ حق کی سربلندی کے لئے حاکموں کی اطاعت کی تلقین کی، یہ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کا فیض تھا کہ جس سے سوئی ہوئی رعایا کا پہرہ دینے والے حاکم، مفتوحین کو غلامی کی بجائے آزادی کا پیغام دینے والے فاتح، بندہ صاحب کو ایک جیسا انصاف دینے والے قاضی، جابر سلطان کے منہ پر سچی بات کہہ دینے والے مجاہد، خانقاہوں سے نکل کر رسم شبیری ادا کرنے والے محقق اور ناسوت سے اٹھ کر لاہوت وہاہوت کی سیر کرنے والے عارف تیار ہوئے اور پھر کسی نہ کسی حد تک ابھی تک سلسلہ خیر جاری ہے)

قرآن حکیم کا نظام حدود وتعزیرات تھا جس کی برکت سے چوری، ڈاکا، قتل وغارت اور تخریب کاری وبدامنی کا نام ونشان تک محو ہو گیا اور جس جس علاقے میں بھی یہ الہامی قانون نافذ ہوا امن وامان کا گہوارہ بن گیا۔ بیواؤں اور یتیموں کے حقوق لوٹنے والے سہم گئے اور ماؤں بہنوں کی عزت پر ہاتھ ڈالنے والے ان کے محافظ بن گئے

یہ قرآن کریم کا بخشا ہوا نظام زکوۃ تھا جس نے معاشی ناہمواریوں کو یکسر ختم کر کے مالک ومزارع اور خواجہ ومزدور کو ایک دوسرے کا بہی خواہ غمگسار اور مفادات کا نگہبان بنا دیا۔ جس کی برکت سے سائل ومحروم امراء کے اموال میں حقدار ٹھہرائے اور وسائل دولت کی منصفانہ تقسیم کا آغاز ہوا۔ اس نے سود کے خونخوار رواج کو حرام قرار دے کر جائز بیع وتجارت، صدقہ وخیرات اور قرض حسن کی ترغیب دی۔

یہ قرآن حکیم کا معاشرتی نظام تھا جس سے مشائخ ووالدین، اولاد ورشتہ دار، ہمسایہ وغیر ہمسایہ کے حقوق متعین ہوئے اور پھر حقوق العباد کے ادا کرنے والوں کو جنت ومغفرت کی نوید سنائی گئی، آج مغرب کو اپنی مادی وسائنسی ترقی پر ناز ہے مگر اس کے باوجود قرآن کے معاشرتی نظام سے محروم ہونے کی بنا پر زبردست افراتفری اور نفسی نفسی کا شکار ہے۔ سائنسی ایجادات وآلات نے مہر ومروت کے پاکیزہ جذبات کچل کر انسانیت کو گور

کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ بوڑھے والدین کے لیے جوان اولاد کا سہارا خواب وخیال بن کر رہ گیا ہے اور اجتماعی ضرورت کے تحت بنائے گئے Elders Homes میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ انگلینڈ میں ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے 1990 میں اسلام قبول کیا۔ انھوں نے ایک کتاب بھی لکھی Why I accepted Islam جس میں اپنے اسلام قبول کرنے کی وجوہات بیان کی ہیں۔ غلام مرتضیٰ سعیدی صاحب نے اس کا ترجمہ کیا جس کی پہلی قسط اخبار اہل سنت، بابت مئی جون 1990ء میں شائع ہو چکی ہے (الحمدللہ! اصل کتاب بھی ہمارے پاس موجود ہے) اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

۱: جیسا کہ آپ میری عمر سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اسلام کی طرف میرا سفر براہ راست اور فوری نہیں تھا۔ بچپن میں میری تربیت مدرساتی عیسائیت میں ہوئی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں کیتھولک ازم سے (جبکہ لیور پول سخت کیتھولک دشمن تھا) دلچسپی رکھتا تھا لیکن میں نے اسے اس لئے مسترد کر دیا کہ وہ غریبوں کی مدد اور دنیا کو ایک بہتر مقام میں بدلنے کے حوالے سے غیر متوازن رویہ رکھتا تھا۔ تب میں اشتراکیت اور لیبر پارٹی سے وابستہ ہوا یہاں تک کہ مجھے احساس ہو گیا کہ ان کے پاس بھی غریبوں کی مدد اور دنیا کو ایک بہتر مقام میں بدلنے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ تب میں مارکسیت میں بالخصوص دلچسپی لینے لگا لیکن میں نے کبھی ایسی مارکسی تنظیم یا گروہ نہیں پایا جو غریبوں یا دنیا کے حوالے سے کوئی قدر و قیمت رکھتا ہو۔

۲: اگر آپ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو وہاں ایسے افراد کی کمی نہیں ہو گی جن سے آپ مل سکتے ہیں اور جنھیں آپ اپنے ایمان میں حصہ دار بنا سکتے ہیں۔ میرے محسوسات یہ ہیں کہ ایک مسجد کے اندر اگر سو افراد مشغول عبادت ہیں تو ان میں سے پچانوے افراد کو قطعی یقین ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور ان میں پانچ افراد ایسے ہیں جو قدرے کہ یقین رکھتے ہیں۔

یہ عیسائیت کے حوالے سے میرے تجربے سے بالکل برعکس تھا۔ جو کچھ میں نے دیکھا وہ یہ ہے کہ چند افراد چرچ جاتے ہیں اور ان افراد کی اکثریت اس پر یقین رکھتی تھی جو وہ سنتے یا کرتے تھے۔ لوگ سماجی رسم کے طور پر چرچ جاتے تھے یا دکھلاوے کے لئے یا پھر گپ شپ کرنے اور اس سے بھی بڑی چیز کہ وہ کاروبار کے لئے جاتے یا آجر کو خوش کرنے کے لئے مجھے کم وبیش یہی بتایا گیا کہ ایمان بچوں اور بوڑھی عورتوں کے لئے ہوتا ہے نہ کہ ایسے نوجوانوں کے لئے جو دنیوی معاملات سے باخبر ہوں۔۔۔ سکول میں مذہب کی تعلیم دینے والے ترقی پسند قسم کے استادوں کے ہاں جناب مسیح کے معجزات کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ جب نشریاتی ادارے جناب مسیح کی توہین کرتے ہیں اور ایسی فلمیں دکھاتے ہیں جن میں انھیں بے حیائی کے کاموں میں مصروف دکھایا جاتا ہے۔ تو عیسائی کچھ نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پرواہی نہیں کرتے۔۔۔ لیکن مسلمان واقعی کھرا ایمان رکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے رسول ﷺ کی اہانت کرتا ہے تو سخت پریشانی سے دوچار ہوتا ہے۔ تمام مسلمان ممالک میں موجودہ حکومتیں توہین آمیز سرگرمیوں کے اعلان پر مذہبی طبقوں کی طرف سے خوف کا شکار ہوتی رہتی ہیں اور کھلی تنقید کو روکنے کیلئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتی ہیں۔ ایک انگریز بشپ کی کون سنتا ہے۔ مسلمان دوستوں میں موجود اس گہرے خلوص نے مجھے بہت متاثر کیا۔

۳: ثانیاً میں ہمیشہ حیران تھا کہ مسلمان جنھیں میں جانتا ہوں کتنے اچھے ہیں۔ اسلام ان عمدہ قسم کی شخصی خصوصیات سے مطابقت رکھتا ہے۔ وہ کتنے فیاض تھے، وہ کتنے ہمدرد تھے وہ کتنے شفیق تھے، انگریز معاشرے میں ذاتی تعلقات میں جمع تفریق کا عادی تھا۔ وہاں لوگ فراخ دل نہیں تھے۔ وہ کوئی چیز نہیں دیتے تھے۔ وہ شراب کا ایک دور خریدتے اور پھر اس وقت تک انتظار میں بیٹھے رہتے کہ دوسرے تمام لوگ باری باری شراب خریدیں اور بدلے میں انھیں پلائیں۔ لوگ دوستی خریدتے اور بیچتے تھے، اگر آپ ان سے ملنے جاتے ہیں تو آپ کو کسی چیز کی پیشکش نہیں ہو گی یا پھر ایک گھنٹہ بعد ایک بسکٹ اور ایک کپ چائے دیا جائے گا۔۔۔ (عیسائی) جس ماحول کا میں عادی تھا وہاں جنگ تھی، سب کی جنگ اور سب کے خلاف، پھر مسلمانوں کی تقریبات میں گیا۔ وہاں اعلیٰ معیار معقول مقدار میں کھانا مفت فراہم کیا جاتا تھا۔ مسجد میں لوگ مہربان، خلیق اور ہمدرد دکھائی دیتے ہیں۔ وہاں ایک والہانہ ماحول تھا جو کہ انگریزی تقریبات کی سردمہری سے کہیں زیادہ مختلف تھا۔۔۔ جب میں مسلمان خاندانوں سے ملا تو ان کے

بچے بڑے دل موہ لینے والے تھے۔۔۔آپ ان سے واقعی کسی گستاخانہ جواب کے بغیر بات کر سکتے ہیں۔ان کے ننھے منے سرخوب صورت بچگانہ خیالات سے بھرے ہوئے ہیں نہ کہ ان عجیب وغریب، بیہودہ اور ذہنی طور پر الجھے ہوئے (انگریز) بچوں کی طرح جنھیں میں ملا تھا۔مسلمانوں کے بچے ہشاش بشاش نظر آتے تھے اور وہ تھے بھی خوش۔وہ ان ننھے منے (انگریز) وحشیوں سے کہ جنھیں میں جانتا تھا کہ کس قدر مختلف تھے۔

۴: بلا شبہ یہاں ایسے مسلمانوں کی کمی نہیں جن سے احمقانہ حرکات سرزد ہوتی ہیں۔میرے حافظے میں کئی ایسے لمحات محفوظ ہیں جب مسلمان بدتمیز اور قابل گرفت تھے لیکن میں ان لمحات کو بھلا دینا چاہوں گا مگر جس چیز نے مجھے حیران کیا وہ ان کا مجھ سے معذرت کرنا تھا اور معذرت بھی مجھ سے فورا کی گئی۔انگریز لوگ کسی سے معذرت کرنا کمزوری کی ایک نا قابل معافی علامت تصور کرتے ہیں۔۔۔

۵۔ ثالثاً جس چیز نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا وہ ان کا بے حد خوش ہونا تھا۔اگر کوئی شخص یہ جانچنا چاہے کہ عقائد کا کون سا نظام اپنے ماننے والوں کو زیادہ خوش کرتا ہے تو اسلام سب سے اوپر ہوگا۔میں انگریز معاشرے سے آیا ہوں اور معاشرے کی شدید سوگواری نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا۔لوگ بہت زیادہ غمزدہ اور مصائب کا شکار ہیں۔وہ زندگی کی بے مقصدیت کے چبھتے ہوئے احساس کے باعث اذیت میں ہیں۔وہ اپنے آپ سے، اپنی بیویوں سے، اپنے شوہروں سے اپنے کاروبار سے اور زندگی میں اپنے منصب سے اکتائے ہوئے ہیں میرے خیال میں اس کی وجہ خودغرضی اور تنہائی ہے جو یہ سب کچھ پیدا کرتی ہے۔نیز زیادہ سے زیادہ مادی اشیاء پر تصرف کی کوشش زندگی کی بے مقصدیت اور کھوکھلے پن کے احساس کو مزید تیز کرتی ہے مادی اشیاء سے حقیقی مسرت صرف اسی صورت میں حاصل کی جاسکتی ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی ان میں حصہ دار بنایا جائے اور یہ اشیا دوسرے لوگوں کو بھی دی جائیں بلکہ سب سے اعلی چیز تو یہ ہے کہ انھیں انسانوں کے مقابلے میں تولا ہی نہ جائے۔انگریز ان میں سے کوئی کام بھی نہیں کرتے۔مسلمان معاشرے میں ذہنی بیماریوں کی شرح کم ہے جس کا سبب شراب نوشی سے پرہیز ہے مسلمان قانون کے حوالے سے بڑے مشہور ہیں میرے خیال میں اس کا سرچشمہ شدید بے سکونی کی عدم موجودگی ہے جو کہ غیر مسلم معاشرے میں پائی جاتی ہے۔۔۔موت کے خوف نے جدید امریکہ کو باوجود وہاں کی تجہیز وتکفین کی رسومات اور دائمی زندگی کے حصول کے لئے جادو اثر دواؤں کی تلاش کے جھنجھوڑ کے رکھ دیا ہے۔مسلمانوں میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو موت کے مسئلے میں کسی پریشانی کا شکار ہو حالانکہ یہ چیز غیر مسلم معاشرے میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔انگریز معاشرت کی ایک خوبی یہ ہے کہ مذہب وہاں جس انداز میں موجود ہے وہ لوگوں کو مزید غمزدہ کرتا ہے۔عیسائیت سے متعلق میری یادداشت میں کئی ایسے لوگ شامل ہیں جو غم کے باعث پاگل یا پھر دوزخ کی آگ کے ڈر سے نیم پاگل ہو گئے ہیں۔اسلام میں یہ چیز مفقود نظر آتی ہے حالانکہ یوم حساب مسلمانوں کے ہاں ایک اٹل حقیقت ہے۔بہت سے عیسائیوں کے نزدیک خدا برطانیہ کے سب سے احمق مجسٹریٹ سے بھی زیادہ غیر منصف ہے۔''

یہ ہے انگلینڈ میں مسلم اور عیسائی معاشرت کا فرق جس کا نقشہ ایک چشم دید گواہ نے مندرجہ بالا سطور میں کھینچا ہے۔تہذیب مغرب کے عشاق اپنی غلامانہ ذہنیت کے تحت ہمارے سامنے جو اس کی چمک دمک کا ذکر کرتے رہتے ہیں، محض حق نمک ادا کرتے ہیں وہاں اصل بات یہی ہے جس کی بنا پر مسیحی فضا میں آنکھ کھولنے والے جویائے حق کو اسلام ہی کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔جن مسلمانوں سے اسے میل جول کا موقعہ ملا ہے۔وہ غوث، قطب وغیرہ نہیں بلکہ ہم جیسے عام مسلمان ہیں مگر پھر بھی صاحب قرآن ﷺ کی غلامی اور قرآن سے کچھ نہ کچھ وابستگی سے بھی اپنے اثرات کا لوہا منوالیا اور ایک کافر کو بندہ اسلام بننے پر مجبور کر دیا۔

غور فرمائیے انسان کے لئے زندگی کی بے مقصدیت کا تصور ہولناک اور تباہ کن ہے اور دور حاضر کا انسان اپنی ساری علمی وسائنسی ترقی کے باوجود اسی دولت سے محروم ہے تو ترقی چہ معنی دارد۔قرآن کے اسی احسان کو سامنے رکھ لیا جائے کہ اس نے بے مقصدیت کے تصور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے اسی کی عظمت واہمیت کا کیا اہم ثبوت ہے۔سوچئے اس نے کس جھنجھوڑنے والے انداز میں بنی نوع انسان سے فرمایا۔

احسبتم انما خلقنکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون ٥ (المومنون۔۱۱۵)

ترجمہ: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں بیکار بنایا اور تمھیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کے نزدیک عیسائی معاشرے کی بے چینی کا اہم سبب زیادہ سے زیادہ مالی و مادی وسائل پر قبضہ کرنے کی روز افزوں خواہش ہے اور قرآن پاک نے اسی کو ''تکاثر'' فرما کر اسے غفلت انسانی کا سبب قرار دیا ایک شخص دوسرے کے حقوق لوٹتا ہے تو بھی اسی کے زیر اثر اور ایک قوم دوسری کی آزادی سلب کرنا چاہتی ہے تو بھی اس ناپاک وملعون خواہش کے باعث کشمیر، بوسنیا اور چیچنیا میں جو قیامتیں برپا ہیں ان کی پیچھے یہی شیطانیت کارفرما ہے۔ اور یہی دنیا کی بدامنی کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اچھی معاشرت ہی سے اچھی سیاست پھوٹتی ہے دور حاضر میں امریکہ اور یورپ کو جمہوریت کا چیمپین سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ مغربی جمہوریت اس قرآنی جمہوریت کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ جس نے حاکم ومحکوم کو بالکل ایک جیسے حقوق عطا فرمائے تھے۔ جس میں میرٹ (Merit) ہی اصل سفارش تھا۔ بیوروکریسی کو کھیل کھیلنے کی قطعاً اجازت نہیں تھی، عمال داعیان حکومت پر عوام سے کہیں زیادہ پابندیاں تھیں خلافت وامارت، زہد وتقویٰ کے نازک ترین تقاضوں کو پورا کرنے کا نام تھا۔ تنخواہ دار وزیروں کی فوج ظفر موج کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کمزور کو جب تک اس کا چھینا ہوا حق نہ لوٹایا جاتا، قوی سمجھا جاتا اور قوی کو جب تک اس کے ظلم کی سزا نہیں ملتی تھی کمزور سمجھا جاتا (جیسا کہ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے اپنے اولین خطبے میں اپنی حکومتی پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا تھا) مال غنیمت میں خلیفہ اور عام سپاہی کا حصہ برابر تھا اور ایک کمزور بڑھیا کو بھی اعتراض کرنے کا حق تھا (جیسا کہ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بڑھیا نے غلط فہمی کی بنا پر ایسا کیا اسے باقاعدہ مطمئن کرایا گیا) منصب خلافت ملک کے امن وسکون کا ضامن تھا اور خلیفہ محض اپنی جان کی خاطر دوسروں کو باہمی قتل و غارت کی اجازت نہیں دیتا تھا (جیسا کہ خلیفہ ثالث کی شہادت سے ظاہر ہے) حکومت کا اپنا مقرر کردہ قاضی بھی عدل وانصاف کے آئینی تقاضوں کے تحت خلیفہ وقت کے خلاف فیصلہ سنا دیتا تھا تو اس کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی اور اس طرز عدالت کو اسلام کی عزت وبقا کیلئے سمجھا جاتا تھا (جیسا کہ خلیفہ چہارم کرم اللہ وجہہ کے تعینات کردہ چیف جسٹس نے آپ ہی کے خلاف ایک یہودی کے حق میں فیصلہ سنا دیا تھا)۔ اگر کوئی معزز سردار یا گورنر کسی گمنام بدو کو تھپڑ رسید کر دیتا تھا تو حکومت کی طرف سے اس کا بدلہ بھی لیا جاتا تھا۔ قحط کے دنوں میں اگر عوام کو گھی نہیں ملتا تھا تو خلیفہ خود بھی اس سے کنارہ کش رہتا تھا۔ حکومت کا سربراہ چوکس چوکیدار کی طرح پہرہ دیتا اور محتاجوں کے گھروں میں اپنی پیٹھ پر آٹا لاد کر پہنچاتا تھا۔ محاذ جنگ سے سپاہیوں کے خطوط آتے تو خود گھر پہنچاتا اور گھر کے دروازے پر بیٹھ کر ان کے جواب بھی لکھ دیتا۔

وہ معاشرہ جو قرآن اور صاحب قرآن (ﷺ) کے فیض سے محروم ہے۔ کیا ایسی معاشرت، عدالت، طرز حکومت وسیاست کا تصور کر سکتا ہے۔ دنیا بھر کے مختلف اقوام وملل کے مجموعہ ہائے قوانین کی ایک ایک شق دیکھ لیجئے پھر کتاب وسنت کے قوانین وضوابط کو بھی ملاحظہ کیجئے۔ یقیناً جس طرح قرآن پاک کی ایک سورت کا جواب بھی فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے محال ہے، یونہی اسلامی ضابطہ حیات کی کسی ایک شق اور جزئیے کی نظیر بھی ناممکن ہے۔

قرآنی سزائیں: بعض نفس پرست اور دوں ہمت لوگ قرآن حکیم کی سزاؤں کے خلاف پروپیگنڈا کرتے ہیں اور انہیں موجودہ دور کے تقاضوں کے منافی ظاہر کرتے ہیں بلکہ جو زیادہ منہ پھٹ ہیں انہیں وحشانہ قرار دیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ایسی سوچ بدترین جہالت وسفاہت بلکہ مجرمانہ ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے اگر آپ معاشرے سے لوٹ مار، قتل وغارت اور بدامنی ودہشت گردی کا خاتمہ چاہتے ہیں تو قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں پر سخت ہاتھ ڈالئے اور کسی قاتل ودہشت گرد کو معاشرے کا امن وسکون برباد کرنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہ دیجئے اگر قاتل کو قتل نہ کیا جائے گا تو قتل وغارت کا بازار گرم ہو جائے گا اگر چور سے درگزر کرتے ہیں تو چوری کی وارداتوں میں اضافے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا بگڑا ہوا آدمی اگر نہ پکڑا جائے گا تو سارے معاشرے کو بگاڑ دے گا ظالم پر رحم کرنا اور در اصل مظلوم پر ظلم کرنے کے مترادف ہے اور یتیموں، بیواؤں اور بیکسوں کے حقوق پر ڈاکا ڈالنے والوں سے رعایت برتنا در اصل ان کے ظلم وستم کی زد میں آنے والوں کی امن پسندی سے سنگین مذاق ہے ایک دو مجرموں کو معاف کر کے یو

ری قوم کوسزا دینا انصاف کا تقاضا ہے نہ عقل و دانش کا اسے کسی صورت عفو و احسان بھی نہیں کہا جا سکتا آپ سچے دل سے تائب ہونے والے سے اپنا ذاتی انتقام نہ لیں تو الگ بات ہے مگر کمزوروں اور بے کسوں پر زیادتی کرنے والوں کو معاف کرنے کا حق آپ کو کس نے دیا ہے ہاں ہاں، وہ شخص کیسا رحمدل ہے جسے مظلوموں کی چیخیں تو سنائی نہیں دیتیں، جسے کسی گاڑھے پسینے کی کمائی لٹنے پر تو ترس نہیں آتا، جس کا دل کسی مسافر درماندہ کی بے گور و کفن لاش دیکھ کر نہیں پسیجتا جسے ایک شریفہ وعفیفہ خاتون کی عصمت لٹنے پر تو پریشانی نہیں ہوتی، ہاں اسے رحم آتا ہے تو بے رحم پر، جان بچانا چاہتا ہے تو قاتل کی، ہاتھ پاؤں سلامت دیکھنا چاہتا ہے تو کسی دہشت گرد کے، تحفظ چاہتا ہے تو کسی ستمگر کا، سزا روکنا چاہتا ہے تو کسی زانی کی، سچ پوچھیے تو ڈاکو سے ڈاکو کا محافظ، قاتل سے قاتل کا سرپرست، زانی سے زانی کا ایجنٹ اور ظالم سے ظالم کا والی کم مجرم وخطرناک اور مستحق سزا نہیں ہے

جن ملکوں میں زنا بالرضا کو قانونی حیثیت دی گئی تھی۔ وہاں تہذیب اتنی زوال پذیر ہو چکی ہے کہ اب لواطت اور جنس پرستی کو بھی کھلی چھٹی مل رہی ہے اور اس قسم کے مجرم فوجی بھرتی کے اہل بھی قرار دیئے جا رہے ہیں اور پادری حضرات کبھی کبھی لڑکے کا لڑکے سے نکاح بھی پڑھانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اگر اس قسم کی حیوانی جبلت قرآنی سزاؤں کو گوارا نہیں کرتی تو وجہ ظاہر ہے مگر کھلی آنکھوں سے اس کا انجام بھی دیکھ لینا چاہئے دنیا میں آج تک جو قومیں اور جو شہر تباہ ہوئے، کیا ان کی تباہی کے اسباب میں یہ شیطانی وحیوانی جبلت خصوصی اہمیت نہیں رکھتی تھی، زانی، کو دُرّے لگانے یا سنگسار کرنے سے تہذیب کے ماتھے پر بل پڑ جاتے ہیں تو فرمایئے یہ ایڈز کا درد جو پورے مغربی ڈھانچے کو اپنی زد میں لے رہا ہے کم سزا ہے۔

یہ قرآن پاک کے نظام حدود اور حضور صاحب قرآن ﷺ کی تربیت کی برکت تھی کہ چند سال میں صدیوں کا بگڑا ہوا معاشرہ کلیتاً پاک ہو گیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان حدود و تعزیرات کے استعمال کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی، آج بھی آپ دیکھ لیں ڈاکے چوریاں کرنے والے اکثر وہ امیر زادے ہوتے ہیں جو کسی مالی ضرورت کی بنا پر نہیں بلکہ غلط تربیت کی بنا پر جرائم پیشہ ہو جاتے ہیں، چنانچہ اس صورت حال میں اگر ایک دو چوروں اور ڈاکوؤں کو سزا دے کر قرآنی قانون کی بالادستی سے اس قسم کی ذہنیت رکھنے والے تمام مجرموں کو عبرت دلائی جائے تو کیا حرج ہے۔ یہی حال قوم کی بیٹیوں کی عزت سے کھیلنے والے ناپاک لوگوں کا ہے۔ لہذا معاشرے میں امن وامان برقرار رکھنے اور جان و مال و ناموس کا تحفظ مستحکم کرنے کے لئے قرآنی نظام کے نفاذ کی برکات ایسی ہیں جن کا بدل نہیں اور تاریخ اس پر گواہ ہے۔

خود حضور ہادی کونین سید الثقلین ﷺ فرماتے ہیں۔

اقا مته حد من حد و د الله خير من مطر اربعين ليلته فى بلا د الله عزوجل (سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: اللہ کی حدود میں سے ایک حد قائم کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔

اور اے کار پردازان حکومت اور اے بہی خواہان ملت، یہ ارشاد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام بھی سن لیجئے۔

اقيمو ا حدود الله فى القريب و البعيد ولا تا خذ كم لو مته لا ئم (سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: قریبی ہوں یا دور کے، ان میں حدود قائم کرو اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمہیں اس حکم ربانی کی تعمیل سے باز نہ رکھ سکے

قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے امن آفرین انقلاب کی وسعت دیکھنا ہو تو اس واقعے کو سامنے رکھئے جب حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ حضور پرنور ﷺ کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہوئے تھے اور ہادی اعظم پیغمبر امن ومساوات ﷺ انہیں دعوت اسلام دیتے ہوئے فرمارہے تھے۔

''عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو یہ امر مانع ہے کہ سب لوگ غریب ہیں۔ بخدا! ان میں اس قدر مال ہونے والا ہے کہ کوئی شخص مال لینے والا باقی نہ رہے گا''۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے تم کو شاید یہ امر بھی مانع ہے کہ ہم لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ہمارے دشمن بہت ہیں۔ بخدا وقت قریب

آرہا ہے جب تو سن لے گا کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی اور مکہ کا حج کرے گی اور اسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر بھی مانع ہے کہ حکومت اور سلطنت آج کل دوسری قوموں میں ہے واللہ وہ وقت قریب آرہا ہے جب تو سن لے گا کہ ارض بابل کا سفید محل (نوشیرواں) کا درباری دیوانخانہ) مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوگا۔ (رحمۃ للعلمین ج ا)

حضرت عدی اسی وقت اسلام لائے اور پھر وہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد نبوی کے بعد دو سال پورے ہو چکے تھے اور تیسرا سال جارہا تھا کہ میں نے ارض بابل کے محلات کو بھی فتح شدہ دیکھ لیا اور ایک بڑھیا کو قادسیہ سے مکہ تک حج کے لئے اکیلی آتے بھی دیکھ لیا۔ امید ہے کہ تیری بات بھی ہو کر رہے گی۔

اپنے لاجواب انداز بیان اور بہترین ضابطہ حیات ہونے کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کا یہ وصف بھی نہایت نمایاں ہے کہ یہ تمام علوم کا سرچشمہ اور تمام حقائق کا جامع ہے اس سے بے نیاز ہو کر کسی قسم کی علمی ترقی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بعض جدید علوم جن پر پرستاران مغرب کو بہت ناز ہے بالواسطہ اسی کے مرہون فیض ہیں۔ اہل اسلام کا صدیوں اسپین پر فرمانروا رہنا یورپ کی علمی بنیاد بن گیا۔ اگرچہ متعصب مستشرقین نے اسلام کے احسانات پر پردہ ڈالنے کی پوری پوری کوشش کی ہے مگر پھر بھی کہیں نہ کہیں انہیں حضور پرنور ﷺ کے اور قرآن پاک لائے ہوئے ہمہ جہتی انقلاب کی برکات کا اعتراف کرتے ہی بنی ہے۔ مثلاً ہارٹ وگ ہرشفیلڈ (Hartwig Hirschfield) اپنی کتاب

Researchies into the compos-itition and the exegesis of the Quran.

کے صفحہ 6 پر لکھتا ہے۔

We must not be surprised to find the Quran the fountain head of the sciences.

ترجمہ: قرآن کو (تمام) سائنسوں کا سرچشمہ پا کر ہمیں حیران نہیں ہونا چاہئے۔ پھر آگے صفحہ 69 پر ملاحظہ فرمائیے۔

In the same manner the Quran gave an impetus to medical studies and recommended the contemplation and studyof Nature in general.

ترجمہ: اسی طرح قرآن نے طبی علوم (وتحقیقات) کا جوش دلایا اور عام طور پر مظاہر فطرت میں غور وخوض اوران کا مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

مگر یہ تو جامعیت قرآن کا فقط ایک پہلو ہے۔ اس کا اپنا دعوٰی یہ ہے کہ کائنات کی کوئی ایسی چیز نہیں جس کا (کسی نہ کسی طرح سے) ذکر اس میں موجود نہ ہو چنانچہ قرآنی الفاظ میں

ما فر طنا فی الکتب من شیئی O (الانعام)

ترجمہ: ''ہم نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کا ذکر اس کتاب میں نہ ہو۔

اس ضمن میں حضور ہادی کائنات ﷺ نے فرمایا (طویل حدیث پاک کا ایک درمیانی جملہ)

فیه نبا ما قبلکم و خبر ما بعد کم و حکمه ما بینکم

ترجمہ: اس میں تمہارے اگلوں کی خبریں، پچھلوں کی خبریں اور تمہارے جھگڑوں کا فیصلہ ہے (یعنی اس میں گزشتہ امتوں کے واقعات آئندہ تا قیامت بلکہ جنت ودوزخ کے حالات بھی ہیں اور عبادات ومعاملات وسیاسیات کے بارے میں ہدایات بھی ہیں۔

اس طویل حدیث کے آخر میں آگے جا کر فرمایا

لا ینقضی عجا ئبہ

ترجمہ:اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔

چنانچہ عجائبات کاایک جلوہ اس کی جامعیت ہے۔ایسی جامعیت کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

لو ضا ع لی عقال بعیر لو جد تہ فی کتا ب اللہ (الاتقان)

ترجمہ:اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہوجائے تو قرآن میں اسے پالیتا ہوں (یعنی قرآنی علم کے فیض سے اسے ڈھونڈ لیتا ہوں) اس کی حیران کن جامعیت کوسمجھنے کے لئے جدید زمانے کے چندواقعات کاذکرنہایت موزوں معلوم ہوتا ہے۔

پہلا واقعہ: ایک امریکن پادری گولڑہ شریف آیااور مجلس میں داخل ہوتے ہی سوال پیش کیا کہ مسلمانوں کا دعوی ہے کہ قرآن شریف میں ہر چیز کا ذکرموجود ہے حالانکہ حضرت امام حسین جن کی زندگی میں قرآن چھ برس تک نازل ہوتارہاان کانام تک قرآن میں موجودنہیں حضرت امام حسین نے اسلام کے لئے بڑی قربانی دی ہے۔ایسے خادم اسلام کاذکرقرآن میں ضرور ہونا چاہئے تھا۔

حضرت نے دریافت فرمایا کہ پادری صاحب! کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے؟ کہنے لگے میں نے قرآن پڑھااوراس وقت بھی میری جیب میں موجود ہے۔فرمائیے کہاں سے پڑھوں؟ آپ نے اپنے علماء کی طرف دیکھااور مسکراکرفرمایا۔سبحان اللہ پادری صاحب کوبھی قرآن دانی کا دعوی ہے۔یہاں عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں۔مگر اس دعوے کی مجال نہیں۔پھر پادری سے مخاطب ہوکرفرمایا۔اچھا پادری صاحب! قرآن پڑھئے،کہیں سے پڑھ دیجئے۔وہ مؤدب ہوکر بیٹھ گیااور عربی لہجے میں ترتیل سے پڑھنے لگا۔اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔قبلہ عالم قدس سرہ نے اشارے سے روک کرفرمایا کہ بس۔اعوذ تو قرآن کا حصہ نہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اور بقاعدہ ابجداس کے عدد ۷۸۶ ہیں۔اب ذرا لکھئے۔

امام حسین۔عدد ہیں ۲۱۰

سن پیدائش۔عدد ہیں ۴

سن شہادت۔عدد ہیں ۶۱

کرب وبلا۔عدد ہیں ۲۶۱

امام حسن۔عدد ہیں ۲۰۰

سن شہادت۔عدد ہیں ۵۰

میزان۔۔۔۔۔۔۷۸۶

حضرت نے فرمایا،پادری صاحب! قرآن مجید کی جوپہلی آیت آپ نے پڑھی،اس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کانام،سن پیدائش، مقام شہادت،ان کے بھائی صاحب کانام،سن شہادت اوردونوں بھائیوں کے امام ہونے کاثبوت موجود ہے۔آگے چلئے تو شاید ان کی زندگی کے کئی واقعات بھی مل سکتے ہیں۔

اس پراس امریکن پادری نے کہا'عربوں کے علم ہندسہ اورجعفروغیرہ کاذکر مستشرقین یورپ کی کتابوں میں میری نظر سے گزرا ہے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ مسلمانوں نے ان علوم کے اندراتنی گہری ریسرچ (تحقیق) کی ہوئی ہے۔

دوسرا واقعہ: شیخ المشائخ حضرت پیرنظیر احمد موڑوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں اس موقع پرایک عجیب قصہ یادآیا،چندعیسائی علمائے بیروت نے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں آکرایک موقعہ پرقرآن کی تشریح کرتے ہوئے مسلمانوں کومخاطب کر کے سوال کیااس پرتعجب ہے کہ قرآن کادعوی حد سے

زیادہ ہے کہ۔

ولا حبه فی ظلمات الا رض ولا رطب ولا یا بس الا فی کتب مبین. (انعام۔۵۹)

ترجمہ: اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر نہ خشک چیز مگر وہ سب کتاب مبین میں۔

یہ دعوی بلا ثبوت ہے۔ یہ معترضین عربی کے اعلی پروفیسر اور لا ثانی عالم تھے۔ ان لوگوں نے اعلی اور جید مسلمان علما کے جلسے میں یہ اعتراض پیش کیا۔ اعتراض اس طرح تھا کہ جب یہ دعوی ہے کہ سوکھی اور گیلی کھجور تک یعنی ہر چیز کا بیان قرآن شریف میں موجود ہے اور ایک اندھیری رات میں ایک حبہ اور ذرہ بھی مفقود نہیں جس کا بیان قرآن شریف میں موجود نہ ہو، باوجود اس قدر سخت دعوے کے چھوٹی اشیا تو درکنار جرمن وار جنگ عظیم جو جنگ دنیا ہے اور ساری دنیا کا حادثہ ہے اور اس بڑی چیز کا ذکر تو اس قرآن شریف میں دکھلا دو تو ہم مان جائیں گے یہ دعوی درست ہے۔

اب دعوی کی تاویلات اور تشریحات علماء نے اپنی اپنی استعداد کے موافق کیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی اور علمائے بیروت غالب آ گئے۔ اب مسلمانوں کو سخت شکست ہوئی اور کسی تفسیر یا کسی کتاب میں تشریح موجود نہ تھی۔ علماء ظواہر سوائے کتاب کے کچھ جانتے ہی نہیں۔ اب یہ واقعہ مشہور ہوا، بے حد کوشش کے باوجود حل نہ ہوا۔ آخر میں مولانا غلام کبریا صاحب بہاری شمس العلما جو ہمارے استاد ہیں اور ایک اور مولانا ان کے دوست تھے جو مانکی پور انگریزی کالج میں عربی کے پروفیسر تھے۔ یہ دو آدمی اس مسئلے کے فکر وغم میں زیادہ بیتاب ہوئے اور کالج سے رخصت لے کر طویل سفر اختیار کیا۔ تا کہ بڑی بڑی لائبریریوں میں پرانی تفسیر میں یہ مسئلہ دیکھا جائے۔ چنانچہ پٹنہ بہار میں ملک خدا بخش صاحب وکیل گزرے ہیں۔ انھوں نے لکھو کھہا روپیہ صرف کر کے ایک ایسی عظیم الشان لائبریری قائم کی کہ تمام ہندوستان کیا بلکہ غیر ممالک میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان علمائے نے سب سے پہلے پٹنہ بہار کا سفر اختیار کیا۔ جب لائبریری میں پہنچے تو حیران تھے کہ کونسی کتاب ملاحظہ کی جائے۔ پروفیسر صاحب مانکی پور نے کہا حضرت محی الدین عربی شیخ الا کبر کی تفسیر لائی جائے چنانچہ لائی گئی۔ مولانا نے بغیر ارادہ کتاب کھول کر میز پر رکھ دی تو پہلی ہی دفعہ یہ آیات قرآن شریف نکل آئیں۔

ان الا برار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم (الانفطار)

ترجمہ: بیشک نیکو کار بہشت میں اور بیشک بدکار دوزخ میں ہیں مولانا نے صرف طرز بیان دیکھنے کے لئے پڑھنا شروع کر دیا تو حضرت شیخ الا کبر موصوف نے ان آیات کی تشریح میں لکھا ہے کہ ایک زمانہ دنیا میں وہ آئے گا کہ ایک جنگ عظیم ہو گی اور بے شمار لوگ جہنم میں جائیں گے اور بے شمار بہشت میں جائیں گے

اب اس بیان کے بعد حضرت شیخ الا کبر نے آیات کے عدد نکال کر ایک خاص طریقہ پر جمع کر کے تقسیم کئے تو انیس سو اٹھارہ ۱۹۱۸ء کا عدد برآمد ہوا۔ حضرت شیخ الا کبر نے تشریح کی کہ عیسائی حکومت کا زمانہ ہو گا اور یہ واقعہ ۱۹۱۸ء میں پیش آئے گا۔ جب عبارت مولانا نے پڑھی تو ان کی خوشی اور مسرت کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ ان پر حالت وجد طاری ہو گئی۔ کتاب کو سر پر رکھا اور آنسو جاری ہو گئے چہرہ سرخ ہو گیا اور ایک جوش پیدا ہوا بڑی دیر کے بعد کم ہوا۔ مولانا نے کتاب کی اس تحریر کا فوٹو لیا اور علمائے بیروت کو لا کر دکھایا۔ علمائے بیروت کی زبان پر مہر خاموشی لگ گئی اور کوئی جرات بولنے کی نہ رہی۔ اب اس واقع کا اثر نہ صرف عیسائی علماء پر پڑا بلکہ علمائے اسلام میں جو وحید العصر تھے، ان کو بھی یقین ہوا کہ ہم لوگ قرآن شریف کے سمجھنے سے قاصر ہیں اور ہمارے علوم ناقص ہیں۔

تیسرا واقعہ: اسلامک ہورائزنز (پلینین فیلڈ، انڈیانا) کے شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۸۳ء میں ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا تھا۔ ملاحظہ کیجئے۔

ڈاکٹر مورس بوکائی، سعودی عرب میں شاہ فیصل کے معالج تھے جب وہ قرآن مجید سے متعارف ہوئے۔ انھوں نے اسلام قبول کر لیا اور پھر ''دی بائبل قرآن اینڈ سائنس'' نامی کتاب لکھ کر ایک دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا۔ ان کی قرآنی تشریحات سے متاثر ہو کر حال میں ہی فرانس کے شہرہ آفاق بحری محقق کیپٹن کوسٹیو حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اپنے ملک میں صدر فرانس کی سی شہرت رکھنے والے کیپٹن کوسٹیو کہتے ہیں۔

''ہم بعض محققین کی توضیحات کا جائزہ لے رہے تھے جن کا یہ کہنا ہے کہ زیر آب ایسے پردے ہوتے ہیں جو ایک سمندر کو دوسرے سے جدا کرتے ہیں۔ ہماری تحقیق سے ثابت ہوا کہ بحیرہ روم کی اپنی حرارتی کیفیات ہیں، اپنا نمکیاتی تناسب ہے اور اپنی کثافت۔ بعد میں ہم نے بحرا وقیانوس پر تحقیق کی تو معلوم ہوا اس کی یہ کیفیات بحیرہ روم سے خاصی مختلف ہیں، اگرچہ دونوں سمندر آبنائے جبرالٹر (جبل الطارق) کے ذریعے باہم ملے ہوئے ہیں۔ منطقی تقاضا یہ تھا کہ باہم ملے ہونے کے باعث ان دونوں کا نمکیاتی تناسب اور کثافت وغیرہ یکساں ہوتی لیکن معاملہ اس کے برعکس تھا یہ بڑی حیرت کی بات تھی دیگر تمام سمندر بھی اپنی انفرادی خصوصیات رکھتے ہیں۔ ان کی جائے ملاپ پر بھی ایسے پردے حائل ہوں گے! جرمن سائنسدانوں کا ایک گروہ بھی اس نتیجے پر پہنچا جب ۱۹۶۲ء میں انھوں نے خلیج عدن کے نزدیک بحیرہ احمر کی جائے خروج پر تحقیق کی۔ بعد کی تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاں دو سمندر ملتے ہیں وہاں ایسے پردے حائل ہوتے ہیں

کیپٹن کوسٹیو نے اپنی اس تحقیق کے نتائج سے اپنے دوست مورس بکائی کو آگاہ کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی نئی بات نہیں۔ قرآن نے یہ حقیقت واضح طور پر بیان کی ہے اور کوئی بھی اسے پڑھ کر جان سکتا ہے۔ کیپٹن کوسٹیو نے قرآن پڑھا تو وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ اس نے برملا کہا میں اعلان کرتا ہوں کہ اسلام خالص وحی الٰہی ہے۔ ہماری سائنس آج اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے جسے قرآن نے چودہ صدیاں پہلے بنی نوع انسان کو آگاہ کر دیا ہے۔ قرآن کے الفاظ یہ ہے۔

مرج البحرین یلتقیٰن o بینھما برزخ لایبغین O (الرحمٰن: ۲۰،۱۹)

ترجمہ: دو سمندر کو اس نے چھوڑ دیا کہ باہم مل جائیں۔ پھر بھی ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے

اور دوسری جگہ فرمایا **ھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا** (الفرقان ۵۲)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا کر رکھا ہے۔ ایک لذیذ و شیریں، دوسرا تلخ و شور اور ان دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ ایک رکاوٹ ہے جو انھیں گڈمڈ ہونے سے روکے ہوئے ہے۔ (اردو ڈائجسٹ بابت ربیع الاول شریف ۱۴۱۳ھ دسمبر ۱۹۹۲ء زیر عنوان مطالعے کی ڈائری)

غرض قرآن پاک کا یہ دعوی کہ اس میں ہر چیز کا بیان ہے، بالکل حق ہے یہ الگ بات ہے کہ ہم اپنی کم عقلی و کم فہمی کی بنا پر سمجھنے سے قاصر ہوں (گویا نہ ہونا اور ہے اور نہ پانا اور۔ اس میں سب کچھ ہے مگر جس میں جتنا علم و عرفان ہے، اتنی ہی اس کی یافت ہے۔

جمیع العلم فی القران لکن

تقاصر عنہ افھام الرجال

ترجمہ: سارا علم قرآن پاک میں ہے مگر انسانوں کے فہم میں کوتاہی ہے (جو سب کچھ نہیں پا سکتے)

اسی ڈاکٹر مورس بکائی نے اپنی مذکورہ کتاب میں سورۃ الانشقاق کی آیات ۱۸، ۱۹، ۲۰، سے ثابت کیا ہے کہ ان میں تین سائنس دانوں کے چاند پر پہنچنے کے واقعے کی طرف بھی واضح اشارہ موجود ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہم زندگی بھر علم کی تلاش میں دوسروں کی تحقیقات میں گم رہتے ہیں اور وہ کتاب جو پائندہ اسرار اور لازوال حقائق کا مجموعہ ہے، ہمارے پاس ہوتے ہوئے بھی ہماری نظر سے اوجھل ہے۔

دور حاضر یا جدید دور جاہلیت: دور حاضر میں یوں تو مختلف علوم فنون نے بے پناہ ترقی کر لی ہے۔ سائنسی ایجادات کی برکت سے زمان و مکان کے فاصلے سمٹ رہے ہیں۔ انسان چاند پر پہنچ چکا ہے اور مریخ پر پہنچنے کی تیاریوں میں ہے۔ زمین اپنے خزانے اگل رہی ہے اور بہت سے حقائق سینہ گیتی سے ابل رہے ہیں۔ اوہام کی ظلمتیں چھٹ رہی ہیں اور فرسودہ رسم و رواج کی زنجیریں کٹ رہی ہیں۔ یقیناً یہ تہذیب جدید کی فتوحات ہیں مگر اس کے باوجود ''انسانیت'' پر بڑا نازک وقت ہے۔ ترقی کی اس گھن گرج کے باوجود تنزل اور بھی ہولناک ہوتا جا رہا ہے۔ انسان بظاہر ثریا پر

کمندیں ڈال رہا ہے مگر بہ باطن اس کا رخ نیچے ثریٰ کی طرف ہے یوں تو شہروں پر شہر آباد ہو رہے ہیں مگر دلوں کی بستیوں کی ویرانی کچھ نہ پوچھئے ، بجلی کے قمقموں سے ایک جہان روشن ہو چکا ہے مگر اندر کی ظلمات کا کوئی مداوا نظر نہیں آتا۔ تہذیب وتمدن کے اجالوں کی بھر مار ہے مگر شرم وحیا مہر ومروت جو انسانیت کی اصل متاع ومعیار ہیں کے چراغ گل ہو رہے ہیں انسان کو آزادی کی نوید سنائی جا رہی ہے مگر حرص وہوس اور نفسیات وشہوانیت میں گرفتار کیا جا رہا ہے۔

اقبال علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا تھا۔

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری

اور دور حاضر کے انسان کے بارے میں یہ بھی حضرت اقبال ہی کا تجزیہ ہے۔

عشق ناپید و خرد میں گردش صورت مار
عقل کو تابع فرمان نظر کر نہ سکا !
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

سوچئے ، اس صورت حال میں کیا دور حاضر کی علمی وسائنسی ترقی کو قابل فخر قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہر گز نہیں! حقیقت یہ ہے کہ "طلوع اسلام" سے جاہلیت کا جو دور ختم ہوا تھا، اب وہ نئے انداز اور نئے ساز وسامان سے پھر دنیا کی تباہی کے لئے آکھڑا ہوا ہے۔ لہٰذا اسے جدید دور جاہلیت کہنا زیادہ مناسب ہے۔ قدیم دور دور جاہلیت سے مٹی کی مورتیوں اور پتھر کے بتوں کے علاوہ رنگ ونسل، زبان ووطنیت کی پوجا بھی تھی تو اس دور میں بھی حق وباطل کے پیمانوں سے الگ تھلگ ہو کر ان پرانے مرے ہوئے خداؤں کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ جس جاہلی تعصب نے ابوجہل اور ابولہب کو آئین نو کے خلاف سینہ سپر کر دیا تھا، آج "نیو ورلڈ آرڈر" کے نام سے پھر انگڑائیاں لے رہا ہے۔ اور جس طرح قدیم دور جاہلیت میں "آوازہ حق" دبانے کے لئے سب طاغوتی طاقتیں یکجان ویکدل ہو گئی تھیں اور غزوہ احزاب کے موقع پر اس کا بھر پور مظاہرہ ہوا تھا، آج اس جدید دور جاہلیت میں بھی کفر وشرک کے فرزند باہمی اختلافات کو فراموش کر کے پھر شمع اسلام کو بجھانے کے لئے پوری طرح سے متحد ومتفق ہیں۔ اور ہمیں یقین کامل ہے جس طرح اپنے بدترین منصوبوں اور ناپاک سازشوں کے باوجود پہلے بھی کفر اسلام سے مات کھا گیا تھا، اب پھر مات کھانے والا ہے۔ افق اسلام پر کفر وباطل کی گھنگھور گھٹاؤں کا اجتماع ہولناک ضرور نظر آتا ہے مگر پھر بھی بقول اقبال مرحوم

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا گیا دور گراں خوابی

ہمیں خدائے قادر وقیوم کی رحمت اور حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کی برکت پر بھروسا ہے، اور اس بھروسے کے بل بوتے پر کہتے ہیں کہ بوسنیا، فلسطین اور کشمیر کے خدا مستوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ دنیا بھر کی محکوم قوموں کے لئے امن وآزادی کا سورج بن کر طلوع ہو گا۔

قرآن کا اعلان: ہاں ہاں ہولناک خطرات میں محصور ہونے کے باوجود اسلام کی صبح نور طلوع ہو رہی ہے شب دیجور کے سائے صحن ہستی سے سمٹ رہے ہیں اور حق اپنی تابانیوں کے ساتھ شرق و غرب میں پھیل رہا ہے۔ جاہلیت کے پہلے دور کی کفری سازشوں کی ناکامی کا جو اعلان قرآن نے اس وقت کیا تھا، اس کی صداقت و حقانیت کا ظہور نو بھی ہونے والا ہے اور وہ اعلان کیا ہے۔

یریدون لیطفئو انور اللہ بافواھم واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکفرون (الصّف)

ترجمہ: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں، اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے، اگرچہ کافر برا مانیں۔

اسی کی ترجمانی حضرت مولانا ظفر علی خان نے یوں فرمائی تھی۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مٹنا باطل کا انجام ہے اور بالآخر سب کو دبا لینا اسلام کا

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

ضرورت ہے تو: فرزندان توحید کی آنکھیں کھول کر حالات کا جائزہ لینے دشمنوں کے ناپاک عزائم کو سمجھنے اور ان سے نپٹنے کے لئے اتفاق واتحاد کی۔ اگر صدر اسلام میں اپنی بے سروسامانی اور قلت تعداد کامیابی میں حائل نہیں ہوئی تھی تو یقیناً اب بھی دنیا کی کوئی فرعونی طاقت ہمیں شکست نہیں دے سکتی۔ آیئے دشمن کی چالوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اور صبر واستقامت سے ان کے خلاف ڈٹ جائیں۔ ابلیس کے فرزند اپنی تاریک فطرت کے تقاضے کے طور پر اسلام کی مخالفت کرتے ہیں چونکہ انہیں انسانیت کو گمراہ اور تباہ کرنا مقصود ہے، اس لئے اس کی گمراہی اور تباہی کے لئے جو کچھ کر سکتے ہیں کرنے پر تلے رہتے ہیں۔ جو کام انسان کو فائدہ پہنچائے، شیطان اس کو نقصان دہ اور جو نقصان پہنچائے اسی کو مفید کہتا ہے۔ یہی حال اس کے شاگردوں کا ہے۔ اسلام نے دنیا کو امن وسکون دیا، ظلم وستم کے خلاف جہاد کیا، ذات پات کے بت توڑے، عدل ومساوات کا سبق دیا، خواجہ ومزدور کو بھائی بھائی بنا دیا، انسان کو حق شناس، حق پرست اور حق گستر بنایا مگر شیطان اور اس کے ساتھیوں کے نزدیک اسلام کا یہی جرم ناقابل برداشت ہے ابلیس کی ساری کمپنی کو معلوم ہے کہ اشتراکی کوچہ گرد مساوات کے نعروں کے باوجود انسان کے مسائل کو حل نہیں کر سکتے، اس لئے انہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں، انہیں خطرہ ہے تو یہ کہ

ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

چنانچہ اس خطرے کے مدنظر وہ قرآن اور اسلام کو بالکل برعکس انداز میں پیش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کا یہودی، یہودیت کو اپنا سرمایہ حیات نہیں جانتا، آج کے عیسائی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت یا نسبت سے کوئی غرض نہیں (جیسا کہ ڈاکٹر محمد ہارون کے حوالے سے اوپر گزرا) آج کے ہندو کو ہندو ازم کی حقانیت وغیرہ سے کوئی سروکار نہیں، ان سب کی مشترکہ منزل ایک اور صرف ایک ہے، اور وہ ہے (معاذ اللہ) مسلمانوں کی تباہی وبربادی اور اسلام کو صفحہ عالم سے مٹانا، یہ اس کم ظرف کام چور حاسد کی طرح ہیں جس کو سر چھپانے کے لئے ایک کمرہ تک میسر نہیں مگر پڑوس میں بسنے والے ایک اچھے اور محنتی انسان کے فلک بوس ایوان کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اسے اپنی کم مائیگی کا افسوس بھی نہیں ہوتا اور نہ اپنی غفلت وسستی پر کوئی ندامت وپشیمانی، اسے اس بات کا دکھ ہی بے چین رکھتا ہے کہ ایک پڑوسی نے شب وروز محنت کر کے ایسا عظیم الشان محل کیوں تیار کر لیا ہے اور اس کے خزانے کیوں بھرپور رہتے ہیں۔ مذہبی اعتبار سے اسلام کے سوا کسی کے پاس کوئی دستور حیات نہیں (ہے تو پیش کریں) اسلام دشمنوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے یہ فکر لاحق ہے کہ ایسا دستور حیات کیوں موجود ہے اور ابھی کچھ لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد کیوں اسی کی جامعیت،

معنویت اور عظمت واہمیت کی قائل ہے۔ گویا آفتاب روشن اور چمگادڑ کے لئے نا قابل برداشت، خود تاریکیوں سے نکل کر خورشید کے اجالوں کی تاب نہیں رکھتا اور دوسروں کو دھوکا دینے کے لئے اس کے اجالوں کا انکار کر کے خوش ہوتا جا رہا ہے اور اپنے آپ کو کامیاب سمجھتا ہے اس طرز عمل سے چمگادڑ کو کوئی فائدہ نہیں مگر کیا کیجئے اس کی ظلمانی فطرت کا یہی تقاضا ہے کہ سورج کی آب وتاب سے فائدہ اٹھائے نہ اس کا اقرار واعتراف کرے۔

کس قدر ظلم ہے خود آب حیات سے محروم رہنا اور ایک دنیا کو اس سے محروم رکھنے کی کوشش کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ خداوندان مغرب پوری انسانیت کو تباہ وبرباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اسلام سے انہیں اس لئے بیر ہے کہ نجات وحیات کی ایک راہ یہی ہے اور شیطانی فکر کے حامل روز اول سے اسی راہ کو بند کر دینا چاہتے ہیں بقول حضرت اقبال مرحوم

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اسلام کے خلاف اہل مغرب کا تعصب: اس حد تک ہولناک بلکہ شرمناک ہے کہ اس کے نام سے بھی انہیں چڑ ہے۔ قدرت اللہ شہاب مرحوم اپنے شہاب نامہ میں فرماتے ہیں کہ ہالینڈ جیسے ممالک میں بچے کی پیدائش کے وقت اس کے والدین کو ایک فارم پر کر کے دینا ہوتا ہے جس میں ایک خانہ مذہب کی وضاحت کے لئے ہوتا ہے تو والدین جہاں کسی مذہب کی تخصیص نہیں کر سکتے، وہاں عموماً اسلام کے سوا کوئی مذہب یعنی بچے کو اسلام قبول کرنے کی اجازت نہیں اس کے سوا جو مذہب چاہے قبول کرے (بہ تغیر الفاظ) اسی تعصب کا تذکرہ ڈاکٹر کیتھ جو دور حاضر کے ایک نامور امریکی سائنس دان ہیں کی زبانی سنئے۔ ہوا یہ کہ نابغہ روزگار جناب ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ تبلیغی دورے پر امریکہ پہنچے تو ڈاکٹر موصوف سے بھی ملاقات ہوئی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈاکٹر کیتھ صاحب نے ایک سوال کے جواب میں اقرار کیا کہ میری سب سائنسی تحقیقات قرآن پاک کے عین مطابق ہیں۔ پھر اس پر ان سے سوال ہوا کہ

اب آپ کا ارادہ کیا ہے؟ (یعنی اسلام کے بارے میں) بولے! مجھے اسلام لانے میں کوئی عذر نہیں مگر اہل مغرب کا تعصب اس حد تک افسوس ناک ہے کہ جو شخص ان کے نزدیک از حد معتبر ہو، اسلام قبول کرے تو اس کی بات تک سننا پسند نہیں کرتے جیسا کہ فرانس کے ڈاکٹر مورس بکائی کے ساتھ ہوا۔ وہ ان کے نزدیک محترم ومعتبر تھے، مگر مسلمان ہو گئے اب کوئی ان کی طرف توجہ نہیں کرتا، اسلام کو (ظاہر) قبول کئے بغیر قرآن اور اسلام کی زیادہ خدمت کر سکتا ہوں (تغیر الفاظ)

اسلام کے خلاف بے تحاشا ناپاک پراپیگنڈا: اپنی اسی انسان دشمن فطرت کے تحت اہل مغرب پوری قوت سے اسلام کے خلاف نہایت زہریلا پراپیگنڈا کرتے ہیں (جیسا کہ اوپر کی دو مثالوں سے بھی واضح ہو گیا) ایک طرف تو ان کا رخ وہ غیر مسلم ہیں جن کا ابھی تک اسلام سے تعارف ہی نہیں ہوا، یہ انہیں پہلے دبوچ کر قبول حق سے گویا محروم کرنا چاہتے ہیں، دوسری طرف مسلمانوں کی جدید نسل کو جو انہی کی درسگاہوں میں تعلیم وتربیت حاصل کرتی ہے، اپنے مذہب کی بابت احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ''کالے انگریز'' واپس آتے ہیں تو اصل انگریزوں سے بھی زیادہ تباہ کن ہوتے ہیں۔ ان کے نام مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں مگر فکر وعمل پر خالص یورپی چھاپ ہوتی ہے۔ یہ نئی روشنی کے سپوت جو سراپا ظلمت ہوتے ہیں کئی ذہنوں کو تاریک کر دیتے ہیں مسلمانوں کی سرزمین میں اسلام کے خلاف جو پروپیگنڈا ہوتا ہے انہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ خصوصاً اس قسم کے لوگ جب کرسئ اقتدار پر براجمان ہو جائیں تو صورت حال اور بھی پریشان کن ہوتی ہے۔

اہل اسلام کو جن مختلف طریقوں سے مطعون کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ان میں ایک بنیاد پرستی (Fundamentalism) کا الزام بھی ہے اہل مغرب (یورپی اور امریکی یہودی وعیسائی) جس مسلمان کو سچے دل سے اسلام کا پیروکار دیکھتے ہیں، جھٹ اس پر بنیاد پرستی کی پھبتی کس دیتے ہیں۔ اور مسلمان بھی اسے محض ایک گالی اور تنگ نظری کا لیبل سمجھتے ہوئے اس سے بچنا چاہتے ہیں تو طرح طرح سے اپنی صفائی پیش

کرتے ہیں اور اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ میں بنیاد پرست نہیں ہوں۔ حالانکہ اس سے دشمنوں کا ذہن تو صاف نہیں ہوتا، البتہ اس کی پریشانی کا اندازہ ضرور ہو جاتا ہے۔ اس لفظ کی تاریخ تو یہ ہے کہ انگریز بادشاہوں نے عیسائی پادریوں کے مذہبی اقتدار سے پیچھا چھڑانے کے لئے ان کو بنیاد پرست کہا تھا تاکہ لوگ جان لیں کہ ان عیسائی مذہبی رہنماؤں کو بنیادی عقائد کے سوا کچھ معلوم نہیں۔ انہیں دنیا کی کوئی سمجھ اور دینوی و حکومتی امور میں دخل دینے کے ہرگز اہل نہیں۔ اب یہ ہتھکنڈا اہل مغرب ایسے مسلمانوں پر استعمال کر رہے ہیں جو ان کے نزدیک اپنے دین و مذہب اور ملک و ملت سے مخلص ہیں۔ ہمارے دوستوں کو بھی اس سے کسی احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی بجائے خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ کم از کم اس قسم کے حربوں سے دشمن خود ان کی پختگی ایمان و کردار کی گواہی دے رہا ہے اور انہیں مزید تن دہی سے اپنے دین و ملت کی خدمت پر کمربستہ ہونا چاہئے۔

یہودیوں کو تو پہلے دن سے اسلام سے رنجش ہے۔ انہیں خدا کا یہ فیصلہ ہرگز پسند نہیں آیا کہ نبی آخرالزماں ﷺ کو بنواسرائیل کی بجائے بنو اسمٰعیل سے مبعوث کیا گیا (اگرچہ وہ بنواسرائیل کے انبیا و رسل علیہ السلام کے ساتھ بھی ادب و اطاعت سے پیش نہیں آتے تھے بلکہ انہوں نے سینکڑوں کی تعداد میں خدا کے سچے اسرائیلی پیغمبروں کو شہید بھی کیا تاہم بنواسمٰعیل کے ساتھ نسلی تعصب نے بالکل اندھا کر رکھا ہے عیسائیوں کی مسلم دشمنی میں شدت اس وقت پیدا ہوئی جب صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ نے صلیبی جنگوں میں انہیں پے در پے شکستیں دیں اور فلسطین ان کے قبضے سے واگزار کرالیا۔ اس بات کو صدیاں بیت گئیں مگر عیسائیت کے یہ زخم اب تک بھرے نہیں اور اس سارے طویل عرصے میں ان کا اولین مقصد اسلام اور اہل اسلام کے خلاف منصوبہ بندی ہی ٹھہرایا گیا ہے۔ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف وہ زبان استعمال کرتے رہے ہیں جو ایک عام شریف آدمی کے بھی شایان شان نہیں ہوتی مگر عیسائیوں نے یہ سب کچھ گوارا کرلیا اور اسلام دشمنی کے مشترکہ جذبے کو پروان چڑھانے کے لئے ان کے ساتھ بھی یاری گانٹھ لی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہودی و عیسائی بلکہ کئی دوسری غیر مسلم قوموں کو اپنے اپنے مخصوص مذاہب سے دلچسپی نہیں بلکہ یہ سب اسلام کو (معاذ اللہ) مٹانے پر متفق و متحد ہیں (جیسا کہ اوپر بھی گزرا) ایسا ہر شخص جو حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کے خلاف ہرزہ رسائی کرتا ہے، ان کا ہیرو بن جاتا اور برطانیہ سے لے کر امریکہ تک اس بدبخت کی بلند نظری کے گیت گانے لگتے ہیں اور کروڑوں روپیہ ایک اس ملعون کے تحفظ کے لئے وقف کر دیتے ہیں (جیسا کہ شیطان رشدی کے بارے میں ہو رہا ہے) پھر یہ اسی قسم کے ماڈل مختلف اسلامی ملکوں میں تیار کرتے ہیں اور اپنے تخت و تاج سے ان کی حوصلہ افزائی و سرپرستی کرتے ہیں بلکہ ان کی خرافات کے لئے مواد تک مہیا کرتے ہیں۔ چنانچہ نواب چھتاری کے حوالے سے عالم اسلام میں عیسائیت کی خفیہ سرنگ کے عنوان سے ماہنامہ ساحل، بابت مارچ 1993 میں جناب آصف دہلوی سہارنپوری کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جو پہلے ماہنامہ "حیات نو" بلریا گنج اردو ڈائجسٹ میں شائع ہو چکا تھا اس میں لندن کے مضافات میں ایک دینی مدرسے کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے۔ جس میں قرآن پاک اور احادیث کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اور پڑھنے پڑھانے والے سب عیسائی ہیں۔ یہاں سے ایسے مبلغ تیار کیے جاتے ہیں جو مسلمان ملکوں میں جا کر خطابت و امامت کے بہانے اہل اسلام کو ایک دوسرے سے لڑاتے ہیں اور خصوصاً جن کا مقصد حضور سرور عالم ﷺ کی شان گھٹا کر آپ کی محبت مسلمانوں کے دلوں سے نکالنا ہے نیز مرزا غلام احمد قادیانی اور شیطان رشدی جیسے بے دینوں کی کتابوں کے لئے تحریری مواد مہیا کرنا ہوتا ہے۔

مختلف اسلامی ملکوں میں نیشنلزم کی تحریکیں بھی اسلام دشمنوں کے اشاروں پر چلائی جاتی ہیں جن کے ذریعے نسلی آبا و اجداد سے رشتہ جوڑا جاتا ہے مگر اکابر اسلام سے توڑا جاتا ہے محکمہ آثار قدیمہ سے قبل از اسلام، کفری دور کے کھنڈرات تک کھودے جا رہے ہیں مگر اسلامی شعائر کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ پاکستان کا قیام روکنے کے لئے دو قومی نظریے کی مخالفت بھی کرائی گئی مگر جب بن گیا تو ہندو مسلم سکھ عیسائی، آپس میں بھائی بھائی کا نعرہ لگانے والوں کو اسی چھوٹے سے پاکستان میں چار قومیتوں کا وجود دکھا دیا گیا۔ یہی اسلام دشمن قوتیں عراق اور ایران کو لڑاتی رہیں اور پھر عرب تیل کے چشموں پر قبضہ جمانے کے لئے پہلے عراق کو کویت پر حملہ کرنے کی شہ دیتے رہے، اس نے حماقت کر ڈالی تو کویت

کے غمخوار بن گئے۔ اور عراق کو معاشی پابندیوں میں جکڑ دیا گیا۔ ایک عراق یا ایران کیا، جہاں جہاں اہل اسلام کا تشخص ابھرنے لگتا ہے، اسے دبانے بلکہ مٹانے کی ناپاک مساعی شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ بدقسمتی کیا ہو سکتی ہے کہ سعودی عرب جسے حرمین شریفین کی نسبت سے سب اسلامی ملکوں میں مرکزی مقام اور خصوصی تقدس حاصل ہے، خود اسلام کے سب سے بڑے دشمن امریکہ کا دست نگر بن کر رہ گیا ہے جس کا نیو ورلڈ آرڈر اسلام اور اہل اسلام کے گرد گھیرا تنگ کرنے کا گویا ناپاک منصوبہ ہے۔ امریکہ کی کٹھ پتلی اقوام متحدہ، لیگ آف نیشنز کی طرح بقول حکیم الامت چند کفن چوروں کی تنظیم بن کر رہ گئی ہے۔ بعض قوتوں کی طرف سے ویٹو کا حق تسلیم کر کے اس نے آغاز میں اپنی بے بسی اور ظلم و بے انصافی کی بالادستی کو قبول کر لیا تھا مگر اب تو محض لاقانونیت و بربریت کا آلہ کار بن چکی ہے اس کے دستور میں انسانی بنیادی حقوق کے تحفظ کو خاص اہمیت دی گئی تھی، مگر اب عملاً اسی کے زیر سایہ ان حقوق کو بدترین انداز میں پامال کیا جا رہا ہے۔ کشمیر، چیچنیا، بوسنیا اور فلسطین میں مسلمانوں کا خون مانند آب ارزاں ہو جائے تو انسانی بنیادی حقوق، کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا، البتہ ایک زبان دراز اسلام کے خلاف زہر اگلتا رہے اور خدا کے حبیب اعظم ﷺ کی شان رفیع میں ہرزہ سرائی کر کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے لگے تو اس کی حمایت میں انہیں انسانی بنیادی حقوق کا نعرہ یاد آ جاتا ہے۔ اگر اسلام دشمن قوتوں کے موجودہ طرز عمل ہی کا انصاف کی نظر سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات سمجھنا ہرگز دشوار نہیں کہ تہذیب جدید کے علمبرداروں کو انسانیت کی حفاظت اور دفاع سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ لوگ دین حق کو ہی مٹانا نہیں چاہتے بلکہ دنیا کی اس چاردیواری سے امن وسکون اور شرم و حیا کو باہر پھینک دینا چاہتے ہیں۔ وہ اخلاقی اقدار جنہیں انسانیت کا سب سے اہم سرمایہ سمجھنا چاہیے، انہیں گھٹیا ناپاک شہوانی و حیوانی جذبات پر قربان کر دینا چاہتے ہیں۔ وہ گھناؤنے اعمال جن کے ارتکاب پر آسمان سے عذاب نازل ہوا کرتا تھا، لوگ انہیں ساری دنیا میں پھیلا دینا چاہتے ہیں۔ ایسے گندے کام جو اشرف المخلوقات کو اسفل سافلین میں گرا دیتے ہیں، ان کی نظر میں پسندیدہ ٹھہرے ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی اس غلط فہمی کا شکار ہو جائے کہ دین و مذہب کے اعتبار سے نہ سہی ضمیر انسانی اور روحانی معیار سے نہ سہی، تاہم ''انسانیت'' کے ان جدید غمخواروں کی فکر نے کم از کم دنیا کو یقیناً بہشت ارضی بنا دیا ہے۔ اور عارضی طور پر ہی سہی زندگی کو بہت خوشگوار سانچے میں ڈال دیا۔ اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ انسانی ترقی کو دولت کے انبار عیش و عشرت کی فراوانی اور ظاہری چمک دمک سے پرکھنا ازحد غلط ہے بلکہ انسانیت کی توہین۔ ظاہری یہ ترقی حقیقت میں حیوانیت کی ترقی ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ پیدا کرنے والے نے انسان کو کس لئے پیدا فرمایا اور اس نے اپنا مقصد حیات کہاں تک ملحوظ رکھا نیز وہ پاکیزہ فضائل جو اسے حیوانیت کی سطح سے بلند کرتے ہیں، کس حد تک محفوظ و مستحکم ہوئے ہیں۔ اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے تو تہذیب حاضر کی جس چکا چوند سے ان کی آنکھیں خیرہ ہو رہی ہیں، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ مگر ہم اس طرف نہیں آتے، دیکھنا تو یہ ہے کہ دنیوی اعتبار سے ہی سہی، اہل مغرب نے کونسا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ کیا ان کی تدابیر سے دنیا کی بھوک ختم ہو چکی ہے، کیا واقعی ہر جگہ امن و امان ہے اور کسی متنفس کی جان و مال کو کوئی خطرہ لاحق نہیں، کیا غریب لوگوں کی فریاد ضرور سنی جاتی ہے اور انہیں بغیر کچھ خرچ کئے گھر بیٹھے انصاف مل جاتا ہے۔ اور تو اور امریکہ جو اسلامی ثقافت و تہذیب کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے درپے ہے اور اسلامی نظام کی ایک ایک شق کا دشمن ہے کیا اپنے ہاں امن و امان کا دعویٰ کر سکتا ہے کیا اس کی اپنی معیشت مستحکم ہے اور کیا اس کا اپنا سیاسی نظام اور پالیسی ہرگز گرد و غبار سے پاک ہے۔ جہاں تک امن و امان کا تعلق ہے، اس کا بعض ریاستوں میں چار پانچ بجے کے وقت سے بھی باہر پھرنا خطرے سے خالی نہیں جہاں تک معیشت کا مسئلہ ہے، ساری دنیا کا مقروض ترین ملک ہے اور سیاسی و حکومتی نظام بھی قابل رشک نہیں ہے۔ بالخصوص خارجہ پالیسی تو بالکل وحشیانہ غیر عادلانہ ہے۔ اسلام کے خلاف تعصب و دشمنی داخلہ اور خارجہ دونوں پالیسیوں کا بنیادی نقطہ ہے اور جس قوم کی سوچ اس حد تک منفی ہو جائے اسے قوموں کی امامت کا دعویٰ کیونکر زیبا ہو سکتا ہے۔ وہ شرافت و انسانیت کی ساری قدروں کو دن دہاڑے پامال کر کے دھونس اور دھاندلی سے اپنا نیو ورلڈ آرڈر لانا چاہتا ہے اور اسلحہ کی قوت اور عیاری و مکاری سے ساری دنیا پر مسلط ہونا چاہتا ہے۔ کاش! اس نازک صورت حال میں اسلامی ممالک کے سربراہ اور دیگر زعما سر جوڑ کر بیٹھتے اور صبر و سکون سے حالات کا جائزہ لیتے اور پھر عالم اسلام کو متحد و بیدار

کرتے مگر افسوس! کتنے ہی مسلم سربراہان مملکت ایسے ہیں جو دانستہ و نادانستہ امریکی انسان کش اور اسلام کش پالیسیوں کا مہرہ بنے ہوئے ہیں اور جنہیں اپنی چند روز حکومت پر دینی وقومی مفادات قربان کرتے کسی خلش ضمیر سے واسطہ نہیں پڑتا۔ جو دشمن کے ہاتھ پر بک چکے ہیں اور ساری قوم کو بیچنا چاہتے ہیں۔ جو خود ذہنی غلامی میں اسیر ہیں اور ساری قوم کو اس کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں سچے خدا سے بغاوت کر کے نئے جھوٹے خدا امریکہ کی پرستش میں مصروف ہیں اور اسے خوش کرنے کے لئے اپنے اپنے علاقے میں بیسیوں مسلمانوں کو روزانہ خاک وخون میں تڑپا رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عالم اسلام کی بقا اس کے اتحاد میں ہے مختلف ملکوں کے مسلم زعما کو چاہئے کہ عوام کو بیدار کر کے ان بدلے ہوئے حالات میں ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوششیں کریں۔ اگر ملت اسلامیہ متحد ہوگئی تو خود بھی محفوظ رہے گی اور دنیا میں بھی امن قائم کر سکے گی ورنہ اسلام دشمن قوتیں ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے پاگل کا روپ دھار چکی ہیں۔

ملت اسلامیہ کی بیداری اور اتحاد کے لئے مخلصانہ مساعی بروئے کار لائی جائیں تو مکمل طور پر نہ سہی بہت حد تک نتائج حوصلہ افزا ہو سکتے ہیں کس قدر دکھ کی بات ہے کہ دنیا کے عیسائی یہودی اور دوسرے مشرکین اپنے اپنے ہزار ہا اختلافات کے باوجود اسلام کے خلاف متحد ہو چکے ہیں مگر ایک خدا، ایک نبی ﷺ ایک قرآن، ایک نظام اور ایک قبلہ کے علمبردار ایک نہیں نیز بنیادی اعتقادی مسائل پر اتفاق کے باوجود ایک دوسرے سے دست وگریباں ہیں اور دنیا کی قیادت کے منصب پر فائز ہو کر سارے جہان میں تماشا بنے ہوئے ہیں۔

''وائے برما! وائے بر احوال ما''

ملت اسلامیہ کے مخلص رہنماؤں کو حضرت اقبال اور حضرت قائد اعظم علیہ الرحمتہ کی طرح ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر قوم کو متحد اور بیدار کرنے کے لئے دن رات محنت کرنی چاہئے اسلام دشمنوں کے ناپاک منصوبوں کو قوم کے سامنے لانا چاہئے اور بچوں، جوانوں بوڑھوں، اور مردوں عورتوں کو اسی ایمانی جذبے سے سرشار کر دینا چاہئے جو ان کی اصل میراث ہے اور جس کے بل بوتے پر تحریک پاکستان کامیابی سے ہمکنار ہوئی تھی۔ فحاشی جنسیت پرستی کا جو سیلاب قوم کی طرف بڑھ رہا ہے قوت ایمانی کے ذریعے اس کے آگے بند باندھنا چاہئے۔ حیا سوز اور گمراہ کن ناولوں اور فلمی گانوں کے تباہ کن اثرات کا سدباب کرنا چاہئے۔ اپنی تہذیب وثقافت کے بارے میں جدید تعلیمیافتہ طبقے کو جس احساس کمتری کا شکار کیا جا رہا ہے اس کا مداوا ڈھونڈنا ہوگا۔ ملت کے بیکس وبینوا افراد کے دکھ درد میں شریک ہو کر اسلامی اخوت ومروت کو از سر نو زندہ کرنا ہوگا۔

اساتذہ کرام کے فرائض: حقیقت یہ ہے کہ قومی فلاح کی بیداری کی منزل مقصود بہت قریب آ سکتی ہے اگر ہمارے تعلیمی اداروں کی فضا درست ہو جائے۔ ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبا کو اسلام کا سپاہی بنا دیا جائے اور ملت کے اتحاد کا مشکل مرحلہ ان کے ذمے لگا دیا جائے تو کام بہت آسان ہو جاتا ہے، مگر یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہے جب اساتذہ کرام جنہیں بجا طور پر معماران قوم کہا جاتا ہے، آگے بڑھیں، تدریس کے ساتھ ساتھ جوانوں کی ذہنی وروحانی تربیت کر کے انہیں اقبال کے شاہین بنا سکیں۔ کون نہیں جانتا پاکستان کی تحریک میں نونہالان اسلام نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا اور یہ ان اساتذہ کرام کا فیض تربیت تھا جن کے اپنے دل ملی جذبے سے سرشار تھے، آج جب نظریہ پاکستان ہی خطرات کی زد میں ہے، پھر ایسے دور اندیش، مخلص اور باوفا اساتذہ کی شدید ضرورت ہے۔

الحمد اللہ ماہنامہ ''کاروان نعت'' کا نعت خوانی نمبر نظروں سے گزرا، مضامین کا انتخاب دیکھ کر دل بہت محظوظ ہوا، اس کے ہر صفحے میں نعت نبی ﷺ کی چاشنی بھری ہوئی ہے جو عاشقان مصطفےٰ کریم ﷺ کیلئے خوبصورت تحفہ ہے، نہایت دیدہ زیب گٹ اپ ہے۔ ادارہ ''الحقیقہ'' محترم جناب محمد ابرار حنیف صاحب ان کے معاونین کو ہدیہ تبریک پیش کرتا۔ اور دعا ہے رب تعالیٰ ان کی یہ کاوش بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں قبول فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

......﴿ مدیر ﴾......

ہمارا نبی ﷺ

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی قادری حسینی علیہ الرحمہ

الف (ا)

دو جہاں کا اُجالا ہمارا نبی — نورِ حق ہے سراپا ہمارا نبی ﷺ
شمع عرش علیٰ ، زیبِ قصرِ دَنیٰ — قابَ قوسین والا ہمارا نبی ﷺ
شاہِ لولاک ، مقصود ارض و سما — سرور دین و دنیا ہمارا نبی ﷺ
سب رسولوں کا سردار ختم الرسل — ہرنبی سے ہے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
عرش و کرسی جھکیں جس کی تعظیم کو — ہے وہ کعبے کا کعبہ ہمارا نبی ﷺ
اصل ہر مدعا ، جانِ ہر آرزو — مخزنِ ہر تمنا ہمارا نبی ﷺ
عالم الغیب اللہ کی ذات سے — سیکھ کر غیب آیا ہمارا نبی ﷺ
سب کا مشکلکشا سب کا حاجت روا — سب میں ہے سب سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
جور و ظلم و ستم تھرتھرانے لگے — امن آیا جو آیا ہمارا نبی ﷺ
بت گرے اور آتشکدے بجھ گئے — جب ہوا جلوہ آرا ہمارا نبی ﷺ
پانے والوں کی تسکین کا راز بھی — دینے والوں کا داتا ہمارا نبی ﷺ
بزم امکاں سے غائب ہوئیں ظلمتیں — کوہِ فاراں پہ چمکا ہمارا نبی ﷺ
جس سے چمکے دل و جان و روح وضمیر — ہے وہ جانِ تجلّی ہمارا نبی ﷺ
نوع انساں کے سارے مسائل کا حل — کیسا دستور لایا ہمارا نبی ﷺ
جس کا عاشق ہو سلطانِ لوح و قلم — ہے وہ مختار یکتا ہمارا نبی ﷺ
جس کی عزت پہ مرنا حیات ابد — ہے وہ واللہ زندہ ہمارا نبی ﷺ
جو کرے پیار وہ رب کا پیارا بنے — رب کا ہے ایسا پیارا ہمارا نبی ﷺ
شرک میں کیوں پھنسیں،کفر میں کیوں گریں — جب ہے حامی ہمارا ، ہمارا نبی ﷺ
جلتی جانو بجھو ، روتی آنکھو ہنسو — دیکھو وہ مسکرایا ہمارا نبی ﷺ

وہ گئیں ،وہ گئیں حشر کی تلخیاں   لو یہ تشریف لایا ہمارا نبی ﷺ
ہم بُرے ہیں مگر یہ تسلی بھی ہے   اچھا کردے گا اچھا ہمارا نبی ﷺ
اے خدا شکر تیرا ہو کیونکر ادا   تو نے ہی ہم کو بخشا ہمارا نبی ﷺ
شیخ کامل پہ آسی فدا جان و دل   ورد جس نے سکھایا ہمارا نبی ﷺ

الف (۲)

بعداز حق تعالیٰ ہمارا نبی   سب سے والا و بالا ہمارا نبی ﷺ
سب نبی جس کے گویا وزیر و معیں   ہے وہ سلطانِ والا ہمارا نبی ﷺ
عرش سے بھی ورا ہے تو پھر کیوں کہوں   رفعتوں کا ہمالہ ہمارا نبی ﷺ
جس کے محتاج ہیں خلد و حور و ملک   ہے وہ رب کا اجالا ہمارا نبی ﷺ
امن کے گھر میں جلوہ فروزی ہوئی   رحمتوں کا ہے بالا ہمارا نبی ﷺ
زندگی ، آبرو ، دین پھر مغفرت   اپنا اک اک حوالہ ہمارا نبی ﷺ
انبیا بوند مانگیں تو میں کیوں کہوں   بھر دے میرا پیالہ ہمارا نبی ﷺ
بیکسی ہو مبارک کہ کرنے کو ہے   سب دکھوں کا ازالہ ہمارا نبی ﷺ
طبع میں شوق ہو تو شہادت کا ہو   یوں ہے کرتا امالہ ہمارا نبی ﷺ
حمد اللہ کی شکر اللہ کا   نور میں جس نے ڈھالا ہمارا نبی ﷺ
صدقۂ شیخ آسی مجھے غم ہوکیوں   سر پہ ہے لاج والا ہمارا نبی ﷺ

الف (۳)

بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی   بیدلوں کا دلارا ہمارا نبی ﷺ
ہم تو کیا ہیں کہ ہے اپنے اللہ کو   سارے پیاروں سے پیارا ہمارا نبی ﷺ
دیکھیں جبریل جس کو کروڑوں برس   ہے وہ نورانی تارا ہمارا نبی ﷺ
بت گرے اوندھے ، آتشکدے بجھ گئے   جب ہوا جلوہ آرا ہمارا نبی ﷺ
سارے ہم تم کے جھگڑے جو تھے تھم گئے   آیا جب وہ تمہارا ہمارا نبی ﷺ
لوٹے خورشید ،مہتاب دولخت ہو   جب کرے کچھ اشارہ ہمارا نبی ﷺ
دارالامراض دارالشفا بن گیا   جب حرم سے سدھارا ہمارا نبی ﷺ
برکتوں کا سحاب گہر بار بھی   رحمتوں کا ہے دھارا ہمارا نبی ﷺ
اس کی نظارگی پہ تقدس فدا   جس کو بخشے نظارہ ہمارا نبی ﷺ
عرش سے جس نے قرآں اتارا وہ رب   جس نے دل میں اتارا ہمارا نبی ﷺ
بات بن جائیگی التجا تو کرو   کرنے آیا ہے چارہ ہمارا نبی ﷺ

پھر ہمارے نبی نے نہ کچھ دیر کی	جب کسی نے پکارا ہمارا نبی	ﷺ
عرض کرنا بھی بلکہ ضروری نہیں	جانے جب حال سارا ہمارا نبی	ﷺ
شیخ کا صدقہ آسی دل زار میں	ہو کبھی جلوہ آرا ہمارا نبی	ﷺ

......﴿الف (۴)﴾......

مظہرِ حق تعالیٰ ہمارا نبی	سب جہاں سے نرالا ہمارا نبی	ﷺ
اوج و عظمت کو سمجھے کوئی کس طرح	وہم و فکرت سے بالا ہمارا نبی	ﷺ
رات سمٹی ، سحر مسکرانے لگی	آیا جب نور والا ہمارا نبی	ﷺ
عرش و کرسی پہ دھوم تھی جب ہوا	زینت بزم بالا ہمارا نبی	ﷺ
دل سے بسنے کی صورت ہے بس ایک ہی	آئے سلطانِ والا ہمارا نبی	ﷺ
قبر بھی جھوم اٹھے گی جب قبر میں	آئے گا لا محالہ ہمارا نبی	ﷺ
سیر ہو جائیں گے کون و مکاں سے سبھی گدا	بخشے جب ایک نوالہ ہمارا نبی	ﷺ
دور ہو جائے گی سب کی تشنگی	جب پلائے گا پیالا ہمارا نبی	ﷺ
میرے بختِ سیہ کو بھی چمکائے گا	بخت چمکانے والا ہمارا نبی	ﷺ
ہم سے مضطر کہیں بھی سنبھلتے نہیں	دے نہ جب تک سنبھالا ہمارا نہیں	ﷺ
شیخ کر دے سفارش تو آسی کرے	تیرے غم کا ازالہ ہمارا نبی	ﷺ

......﴿ب﴾......

وجہِ عجم و عرب ہے ہمارا نبی	اصل دین و ادب ہے ہمارا نبی	ﷺ
ربِ مسبب ہے اسباب کا بالیقیں	ہر سبب کا سبب ہے ہمارا نبی	ﷺ
کوئی جانے نہ سمجھے کما حقہ	کیسا عالی رُتب ہے ہمارا نبی	ﷺ
مخزنِ ہر عطا ، منبع ہر سخا	پیکرِ فضل رب ہے ہمارا نبی	ﷺ
دافع ہر بلا ، نافعِ ہر گدا	قاسم ہر طرب ہے ہمارا نبی	ﷺ
سب محبان رب ، بوالبشر تا مسیح	اور محبوب رب ہے ہمارا نبی	ﷺ
ہر بڑے سے بڑا، ہر بھلے سے بھلا	ہر عجب سے عجب ہے ہمارا نبی	ﷺ
اپنا حاجت روا ، اپنا مشکلکشا	محسن ومشفق اب ہے ہمارا نبی	ﷺ
غم کا کھٹکا نہ غیروں کی حاجت ہمیں	اپنا غمخوار جب ہے ہمارا نبی	ﷺ
ہم ہیں زندہ تو یہ بھی ہے انکا کرم	بے خبر ہم سے کب ہے ہمارا نبی	ﷺ
شیخ کے صدقے آسی ملا مدعا	ورد اب زیبِ لب ہے ہمارا نبی	

ت (۱)

مہر چرخِ رسالت ہمارا نبی　　ماہ برجِ نبوت ہمارا نبی ﷺ
موسیٰ کر لیں زیارت کہ اللہ کی　　کر کے آیا زیارت ہمارا نبی ﷺ
ارحم الراحمیں ہے ہمارا خدا　　مصطفیٰ جانِ رحمت ہمارا نبی ﷺ
غافر الذنب رب ، قابل التوب رب　　مالک حوض و جنت ہمارا نبی ﷺ
ظلمتیں دور ہوجائیں گی قبر کی　　جب دکھائے گا طلعت ہمارا نبی ﷺ
عید کا سماں ہوگا محشر کے دن　　جب کرے گا شفاعت ہمارا نبی ﷺ
پیاس یکدم قیامت کی بجھ جائے گی　　جب پلائے گا شربت ہمارا نبی ﷺ
کیا ہی ہوگا وہ منظر کہ جب خلد کو　　لے کے جائیگا امت ہمارا نبی ﷺ
نفس الجھائے ہم کو سدا رنج میں　　اور دیتا ہے راحت ہمارا نبی ﷺ
اپنے اعمال نے خوار ہم کو کیا　　اور دیتا ہے عزت ہمارا نبی ﷺ
برکت شیخ سے آسی امید ہے　　دے گا میری شہادت ہمارا نبی ﷺ

ت (۲)

مخزن جود و برکت ہمارا نبی　　معنی فضل و رحمت ہمارا نبی ﷺ
قلب قوسین پہ جو بلایا گیا　　ہے وہ شایان قربت ہمارا نبی ﷺ
راز دار احد ، تاجدارِ ابد　　مرکز دین و ملت ہمارا نبی ﷺ
جن کے صدقے میں آدم کو سجدہ ہوا　　ہے وہ اصل خلافت ہمارا نبی ﷺ
جس کی کرنیں ہیں سب انبیاء و رسل　　ہے وہ خورشید وحدت ہمارا نبی ﷺ
سرِ سَر بستہ خیر و شر کھل گیا　　لایا وہ علم و حکمت ہمارا نبی ﷺ
جس کی ضو سے حقائق چمکنے لگے　　ہے وہ مہرِ رسالت ہمارا نبی ﷺ
گو لباس بشر میں ہوا جلوہ گر　　نُور ہے درحقیقت ہمارا نبی ﷺ
نام نامی ہے درمان ہر درد و غم　　جان تسکین و راحت ہمارا نبی ﷺ
ان کا درِ چھوڑ کر در بدر کیوں پھریں　　جب ہے سر گرم شفقت ہمارا نبی ﷺ
کاش آسی پہ رکھے کرم کی نظر　　بہر شیخ طریقت ہمارا نبی ﷺ

د (۱)

مالک ملک سرمد ہمارا نبی　　تاجدار مؤید ہمارا نبی ﷺ
ہے محمد بھی ، احمد بھی ، محمود بھی　　لائق حمد بے حد ہمارا نبی ﷺ

جس کی خاطر بنایا گیا جو بنا — ہے وہ ہستی کا مقصد ہمارا نبی ﷺ
جس کی خاطر دعائے خلیل و ذبیح — ہے وہ فخر اب و جد ہمارا نبی ﷺ
ہر غنی سے غنی ، ہر سخی سے سخی — ہے کریم مجید ہمارا نبی ﷺ
ہر نبی پیکر زہد ہے بالیقیں — اور ان سب میں ازہد ہمارا نبی ﷺ
ہر نبی پیکر رشد ہے بالیقیں — اور ان سب میں ارشد ہمارا نبی ﷺ
ہر نبی پیکر جود ہے بالیقیں — اور ان سب میں اجود ہمارا نبی ﷺ
ہر نبی ٹھہرا حامد بھی محمود بھی — ہے حمید اور احمد ہمارا نبی ﷺ
عرشی فرشی سدا جس کی نعتیں پڑھیں — کیوں نہ ہو ؟ ہے محمد ہمارا نبی ﷺ
شیخ کے صدقے آسی سدا آس رکھ — آئے کٹیا میں شاید ہمارا نبی ﷺ

د (۲)

اولیں عبد و عابد ہمارا نبی — بہتریں حمد و حامد ہمارا نبی ﷺ
انبیاء کے تصور سے ہے جو ورا — ہے وہ لا ریب ماجد ہمارا نبی ﷺ
جس نے دنیا میں آتے ہی سجدہ کیا — ہے وہ پاک اور ساجد ہمارا نبی ﷺ
اس کا ثانی نہیں ، اس کا ہمسر نہیں — مظہر رب واحد ہمارا نبی ﷺ
عرش بھی سامنے ، مالک عرش بھی — ہے وہ واللہ شاہد ہمارا نبی ﷺ
جس کو اللہ دیکھے ، جو اللہ کو — ہے وہ مشہود و شاہد ہمارا نبی ﷺ
ہر رسول و ملک جس کا ہے عسکری — ہے وہ بے مثل قائد ہمارا نبی ﷺ
جس کو دنیا کی قطعاً ضرورت نہیں — ہے وہ دنیا میں زاہد ہمارا نبی ﷺ
نام نامی کا اعلان ہے برملا — اصل جملہ محامد ہمارا نبی ﷺ
صدقہ شیخ آسی کو بخشے ضیاء — نور بخش مشاہد ہمارا نبی ﷺ

ر (۱)

اپنے مولا کا مظہر ہمارا نبی — دونوں عالم کا سرور ہمارا نبی ﷺ
رہبروں کا ہے رہبر ہمارا نبی — انبیاء میں ہے برتر ہمارا نبی ﷺ
جس کی خاطر سجا گلشن زندگی — ہے وہ پیارا گل تر ہمارا نبی ﷺ
جس کا ثانی نہیں ملک کونین میں — ہے وہ بے مثل و ہمسر ہمارا نبی ﷺ
نام جس نے لیا ، اُس پہ سایہ کیا — ہے عجب بندہ پرور ہمارا نبی ﷺ
ڈھونڈتے ہی رہے ہوش و عقل و خرد — لا مکاں پہنچا اُڑ کر ہمارا نبی ﷺ

عظمتوں کا ہالہ نہیں، عرش ہے — عرش سے بھی فراتر ہمارا نبی ﷺ
بالیقیں سب سے اعلیٰ حبیب خدا — بالیقیں سب سے بہتر ہمارا نبی ﷺ
رافع بندگی ، دافع تشنگی — شاہ تسنیم و کوثر ہمارا نبی ﷺ
جس کی نسبت بنی ضامن مغفرت — شافعِ روز محشر ، ہمارا نبی ﷺ
شیخ کے صدقے، آسی ،کرے گا کرم — رحمتوں کا سمندر ہمارا نبی ﷺ

﴿ر (۲)﴾

ہر کہیں جلوہ گر ہے ہمارا نبی — ہر گھڑی با خبر ہے ہمارا نبی ﷺ
سیدہ آمنہ ، صالحہ ، مصلحہ — اس کا نورِ نظر ہے ہمارا نبی ﷺ
سوبسو نصب جھنڈے ہیں انوار کے — صاحب کرّو فر ہے ہمارا نبی ﷺ
زندگی کی شب تار جاتی رہی — کیا ہی پیاری سحر ہے ہمارا نبی ﷺ
اس کو شنوائی اُس کو نظر بخش دے — نافع کور و کر ہے ہمارا نبی ﷺ
جس کی نسبت سے بے مثل عظمت ملے — ایسا عالی گہر ہے ہمارا نبی ﷺ
جس کی الفت بھی دیدہ وری بخش دے — کس قدر دیدہ وری ہے ہمارا نبی ﷺ
جس کی طاعت بھی ہے رہبری کی سند — وہ عجب راہبر ہے ہمارا نبی ﷺ
نام جس کا دعاؤں میں بھر دے اثر — وہ سریع الاثر ہے ہمارا نبی ﷺ
جس کا سایہ قیامت میں بھی دے اماں — وہ کرم کا شجر ہے ہمارا نبی ﷺ
آسی مرشد مرا جس کی خیرات ہے — ہاں وہ خیر البشر ہمارا نبی ﷺ

﴿ر (۳)﴾

قاسمِ سیم و زر ہے ہمارا نبی — ابر لعل و گہر ہے ہمارا نبی ﷺ
سیم و زر کچھ نہ لعل وگہر کوئی شے — مالک خشک و تر ہے ہمارا نبی ﷺ
جو دعا کی خلیل وفا کیش نے — اس دعا کا ثمر ہے ہمارا نبی ﷺ
دیکھا خالق کو پھر اس کی سب خلق کو — وہ وسیع النظر ہے ہمارا نبی ﷺ
فعل و فاعل کی دونوں سے پہلے خبر — کس قدر باخبر ہے ہمارا نبی ﷺ
رب اُسی کا ہے جس کا ہے محبوب رب — رب اُدھر ہے جدھر ہے ہمارا نبی ﷺ
کیا ہے دنیا ، شبستان تارِ ہوس — اور کرم کی سحر ہے ہمارا نبی ﷺ
اپنے جیسا سمجھ کے نہ برباد ہو — لوگو خیرالبشر ہے ہمارا نبی ﷺ

ضعف و بیچارگی کا ہمیں خوف کیا   اپنا جب چارہ گر ہے ہمارا نبی ﷺ
دزدی رہزنی کی ہمیں فکر کیا   اپنا جب راہبر ہے ہمارا نبی ﷺ
شیخ کامل ہے آسی عطا ہی عطا   رحمت سر بسر ہے ہمارا نبی ﷺ

......﴿ل(۱)﴾......

خَلق میں نور اول ہمارا نبی   خُلق میں سب سے اکمل ہمارا نبی ﷺ
سب حسیں اور احسن وہ نُورِ خدا   سب جمیل اور اجمل ہمارا نبی ﷺ
آگیا تو ہوئیں دور ویرانیاں   لایا جنگل میں منگل ہمارا نبی ﷺ
کشت ہستی ہوئی جس سے سیراب سب   ہے وہ رحمت کا بادل ہمارا نبی ﷺ
جس کی سیرت کا ہر گوشہ بے عیب ہے   جس کا اُسوۂ مکمل ہمارا نبی ﷺ
سب مصائب کا چارہ کلام خدا   سب مسائل کا ہے حل ہمارا نبی ﷺ
اور عالم تو اعلم حبیبِ خدا   اور عادل تو اعدل ہمارا نبی ﷺ
دہر کا ذرہ ذرہ ہے پیش نظر   جانے سب کچھ مفصل ہمارا نبی ﷺ
کیوں نہ مختار کل کہئے سرکار کو   جب گدا کو کہے سل ہمارا نبی ﷺ
مان جائیں گے سب تختِ محمود پر   جلوہ گر ہوگا جب کل ہمارا نبی ﷺ
شیخ کے صدقے لائے گا آسی بہت   شاخ امید پر پھل ہمارا نبی ﷺ

......﴿ل(۲)﴾......

عفو و احساں کا ساحل ہمارا نبی   امن و ایماں کا حاصل ہمارا نبی ﷺ
جن و انساں کا مقصود ، راہ ہدیٰ   علم و عرفاں کی منزل ہمارا نبی ﷺ
عرش مولا کا رہبر ، حبیب خدا   لا مکاں کی ہے مشعل ہمارا نبی ﷺ
رحمت حق کی ہونے لگیں بارشیں   جب کرم پہ ہو مائل ہمارا نبی ﷺ
زمزمہ روح کا ربنا ربنا   نغمۂ دیدہ و دل ہمارا نبی ﷺ
مظہر معدلت جس کا فاروق ہے   وہ ہر عادل سے عادل ہمارا نبی ﷺ
جس کا محتاج وسائل ہے سارا جہاں   ہے وہ سلطان باذل ہمارا نبی ﷺ
ساری خلقت کا داتا بفضل خدا   اپنے مولا کا سائل ہمارا نبی ﷺ
اپنے خالق کا شہکار بھی ، نور بھی   خلق میں گو ہے شامل ہمارا نبی ﷺ
دوجہاں کا ہے موصل خدا کی قسم   اپنے مولا سے واصل ہمارا نبی ﷺ
شیخ کامل کے صدقے میں آسی ہمیں   بخشے ایمان کامل ہمارا نبی ﷺ

……م (۱)……

بحرِ جود و کرم ہے ہمارا نبی — ابر لطف و نعم ہے ہمارا نبی ﷺ
مانا حادث بھی ہے، ہاں مگر ساتھ ہی — راز دار قدم ہے ہمارا نبی ﷺ
لایا تشریف تو لایا تسکین بھی — دافع ہم و غم ہے ہمارا نبی ﷺ
رب نے جب بھی پکارا تو تعظیم سے — کس قدر محترم ہے ہمارا نبی ﷺ
جس کی خدمت کو سمجھیں سعادت نبی — کس قدر محتشم ہے ہمار انبی ﷺ
مہرباں لمحہ لمحہ حبیب خدا — باخبر دمبدم ہے ہمارا نبی ﷺ
تاجدار اُمم ، اُمت مصطفےٰ — اور شفیع امم ہے ہمارا نبی ﷺ
یاد سرکار چارۂ جان حزیں — نغمہ چشم نم ہے ہمارا نبی ﷺ
بے کرم کے بھلا کیا زباں کیا بیاں — اصل علم و قلم ہے ہمارا نبی ﷺ
انت حل بھذا البلد کی قسم — جان شان حرم ہے ہمارا نبی ﷺ
شیخ فرمائے آسی سے روتا ہے کیوں — دافع رنج و غم ہے ہمارا نبی ﷺ

……م (۲)……

اصل توجیہ عالم ہمارا نبی — وجہ تخلیقِ آدم ہمارا نبی ﷺ
جس کے محتاج ہیں انبیاء و رسل — رحمت رب ارحم ہمارا نبی ﷺ
کیا خبر ہو زمانے کو محبوب کی — ہے زمانے سے اقدم ہمارا نبی ﷺ
جس کی نسبت ہے سرمایہ برتری — وہ ہر اعظم سے اعظم ہمارا نبی ﷺ
جس کی بعثت کے حلقے میں ہیں عالمیں — وہ رسول مکرم ہمارا نبی ﷺ
ہر سخی سے سخی تر ہمارا سخی — سب کریموں سے اکرم ہمارا نبی ﷺ
جس کا پابوس عرش معلیٰ بھی ہے — وہ حبیب معظم ہمارا نبی ﷺ
جس کی خاک قدم اصل خاکِ شفا — وہ شفائے مجسم ہمارا نبی ﷺ
شافع عاصیاں ، نافع بیکساں — دافع کلفت و غم ہمارا نبی ﷺ
راحت جسم و جاں ، رحمت دو جہاں — برکت ہر دو عالم ہمارا نبی ﷺ
جس کے عشاق پائیں حیات ابد — ہے وہ واللہ ادوم ہمارا نبی ﷺ
مبتدا بھی وہی ، منتہی بھی وہی — فاتح ونیز خاتم ہمارا نبی ﷺ
صدقہ شیخ آسی کے کام آئے گا — بیکسوں کا وہ ہمدم ہمارا نبی ﷺ

......ن (۱)......

سر ہستی کا عنواں ہمارا نبی | عشق و مستی کا ارماں ہمارا نبی ﷺ
کون ہے جس کو کہتے ہیں مرآتِ رب | اس لقب کے ہے شایاں ہمارا نبی ﷺ
منتہی علم و عرفاں کا رب العلیٰ | اصل ایمان و ایقاں ہمارا نبی ﷺ
جس کا دربان و خادم ہے روح الامیں | وہ سلاطیں کا سلطاں ہمارا نبی ﷺ
عالم و علم و معلوم ہیں مصطفیٰ | محسن و حسن و احساں ہمارا نبی ﷺ
وجہ فلک و ارضین صل علیٰ | حاصل کشت امکاں ہمارا نبی ﷺ
ساری مخلوق کا میزباں فرش پر | عرش پہ رب کا مہماں ہمارا نبی ﷺ
مشکلیں ہیں تو جاؤ درشاہ پر | کر دے اک دم میں آساں ہمارا نبی ﷺ
مان کر دیکھ لو ، مانگ کر دیکھ لو | ہے کریم جہاناں ہمارا نبی ﷺ
غیرتِ عشق سے جو بھی معمور ہے | سمجھو اُس سے ہے شاداں ہمارا نبی ﷺ
شیخ کا صدقہ آسی کو بخشے سکوں | چارہ ساز غریباں ہمارا نبی ﷺ

......ن (۲)......

آیا جنت بداماں ہمارا نبی | لایا اوپر سے قرآں ہمارا نبی ﷺ
کون مقصود اول ، ہمارا خدا | کون محبوب رحماں ، ہمارا نبی ﷺ
کون دنیا کا خالق ، ہمارا خدا | کون خالق کی برہاں ، ہمارا نبی ﷺ
کون ہستی کا موجد ، ہمارا خدا | کون ہستی کا ساماں ، ہمارا نبی ﷺ
کس پہ ایمان ہے ؟ اپنے اللہ پر | کون ہے جانِ ایماں ؟ ہمارا نبی ﷺ
کس نے پیدا کیے ہیں یہ شاہ وگدا؟ | کون ہے شاہِ شاہاں؟ ہمارا نبی ﷺ
مولا نور السموات والارض ہے | اور مہر درخشاں ؟ ہمارا نبی ﷺ
آسماں چھت ، زمیں فرش ، دنیا مکاں | اس میں شمع فروزاں ؟ ہمارا نبی ﷺ
اعتراف اس کا برنارڈشا کو بھی ہے | حافظ نوعِ انساں ہمارا نبی ﷺ
عقل؟ وہم و گماں ، تیرگی ، بیکلی | لایا تسکین و ایقاں ہمارا نبی ﷺ
آسی طالب تو مرشد وسیلہ مگر | اپنا مطلوب و ارماں ہمارا نبی ﷺ

ن (۳)

رحمت بے کراں ہے ہمارا نبی — والیٔ دو جہاں ہے ہمارا نبی ﷺ
سر تکوین کون و مکاں مصطفیٰ — خواجۂ کن فکاں ہے ہمارا نبی ﷺ
جسم سے پاک رب، سائے سے پاک یہ — بے نشاں کا نشاں ہے ہمارا نبی ﷺ
رب ظاہر کا مظہر خدا کی قسم — ہر عیاں سے عیاں ہے ہمارا نبی ﷺ
ہر گھڑی ہر کہیں ہے، وہی جلوہ گر — کیا کہوں میں کہاں ہے ہمارا نبی ﷺ
کائنات ایک تن ہے اگر سوچئے — اس کی روح رواں ہے ہمارا نبی ﷺ
کیوں مکانی کرے دعویٰ ہمسری — جب سر لامکاں ہے ہمارا نبی ﷺ
ارحم الراحمیں ہے خدا اور پھر — بالیقیں مہرباں ہے ہمارا نبی ﷺ
ہونے والی ہے نظر کرم بیکسو — حامیٔ بیکساں ہے ہمارا نبی ﷺ
رب کی رحمت سے مایوس ہو کیوں کوئی — شافع عاصیاں ہے ہمارا نبی ﷺ
شیخ نے اپنے آسی کو کیا کر دیا — اس کے وردِ زباں ہے ہمارا نبی ﷺ

ن (۴)

مظہر ذات بیچوں ہمارا نبی — سر اسرار مکنوں ہمارا نبی ﷺ
شاہِ ہر خشک و تر ہے تو پھر کیوں کہوں — مالک ربع مسکوں ہمارا نبی ﷺ
قبلہ قلب و جاں، مرجع قدسیاں — چارۂ جانِ محزوں ہمارا نبی ﷺ
ساری مخلوق ممنونِ ختم الرسل — ایک رب کا ہے ممنوں ہمارا نبی ﷺ
حافظ و ناصر و غمگسار و سخی — رب کا معصوم و مصئوں ہمارا نبی ﷺ
کیا ہی پیارا ہے عنواں شہ دوسرا — کیا ہی دلکش ہے مضموں ہمارا نبی ﷺ
واہ دلکش ندا ''یارسول خدا'' — ورد لب کیا ہے موزوں ہمارا نبی ﷺ
ہو سکے جو کبھی شاخ طوبیٰ سے میں — صفحہ دل پہ لکھوں ہمارا نبی ﷺ
وہ اُدھر کام سارے بنا دیں مرے — میں ادھر لب پہ لاؤں ہمارا نبی ﷺ
مری کٹیا میں وہ ہوں اُدھر جلوہ گر — میں ادھر گیت گاؤں ہمارا نبی ﷺ
شیخ بولے جو آسی پہ دیکھا کرم — کام آیا سدا یوں ہمارا نبی ﷺ

ن (۵)

مہبطِ وحی و قرآں ہمارا نبی   مرکز دین و ایماں ہمارا نبی ﷺ
اصل ہر تزکیہ ،روح ہر تجلیہ   قاسم علم و عرفاں ہمارا نبی ﷺ
مدعائے رسل ، منتہائے رسل   حاصل کشتِ امکاں ہمارا نبی ﷺ
رحمت دو جہاں ، شاہِ کون ومکاں   پیکر حسن و احساں ہمارا نبی ﷺ
زینت فرش بھی ، رفعت عرش بھی   خواجہ عرش ایواں ہمارا نبی ﷺ
بحر جود و سخا ، جانِ لطف و عطا   محسن نوع انساں ہمارا نبی ﷺ
وہم کی ظلمتیں چھٹ گئیں ، مٹ گئیں   جامع عقل و ایقاں ہمارا نبی ﷺ
راہیں کھلنے لگیں ، سوچیں ڈھلنے لگیں   بن کے آیا ہے برہاں ہمارا نبی ﷺ
سب پہ لطف وکرم ، سب کو بخشے بھرم   رحمت رب رحماں ہمارا نبی ﷺ
دل ہو مایوس کیوں ، غم ہو محسوس کیوں   پورے کرتا ہے ارماں ہمارا نبی ﷺ
شیخ کے صدقے آسی پہ بھی ہو کرم   اب کرے مشکل آساں ہمار انبی ﷺ

ن (۶)

تاجدار زمن ہے ہمارا نبی   نائب ذوالمنن ہے ہمارا نبی ﷺ
مظہر قدرت خالق این و آں   مہر کن کی کرن ہے ہمارا نبی ﷺ
نام لیتے رہو کام بنتے رہیں   عظمت فکر و فن ہے ہمارا نبی ﷺ
برکتوں کی بہارِ بہار آفریں   رحمتوں کا چمن ہے ہمارا نبی ﷺ
کھائے قرآن لفظ و بیاں کی قسم   کیسا شریں سخن ہے ہمارا نبی ﷺ
راستے بھی مہک جائیں رفتار سے   کیسا قدسی بدن ہے ہمارا نبی ﷺ
کاشف سرِّ اوحیٰ الی عبدہٖ   کیسا نوری دہن ہے ہمارا نبی ﷺ
احترام حرم ، آبروئے عرب   یمنِ شام و یمنِ ہے ہمارا نبی ﷺ
نور ہے بلکہ نور من اللہ ہے   کیسا عالی وطن ہے ہمارا نبی ﷺ
ساری زیبائشیں صدقہ سرکار کا   ہر پھبن کی پھبن ہے ہمارا نبی ﷺ
شیخ کا صدقہ آسی ہے نغمہ سرا   دافع رنج و محن ہے ہمارا نبی ﷺ

ن (۷)

شمع بزم یقیں ہے ہمارا نبی   جان ایمان و دیں ہے ہمارا نبی ﷺ

اول الاولیں ہے ہمارا نبی — آخر الآخریں ہے ہمارا نبی ﷺ
رحمت بے کراں بلکہ بعد از خدا — ارحم الراحمیں ہے ہمارا نبی ﷺ
عظمت بے کراں بلکہ بعد از خدا — احکم الحکمیں ہے ہمارا نبی ﷺ
کوئی پہنچا نہ پہنچے جہاں تا ابد — اس مکاں کا مکیں ہے ہمارا نبی ﷺ
ہر نبی بہر امت ہے رحمت مگر — رحمت عالمیں ہے ہمارا نبی ﷺ
بن کہ ہے آیا شاہد حبیب خدا — سائلو ہر کہیں ہے ہمارا نبی ﷺ
نجم قسمت کو جس سے ملے روشنی — ایسا روشن جبیں ہے ہمارا نبی ﷺ
شہد جنت کو جس سے ملے چاشنی — اصل صد انگبیں ہے ہمارا نبی ﷺ
کیوں نہ دجال ہو ہر نیا مدعی — خاتم المرسلیں ہے ہمارا نبی ﷺ
آسی تنہا نہیں شیخ کے فیض سے — سر پر جب بالیقیں ہے ہمارا نبی ﷺ

......﴿ و ﴾......

دمبدم سوبسو ہے ہمارا نبی — جابجا رو برو ہے ہمارا نبی ﷺ
جس کی صدیوں سے تھی منتظر زندگی — حاصل جستجو ہے ہمارا نبی ﷺ
مطلع حسن بھی ، مخزن جود بھی — ہاں کما حقہ ہے ہمارا نبی ﷺ
رحمت و مرحمت ، واہب و موہبت — عبدرحمٰن خو ہے ہمارا نبی ﷺ
حرف و لفظ و زباں و بیاں کا شرف — عظمت گفتگو ہے ہمارا نبی ﷺ
باعث ہر شرف،موجب ہر کرم — جان ہر آبرو ہے ہمارا نبی ﷺ
والضحیٰ اور والشمس و والفجر میں — کیا تابندہ رُو ہے ہمارا نبی ﷺ
ماہروئی فدا اس کے عشاق پر — کیا پاکیزہ مو ہے ہمارا نبی ﷺ
آئے ناظر کو اپنی ہی صورت نظر — کیوں کہوں ماہرو ہے ہمارا نبی ﷺ
آسی مرشد کا صدقہ ہے یہ سوچ بھی — ایسا آئینہ رو ہے ہمارا نبی ﷺ

......﴿ ہ ﴾......

رحمتوں کا خزینہ ہمارا نبی — برکتوں کا قرینہ ہمارا نبی ﷺ
تاجدار دو عالم بھی ہے بالیقیں — تاجدار مدینہ ہمارا نبی ﷺ
دھل گئے داغ تشکیک و الحاد کے — لایا ابر سکینہ ہمارا نبی ﷺ
دین و دنیا کی سب نعمتیں ہوں عطا — جب بھرے آبگینہ ہمارا نبی ﷺ
خوشبو جائے نہ صدیوں اگر بخش دے — اک دو قطرے پسینہ ہمارا نبی ﷺ
کیا عجب پار کر دے جو اک آن میں — ڈوبتوں کا سفینہ ہمارا نبی ﷺ

کیا عجب پاک کردے جو اک آن میں — جاں ، نظر ، قلب و سینہ ہمارا نبی ﷺ
کیا عجب اپنے در پہ بلائے مجھے — اور دکھائے مدینہ ہمارا نبی ﷺ
کیا عجب میرے اجڑے نگر میں کبھی — آئے شاہ مدینہ ہمارا نبی ﷺ
شہادت کے مضمون کے سوا — لب پہ لایا کبھی ''نہ'' ہمارا نبی ﷺ
شیخ کا صدقہ آسی بے دل کو دے — دل کی جنس ثمینہ ہمارا نبی ﷺ

ی

نور حق واقعی ہے ہمارا نبی — مثل ہی سے بری ہے ہمارا نبی ﷺ
ہر رسول خدا کا رسول خدا — ہر نبی کا نبی ہے ہمارا نبی ﷺ
ابتدا جس کی عرش علیٰ سے ہوئی — واہ وہ منتہی ہے ہمارا نبی ﷺ
حافظ آدمیت خدا کی قسم — محسن آدمی ہے ہمارا نبی ﷺ
جس نے قرآن و ایمان و عرفاں دیئے — دیکھو کیسا سخی ہے ہمارا نبی ﷺ
گدا ہیں خدا اور سرکار کے — ہے خدا پھر غنی ہے ہمارا نبی ﷺ
علم کہتے ہیں جس کو اسی سے ملا — قاسم آگہی ہے ہمارا نبی ﷺ
نور کہتے ہیں جس کو اسی نے دیا — مطلع روشنی ہے ہمارا نبی ﷺ
نام پہ مرنے والے سلامت رہیں — مرکز زندگی ہے ہمارا نبی ﷺ
عبدہٗ کا ہے جو عبد عبد خدا — محور بندگی ہے ہمارا نبی ﷺ

ے

کاش قسمت جگائے ہمارا نبی — سب کی بگڑی بنائے ہمارا نبی ﷺ
خود بھی بخشے ہماری خطا و سزا — رب سے بھی بخشوائے ہمارا نبی ﷺ
شرک سے اب بچایا ہے سرکار نے — نار سے کل بچائے ہمارا نبی ﷺ
ان کو پھر در بدر سے بھلا کیا غرض — جن کو در پہ بلائے ہمارا نبی ﷺ
رنج و غم سے رہے ان کو کیا واسطہ — آپ جن کو ہنسائے ہمارا نبی ﷺ
عرش و کرسی کو ہے نور جس سے ملا — دل میں بھی جگمگائے ہمارا نبی ﷺ
کیوں مکانی سمجھتے ہیں اغیار ،جب — لامکاں پھر کے آئے ہمارا نبی ﷺ
غیر سے علم کی بھیک مانگیں تو کیوں — جن کو سب کچھ سکھائے ہمارا نبی ﷺ
ان سے بڑھ کر کوئی دیکھ سکتا ہے کیا — جن کو جلوہ دکھائے ہمارا نبی ﷺ
عید ہوگی ہماری اسی روز جب — رخ سے پردہ اٹھائے ہمارا نبی ﷺ
شیخ کے صدقے آسی دمِ واپسی — گنگناتا ہی جائے ، ہمارا نبی ﷺ

ربیع الاول کا پیغام

ملت اسلامیہ کے نام

تقریر: حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

ترتیب: علامہ طاہر نقاش حسینی آسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واذکروا نعمة الله اذکنتم اعدآء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا ٥

ترجمہ: ''اور تم یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جب تم آپس میں دشمن تھے پس اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا فرمادی۔ پس تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے''۔

الصلوٰة والسلام علیک یا رسول الله

وعلی الک و اصحابک یا حبیب الله

الصلوة والسلام علیک یا سراج السالکین

وعلی الک و اصحابک یا مصباح المقربین

مئے وحدت پلا مینوں علی پور والیا شاہا — خدا سے جا ملا مینوں علی پور والیا شاہا

جیویں اک نانبائی رنگیا سی خواجہ باقی نے — تویں ہی رنگ جا مینوں علی پور والیا شاہا

نکالا ڈاکٹر روحانیاں نے ہسپتالاں تھیں — سمجھ کے لادو امینوں علی پور والیا شاہا

ملت اسلامیہ کی بے حسی اور اس کا حل:

ربیع الاول شریف کا یہ آخری جمعہ ہے۔ الحمد للہ اس مہینے میں نبی محتشم، حضور سرور کائنات، فخر موجودات، حضور احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں نے بڑے والہانہ اور عاشقانہ انداز کے ساتھ میلاد مصطفیٰ ﷺ منایا، جلوس نکالے گئے، درود و سلام کی محافل کا انعقاد کر کے تزکیہ نفس کرنے کی کوششیں کی گئیں وغیرہ وغیرہ

اور حقیقت یہ ہے کہ یہ قوم کی خوش نصیبی و خوش بختی ہے کہ وہ اپنے آقا و مولا حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے پیار رکھتی ہے اور اس محبت و پیار کا باقاعدہ مظاہرہ کرتی ہے۔ بہر حال مسلمانانِ ملت نے اپنی اپنی محبت کا اظہار کیا لیکن اس محبت کے ساتھ ساتھ کیا انہوں نے اس ماہ مبارک کا، میلاد پاک کا، مقصود سمجھا ہے، ربیع الاول شریف ہمیں کیا پیغام دیتا ہے۔ کیا قوم اس پیغام سے بہرہ ور ہوئی ہے اور انہوں نے اپنی زندگیوں کو سرکار دو عالم ﷺ کے فرمودات کے مطابق بسر کرنے کا عہد کیا ہے۔

میں کئی بار یہ سوچتا ہوں کہ پاکستان کا قیام، پاکستان کے حالات جس عجیب وغریب صورت حال سے دوچار ہیں قابل افسوس ہیں۔قوم وقت کے تقاضوں سے بے خبر ہے،حکومت کو دیکھئے تو اسے بھی عوام کی تربیت کرنے کی کوئی فکر نہیں۔اچھی حکومت عوام کی تربیت کرتی ہے۔تربیت کرنے کی غرض سے کوئی قانون،کوئی ضابطہ لاگو کرتی ہے لیکن افسوس!حکومت کو اس طرف کوئی دلچسپی ہی نہیں کہ عوام کس طرف جا رہی ہے۔ان کے کیا حالات ہیں،حالات کے پیش نظر کیا کرنا چاہئے،ہماری کیا ذمہ داری ہے۔نہ عوام کو اپنی بے حسی کا علم اور نہ ہی حکومت کو اپنی ذمہ داری کا احساس۔سیاسی لیڈروں کو دیکھیں،ان کے طور طریقے،چہل پہل دیکھیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب نابالغ ہیں۔نہ معلوم ملک میں کیا ہو رہا ہے،دشمن ہمیں تباہ کرنے کیلئے کس جذبہ باطلہ کے ساتھ درپے ہیں۔کتنے افسوس کی بات ہے کہ قومی اسمبلی میں ننگے سر عورتیں،اور داڑھی رکھے مولوی اکٹھے ناچیں لیکن کیا کریں جب

؎ وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یہ سب باتیں تکلیف دہ ہیں ایک طرف دشمن اپنے ناپاک عزائم کے ساتھ ہماری شہ رگ کے قریب ہے۔ہمارے دیکھتے دیکھتے اس نے افغانستان کا کیا حال کیا،عراق پر جس طرح اس نے ظلم وستم کی انتہا کی ہے،فلسطین جس طرح تباہی کا شکار ہوا ہے۔یہ سب کچھ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے لیکن ہمارے لیڈر بجائے کسی حکمت عملی کے،بجائے کسی سوچ و بچار کے،بجائے خواب غفلت سے بیدار کرنے کے،خود ہٹ دھرمی کا شکار ہیں۔یہ باتیں لیڈروں کے شایان شان نہیں۔پھر میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ ہمارا اتنا زبردست دشمن بھارت جس طرح ہمیں تباہ کرنے کے درپے ہے،جس طرح وہ لمحہ لمحہ ہماری تباہی و بربادی کی سوچ میں مستغرق رہتا ہے۔جب کہ ہم بچتے جا رہے ہیں۔بچتے جا رہے ہیں۔اس کی وجہ کیا ہے۔واللہ باللہ۔تاللہ میرا دل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ یہ جو درود وسلام کی صدائیں گونجتی ہیں۔رب کائنات اس کی قدر کرتا ہے۔وگرنہ ظاہراً قوم کے بچنے کی کوئی صورت حال نہیں،کوئی ایسی تدبیر نہیں،جس کے سہارے ہم دشمن کا مقابلہ کرسکیں،اس قوم کے موجودہ حالات قابل رشک نہیں۔چند ایک مشائخ چھوڑ کر۔اس طرح چند ایک علما اور سیاسی لیڈر چھوڑ کر عموماً سب بے حسی اور کم ہمتی کا شکار ہیں۔ہماری قوم کے حالات اب ایسے نہیں کہ وہ زمانے کے تھپیڑے سہ سکے ہم محفوظ ہیں تو کس کا صدقہ؟ صرف رحمۃ للعلمین کی رحمۃ للعالمینی کا صدقہ۔ہم جب درود وسلام کا نذرانہ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں بھیجتے ہیں۔عجز وانکسار کا ثبوت دیتے ہوئے اس آقا ومولا سے عرض وفریاد کرتے ہیں تو پھر وہ مالک ہر دوسرا۔محبوب کبریا،حضور رحمۃ للعلمین ﷺ توجہ رحمت فرماتے ہیں۔کہ یہ برے ہیں تو کیا،ناواقف حالات ہیں تو کیا،اپنے تو ہیں نا۔اور یاد رکھیں درود وسلام پڑھنا۔نبی کونین ﷺ کے ساتھ حلف وفاداری ہے۔کہ یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کے ساتھ وفا کرتے ہیں۔ہم آپ سے محبت و پیار کا اعلان کرتے ہیں۔جب ہم یہ کہتے ہیں تو پھر اس کریم آقا کا دریائے رحمت جوش میں آتا ہے اور وہ ہمیں زمانے کے مصائب سے محفوظ فرماتے ہیں۔وگرنہ اس زمانے کا شیطان اعظم،فرعون اعظم،بش سراسر ناپاک اور ناپاک ارادوں کا حامل اپنی کس کس ناپاکی کا ثبوت نہیں دے رہا ہے۔لیکن انشاء اللہ العزیز ہم سرکار ﷺ کا صدقہ بچتے آئے ہیں اور بچتے رہیں گے۔

حضرات محترم!جس طرح ہم درود وسلام کے ساتھ سرکار دو عالم ﷺ سے اپنی وفا کا اظہار کرتے ہیں اور اس درود وسلام کا صدقہ وہ کریم آقا کتنی توجہات فرماتا ہے تو جب ہم اس سلسلہ کو تیز کریں درود وسلام کے ساتھ ساتھ جو نظام صلوٰۃ اس محبوب آقا نے عطا فرمایا ہے اس کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔پانچ وقت کی نماز ادا کریں حضور کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں۔تو پھر اس محبوب دلنواز ﷺ کی کیا کیا رحمتیں میسر نہ ہوں گی۔قوم کا

مسجدوں میں نہ آنا، دلوں کا نور آشنائی سے تہی ہونا جبکہ معاذ اللہ فحش گانوں اور آوارہ فلموں اور کلبوں کی طرف متوجہ ہونا، یہ قوم کی محض اپنی ہی غفلت کا اثبات نہیں۔ بلکہ یہ بھی دشمنان اسلام کی بہت ساری چالاکیوں میں سے ایک چالاکی ہے۔ ان کو یہ معلوم ہے کہ قوم سے حیا اور غیرت نکل جائے تو پھر اس کی تباہی خود بخود ہو جاتی ہے۔ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا حیا اور ایمان اکٹھے پیدا ہوتے ہیں جس کے دل میں ایمان ہے اس کے دل میں حیا بھی ہے اور جس کے دل میں ایمان نہیں اس کے اندر حیا بھی نہیں۔ حیا چلی جائے تو ایمان بھی چلا جاتا ہے۔ گویا اس طرح سرکار دو عالم، نور مجسم ﷺ نے اپنی امت مرحومہ کو عیاشانہ نقطہ نظر سے بچایا ہے۔ حفیظ جالندھری اسلام کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

یہ دنیا رزمگاہ ہے تو سپاہی بن کے آیا ہے ۔۔۔ مقامی بن کے آیا ہے، نہ راہی بن کے آیا ہے
ملا ہے درگہ حق سے رتبہ تجھے مجاہد کا ۔۔۔ ترے لائق نہ دنیا دار کا جامہ نہ زاہد کا

یہ دنیا حق و باطل کا میدان ہے۔ ایک طرف صاحبان حق ہیں جب کہ دوسری طرف صاحبان باطل ہیں۔ ارے تو تو نبی کونین ﷺ کا سپاہی ہے اور مجاہد بن کے آیا اپنے مقام کو پہچان۔

الغرض ربیع الاول شریف کا ایک پیغام ہے۔ ہم دیکھیں کہ ہم نے کس حد تک خود کو سدھارنے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے اندر محبت مصطفی ﷺ اور حضور کی اطاعت کا کس حد تک جذبہ پیدا ہوا ہے، آپس کی نحوستوں اور قدورتوں کو کہاں تک ختم کیا ہے۔ ہمارے اندر کتنی تبدیلی رونما ہوئی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ ابھی تشریف نہیں لائے تھے تو زمانے کی کیا صورت حال تھی کہ

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا

ایک چھوٹی سے بات پہ جھگڑا ہوتا تو ممکن ہوتا کہ یہ لڑائی صدیوں جاری رہے لیکن نبی پاک ﷺ کا کائنات میں تشریف لا کر ان سب کو ایک پلیٹ فارم پہ جمع کرنا، ان کو بھائی بھائی بنا دینا، محبت وارادت کا پیکر بنا دینا، حضور ﷺ کا عظیم معجزہ ہے۔ بلکہ یہ کائنات میں انقلاب عظیم ہے کہ مختلف قبائل کے لوگ اس محبوب کی بارگاہ میں آتے ہیں پھر

مفاسد کو زیروزبر کرنے والا ۔۔۔ قبائل کو شیروشکر کرنے والا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا ۔۔۔ اتر کر حرم سے سوئے قوم آیا

میرے عرض کرنے کا مطلب ہے کہ ہمارے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ قوم میں اس وقت جس مسئلے کی شدت محسوس کی جارہی ہے وہ ہے انتشار کا خاتمہ اور آپس میں اتحاد کا فروغ۔ وہ جذبہ اخوت جو کائنات کے دولہا نے پیش فرمایا تھا کہ **المسلم اخو المسلم لا یظلمه و لا یسلمه** مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ دوسرے پہ ظلم کرتا ہے نہ ہی دوسرے (مسلمان) کو (دشمن کے سپرد کرتا ہے۔)

دیکھئے نا! عراق میں کیا کچھ نہیں ہوا۔ کس قدر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گئے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس ملت اسلامیہ کا کیا ردعمل ہوا۔

کفر آہستہ آہستہ سب کی طرف اپنے ناپاک عزائم کے ساتھ رواں ہے لیکن ملت اسلامیہ کو اب بھی یہ احساس نہیں ہوا کہ ہم سب کا نفع ایک ہے، ہم سب کا نقصان ایک ہے۔ حملہ کرنیوالے یہ نہیں دیکھتے کہ یہ عراقی ہے یا افغانی ہے وہ صرف یہ دیکھتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں۔ صرف مسلمان ہونے کی حیثیت سے کفر حملہ آور ہے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ یہودی اور عیسائی جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد رہے ہیں۔ مخالف رہے ہیں۔ اس حد تک اختلاف کہ ایک

دفعہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عیسائی اپنا وفد لے کر آئے تو یہودی بھی بمعہ وفد پہنچ گئے۔ دونوں حضور ﷺ کے سامنے ہی ایک دوسرے کے برسر پیکار ہو گئے۔ اور آپس میں بکنے لگ پڑے۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اس قدر اختلاف تھا۔ ان دونوں میں۔ اور یہ اختلاف ہوتا بھی کیوں نہ؟ یہودیوں نے عیسائیوں کے خلاف وہ نازیبا الفاظ استعمال کئے کہ شریف آدمی کے بارے میں بھی وہ الفاظ نہیں کہے جا سکتے۔ عیسائیوں کے عقائد کے پیش نظر وہ عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا پیغمبر یا بیٹا نہیں مانتے تھے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی شان میں جو وہ بکواس کرتے تھے اس کو برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تو دیکھئے جس محبوب کی امت نے حضرت مریم علیہا السلام کی پاکدامنی کا پاس رکھا، ان کی شان وعظمت کے پرچم لہرائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ شان وعظمت کا ڈنکا بجایا دنیا کو یہ بتایا کہ وہ روح اللہ ہیں۔ یہ عیسائی اس امت کے دشمن جبکہ وہ بدبخت جنہوں نے ان کی عزت وناموس کو پامال کیا یہ ان کے ریزہ خوار اور کاسہ لیس بنے ہوئے ہیں۔ افسوس صد افسوس ہے۔ یہ بے غیرتی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور یہ ایسا کیوں ہے اس لئے کہ وہاں دین وایمان کی کوئی بات نہیں۔ صدیوں سے عالم کفر میں بس ایک ہی پروپیگنڈا ہو رہا ہے صرف ایک ہی ناپاک سوچ پر زندگی کے لمحات گذارے جا رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو تباہ کیسے کیا جائے ان کو صفحۂ ہستی سے کس طرح ناپید کیا جائے۔ پھر مختلف سکیمیں سوچی جاتی ہیں ان سکیموں میں سے ایک سکیم یہ بھی ہے کہ ان سے حیا نکال دی جائے۔ اس کارنامے کو سرانجام دینے کیلئے وہ مختلف علاقوں میں اپنے کارندے بھیجتے ہیں جو مسلمانوں کو آوارگی، بے حیائی، بے شرمی اور بے غیرتی کی طرف مائل کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے کہ مسلمانوں کو اپنی مسلمانی کا احساس تک نہ ہو۔ یہ تقاضائے اسلام سے محروم رہیں۔ بس اسی میں ان کا کام تمام ہو جائے۔

قوم کے مسائل کا حل حضرت اقبال علیہ الرحمہ کی نظر میں: بہر حال! رب کائنات ہم سب کو سرکار دو عالم ﷺ کی غیرت عطا فرمائے، سرکار ﷺ سے نسبت قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ پھر یاد رکھیں جن لوگوں کے دلوں میں سرکار ﷺ کی محبت اور غیرت موجزن ہو تو پھر حضور ﷺ کا یہ عشق خود انسان کی راہنمائی کرتا ہے۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ ان کی مرقد انور پر اپنی کروڑ ہا رحمتوں کا نزول فرمائے اور سچی بات یہ ہے کہ میں نے ایک اردو لٹریچر کے طالبعلم ہونے کی حیثیت سے یہ نچوڑ نکالا ہے کہ جس طرح حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن اور حدیث کی ترجمانی کی ہے اور کہیں بہت کم نظر آتی ہے۔ حضرت اقبال پر رب کائنات کا خصوصی کرم تھا اور حضور ﷺ کی خاص نظر رحمت تھی یہ دونوں شخص حضرت قائداعظم اور حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہما بظاہر بغیر داڑھی لگتے تھے۔ لیکن اندر سے بالکل ٹھیک تھے۔ مشہور واقعہ ہے حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ حضور شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا! اقبال کے اندر داڑھی ہے۔ یہ ایک مخصوص انداز فکر تھا۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ اس دور میں انگریزوں نے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں یہ بات رائج کر دی تھی کہ داڑھی والا شخص معاذ اللہ متعصب ہوتا ہے اور عاری الذہن ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان میں پھر اس شخص کو اتنی عزت دی۔ اتنا کمال عطا فرمایا، اتنا بلند رتبہ عطا کیا کہ زمانہ آپ کی خدمات اور روشن کارناموں کو سلام کرتا ہے اور اب بھی بڑے بڑے عزت کے حاملین افراد بارگاہ اقبال میں بصد نیاز حاضر ہوتے ہیں۔ بلکہ حضرت علامہ اقبال کی روحانیت کا یہ عالم تھا کہ حضرت مولانا محمد بخش مسلم علیہ الرحمہ کے پاس محمد دین تاثیر اور اس کے علاوہ بڑے بڑے پڑھے لکھے حضرات آئے اور آکر کہنے لگے حضور! ہم آپ کی وساطت سے حضرت اقبال کا ''پیری مریدی'' کے بارے میں نظریہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ آپ ان کے مزاج شناس ہیں اس لئے آپ ان کا اصل موقف معلوم کر لیں گے۔ حضرت محمد بخش مسلم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا اور جا کر حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ سے یہ سوال کیا کہ ڈاکٹر صاحب! کچھ لوگ ہم سے پیری مریدی کے بارے سوال کرتے تھے۔ کہ پیر پکڑنا چاہئے کہ نہیں۔ حضرت

اقبال نے فرمایا کہ پھر آپ نے ان کو کیا جواب دیا۔ کہنے لگے میں نے کہا کہ یہ بالکل فضول سی بات ہے۔ کوئی پیر وغیرہ پکڑنے کی ضرورت نہیں جبکہ قرآن وحدیث کی تعلیمات ہمارے درمیان موجود ہیں۔ حضرت مسلم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب میں نے یہ بات کہی تو حضرت علامہ اقبال جلال میں آگئے اور جوش میں کافی دیر تک وہ پیری مریدی کے فضائل بیان کرتے رہے۔ ناگہاں ان کے کان کی لو سرخ ہوگئی۔ اور ہمارے حلقے میں یہ بات مشہور تھی کہ جب حضرت اقبال کے کان کی لو سرخ ہو جائے تب وہ دل کی بات کہتے ہیں۔ اس وقت جو بات وہ چھپانا چاہتے ہوں وہ خود بخود ان کی زبان سے سرزد ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں جب ان کے کان کی لو سرخ ہوئی تو ہم الرٹ ہو گئے کہ کوئی خاص بات ہے۔ اتنے میں حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے اس بے خودی کے موقع پر ارشاد فرمایا! ابھی کل کی بات ہے کہ غوث الثقلین جناب حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ہمارا گذر ہوا۔ اور یہ گذر ایسا نہ تھا کہ جس طرح ایک بادشاہ کا کسی بادشاہ کے ہاں ہوتا ہے بلکہ یہ گذر ایسا تھا جیسے ایک جھاڑو دینے والا کا کسی بادشاہ کے ہاں ہوتا ہے۔ جب ہم حاضر ہوئے تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ہمیں بیعت فرمالیا۔ یہ اقبال تھے جن کو ڈائریکٹ بارگاہ غوثیت سے فیض حاصل تھا۔ بلکہ جب حضرت اقبال حضرت مجدد الف ثانی کی بارگاہ میں گئے۔ خود فرماتے ہیں کہ ایک گھنٹہ تک یوں محسوس ہوتا رہا ہے۔ جیسے حضرت مجدد پاک سامنے تشریف فرما ہو کر گفتگو فرما رہے ہیں۔ پھر حضرت مجدد پاک نے ارشاد فرمایا اقبال! مبارک ہو۔ نبی کونین ﷺ تم پہ راضی ہو گئے ہیں۔ میں نے پوچھا حضور! کس بنا پر، فرمایا، جو کام تمہارے ذمے لگایا گیا تھا تم نے پورا کر دیا ہے۔ پھر اس عظیم شخصیت کا یہ احسان ہے کہ اس نے قوم کی راہنمائی کا حق ادا کر دیا ہے۔ انہوں نے قرآن وحدیث سے جواہر پارے نکالے ہیں اور قوم کو بیدار کر دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قوم کے مصائب کا محض ایک ہی حل ہے کہ

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے ۔۔۔ دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

نبی پاک ﷺ کے عشق اور محبت کو اپنے دلوں میں جگہ دو، اس کی حفاظت کرو، اس کے تقاضے پورے کرو۔ یہ حضور ﷺ کا عشق درحقیقت تمام مسائل کا حل ہے۔ پھر جب عاشق لوگوں کی زبان پر محبوب کا نام آتا ہے۔ تو وہ جھوم اٹھتے ہیں حضرت اقبال کی زبان پر نام محمد ﷺ آیا تو سرمستی کے عالم میں جھوم اٹھے اور فرمانے لگے کہ

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو ۔۔۔ چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
ہو نہ یہ ساقی تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو ۔۔۔ بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

اور

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے ۔۔۔ نبض ہستی، تپش آمادہ اسی نام سے ہے

بہر حال حضرات محترم! اس وقت ضرورت ہے کہ قوم محبت مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہو۔ بعض لوگ بڑا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ محبت کی بات بڑی کرتے ہیں۔ اطاعت کی بات ہی نہیں کرتے۔ لیکن یاد رکھیں جب محبت آجاتی ہے۔ اطاعت کی طرف از خود طبیعت مائل ہو جاتی ہے۔ انگریزوں میں ایک شاعر ''لارڈ وائرن'' ہوا ہے، مسلمانوں کے خلاف تھا۔ لیکن اپنی قوم کا ہیرو تھا لنگڑا کے چلتا تھا۔ قوم کے نوجوانوں نے جب اسے اپنا ہیرو بنالیا تو وہ بھی لنگڑا کے چلتے۔ اس میں تو عیب تھا لیکن اس کے عاشقوں کو اس کا یہ عیب نظر نہ آتا تھا بلکہ وہ شوق سے لنگڑا کے چلتے اور کہتے کہ یہ تو ہمارے ہیرو کا کمال فن ہے اس میں تو یہ حسن ہے۔ گویا لنگڑا کے چلتے اور سمجھتے کہ ہم اپنے ہیرو کی محبت کے تقاضے پورے کر رہے ہیں۔

حضرات محترم! محبت جس کسی کی بھی ہو آدمی اس کے طور طریقوں اور اس کی اداؤں کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے کہ میرے محبوب نے یہ کام

کیسے کیا ہوگا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ جن کے بارے میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتوں میں جس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقام ہے اسی طرح حضرت بایزید کا اولیاء اللہ میں ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں خربوزہ لایا گیا تو آپ بجائے اسے فوراً کھانے کے وہ روایت تلاش کرنے لگ پڑے کہ حضور ﷺ نے اسے کیسے کھایا ہے؟ بہت تلاش کی لیکن وہ روایت نہ ملی جس سے حضور ﷺ کا طریقہ مبارک معلوم ہو جب آپ کو مطلوبہ روایت نہ ملی تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خربوزہ ہی نہ کھایا صرف اس خیال سے کہ کیا معلوم میرے آقا نے خربوزہ کھایا بھی ہے کہ نہیں۔ یاد رکھیں! خربوزہ ہر صورت میں کھانا حلال ہے رب کائنات نے ارشاد فرمایا

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً

رب اپنے بندوں کیلئے تمام یہ پھل، فروٹ حلال فرما رہا ہے لیکن یہ عاشق محبوب ذوالجلال حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ جن کے متعلق حضرت اقبالؒ نے ارشاد فرمایا کہ

کامل بسطام در تقلید فرد اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

بایزید بسطامی سچا عاشق رسول ﷺ ہے۔ جس نے حضور کی محبت کی بنا پر پوری زندگی خربوزہ ہی نہ کھایا۔

حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے میلاد شریف کے حوالے سے ایک مضمون تحریر فرمایا جس میں آپ نے محفل میلاد کا مقصود بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ محفل میلاد کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہو۔ یہ کیفیت بیدار ہو کہ اگر حضور ﷺ اس موقعہ پر ہوتے تو آپ ﷺ کیا فرماتے۔ پھر آپ نے وہ واقعہ تحریر فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا روم علیہ الرحمتہ اپنے ایک دو مریدین کے ساتھ بازار میں سے گذر رہے تھے۔ کہ ایک مقام پر کچھ بچے کھیل رہے تھے۔ بچوں نے آپ کو دیکھا تو فوراً آپ کی طرف لپکے اور آ کر آپ کے ہاتھوں کو چومنا شروع کر دیا۔ قریب ہی ایک نانبائی کی دکان تھی۔ وہاں ایک بچہ آٹا گوندھ رہا تھا۔ اس بچے نے آٹا گوندھتے ہوئے آپکو آواز دے کر کہا کہ حضور! یہاں ٹھہرنا میں آٹا گوندھ کر آتا ہوں میں نے بھی آپ کے ہاتھ چومنے ہیں چنانچہ آپ وہیں کھڑے ہوگئے۔ بچہ ہاتھ دھو کر آیا سلام کہی ہاتھوں کو بوسہ دیا اور چلا گیا۔ ساتھ میں آپ کے مریدین عرض کرنے لگے۔ حضور! یہ ماجرا کیا ہے کہ ایک بچے کے کہنے پر آپ اتنی دیر یہاں ٹھہرے رہے کہ اس نے کہا میں نے آپ کے ہاتھ چومنے ہیں گویا آپ کو اپنے ہاتھ چمانے کا بڑا شوق ہے۔ حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرمانے لگے۔ نہیں کوئی ایسی بات نہیں۔ درحقیقت میرے دل میں یہ خیال آیا تھا۔ کہ اگر میری جگہ اسی طرح سرکار دو عالم ﷺ گذر رہے ہوتے اور یہی بچہ حضور ﷺ کو عرض کرتا۔ یا رسول اللہ ذرا ٹھہرنا میں نے بھی فارغ ہو کر آپ کے ہاتھ چومنے ہیں تو میرا دل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ حضور ﷺ اس بچے کا انتظار فرماتے۔

اس لئے جب عشق آتا ہے تو آدمی اس طرح فرمانبردار ہو جاتا ہے انسان اس حد تک سوچتا ہے۔ کہ اگر میرا محبوب اس مقام پر ہوتا تو کیا ارشاد فرماتا اور کیا ہدایات صادر فرماتا۔

حضرات محترم! اسلئے تھوڑا سا وقت ہمیں اپنے آپ کو دینا چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں، ہماری زندگی کیسی گزر رہی ہے۔ نبی پاک ﷺ کی ہدایات پر کس حد تک عمل کر رہے ہیں اور خدانخواستہ ثم خدانخواستہ برا محسوس نہ کیجئے کہ جب

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں یہود یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اگر ہماری یہ کیفیت ہو۔ ہمارے اخلاق راہ راست سے بھٹکے ہوئے۔ ہماری شکلیں خدانا ترسی کا مجسمہ، ہمارا کردار بدبودار، یہ ساری باتیں نبی

پاک ﷺ کے عشق سے محروم ہونے کی علامت ہے۔ وگرنہ حضور ﷺ کا عشق ہو تو پھر آدمی جھوٹ بولنے لگے تو عشق فوراً یہ بات کہتا ہے کہ شرم نہیں آتی، جس زبان سے کلمہ پڑھتا ہے اسی زبان سے جھوٹ بولتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کو دھوکا دینے لگے تو یہ جذبہ عشق پکار پکار کر کہتا ہے کہ شرم کر حضور ﷺ کی امت کو دھوکہ دے کر حضور ﷺ کو دکھ دیتا ہے۔ یہ ہے جذبہ محبت، جذبہ عشق یہ ایک جذبہ ہے کہ اگر قوم کے اندر بیدار کر دیا جائے، کہ وہ اپنے نبی کو خوش کرے، اپنے آقا و مولا کا دل مبارک ٹھنڈا کرے تو صورت حال بدل جاتی ہے۔

قوم جب کچھ نہ کچھ سنبھالے میں تھی۔ جب ان کے دل زندہ جاوید تھے یہ اس وقت کی بات ہے کہ دلی کی مرکزی جامع مسجد کے دروازے پر ایک اپاہج بھیک مانگ رہا تھا اپنے کشکول غریبی کو لوگوں کے سامنے پھیلائے فقیرانہ انداز میں صدائیں بلند کر رہا تھا۔ کہ اچانک ایک انگریز مسجد کے دروازے سے آیا۔ فقیر چونک گیا۔ وہ انگریز مسجد کے اندر گیا۔ زیارت کے بعد جب وہ واپس مسجد کے دروازے پر آیا تو اسی فقیر نے اسے اپنی جیب سے ایک بٹوا نکال کر دیا اور کہا کہ صاحب! یہ آپ کا بٹوا ہے۔ وہ انگریز بڑا متذبذب ہوا، بٹوا دیکھا بڑا حیران ہوا کہ یہ تو میرا ہی بٹوا ہے۔ کہنے لگا یار! یہ بٹوا تو واقعتاً میرا ہے لیکن یہ بتا کہ یہ تجھے کہاں سے ملا۔ فقیر کہنے لگا! اصل میں آپ کافی عرصہ پہلے یہاں مسجد میں آئے تھے۔ واپس جاتے جاتے آپ کا یہ بٹوا گر گیا تھا۔ میں نے بٹوا اٹھایا آپ کو آوازیں دیں لیکن کثیر ہجوم کے باعث آپ میری آواز سن نہ پائے اور چلے گئے تو میں نے اس وقت سے یہ بٹوا آپ کی امانت سمجھ کر رکھا ہوا ہے کہ جب کبھی آپ آئیں گے تو میں یہ بٹوا آپ کو دوں گا۔ انگریز کہنے لگا، یار مجھے ایک بات سمجھاؤ، تم یہاں سارا دن ایک ایک پائی کی خاطر صدائے فقیرانہ لگاتے ہوئے، بیٹھے رہتے ہو، اور ایک ایک پیسے کے محتاج ہو، میرے اس بٹوے میں تو کافی سارے روپے تھے جو تم بغیر مانگے خرچ کر سکتے تھے، مجھے کونسا علم تھا کہ بٹوا تیرے پاس ہے پھر بھی تم نے اس کو کھولا تک نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ فقیر کہنے لگا صاحب! اصل میں میرے دل میں یہ بات تھی کہ تم ایک عیسائی ہو اور میں مسلمان ہوں۔ مسلمان ہونے کے ناتے میرا ضمیر تیرے اس بٹوے کو استعمال کرنے کیلئے آمادہ نہ ہوتا تھا کہ اگر کہیں تیرے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے آقا و مولا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں میری شکایت کر دی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے ایک امتی نے میرے امتی کا بٹوا ہتھیا لیا ہے تو میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ کہیں میرے آقا اس موقع پر لاجواب نہ ہو جائیں۔ میرے آقا میری اس کرتوت پر پشیماں ہو کر کہیں خاموش نہ ہو جائیں۔ میں نے اپنے آقا ﷺ کی عزت و ناموس کی خاطر تمہارا یہ بٹوا اپنے پاس اتنی دیر تک رکھا ہے کہ جب کبھی تم دوبارہ آؤ گے تو میں تمہیں یہ بٹوا واپس کر دوں گا۔

آؤ! دامن مصطفیٰ کو تھام لو: حضرات محترم! یہ تھا جذبہ عشق، جذبہ محبت رسول ﷺ اگر آج بھی ہمارے دلوں میں اس جذبہ کی تھوڑی سی شمع فروزاں ہو جائے تو عین ممکن ہے کہ قوم کے یہ کسمپرسی کے شکار دن پھر جائیں۔ واللہ باللہ غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کو ابوجہل کا جس قدر خوف تھا اور بظاہر ساز و سامان میں جس قدر فرق تھا اگر آج بھی مسلمان بیدار ہو جائیں تو یہ بش اس سے زیادہ خطرناک نہیں ہے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کا جب وصال مبارک ہوا تو اس کے بعد سلطنت روما اور سلطنت ایران عظیم باطل قوتیں تھیں۔ ان دونوں کے ساتھ مقابلہ کرنا اور پھر بیک وقت کرنا معمولی بات نہ تھی۔ لیکن محبوب خدا، مالک ہر دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کے دیوانوں نے، نبی کے عشق والوں نے اسی جذبہ عشق رسول ﷺ کے بل بوتے پر یہ سارے معرکے سر کیے اور باطل قوتوں کا قلع قمع کیا۔ اقبال علیہ الرحمہ نے اسی لئے تو فرمایا تھا کہ

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

عجب چیز ہے لذت آشنائی اور دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

نبی کونین ﷺ سے اگر لذت آشنائی ہو جائے تو پھر دو جہان میں کوئی طاقت سامنے دم نہیں مار سکتی۔

ربیع الاول شریف کا بھی یہی پیغام ہے کہ آؤ! در رسول ﷺ پر حاضر ہو جاؤ اس محبوب کی ذات دلربا سے اپنا تعلق قائم کر لو پھر دیکھو تمہیں کیف و سرور کی کیسی کیسی رنگینیاں میسر ہوتی ہیں۔ بقول شاعر

ے یارو نازک ہے یہ زمانہ کملی والے کو بھول نہ جانا کملی والا کون؟ محمد ﷺ

ارے اس محبوب کی سیرت مقدسہ پر غور کر کے تو دیکھو کہ اس محبوب نے زندگی کیسے گزاری ہے۔

ے کھانا تو دیکھو جو کی روٹی ان چھنا آٹا روٹی موٹی وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا ﷺ

اور اے محلات کی فکر کرنے والو! ڈیکوریشن پیشز پر مر مٹنے والو! غور کرو! نبی پاک ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کر کے دیکھو کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔

ے قبضے میں جس کے ساری خدائی اس کا بچھونا ایک چٹائی نظروں میں کتنی ہیچ تھی دنیا ﷺ

نبی کونین ﷺ کی نظر مبارک میں اس دنیا کی کیا حیثیت تھی اس واقعہ سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ خلیفہ دوم جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ ایک کھردری چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ جس کی بنا پر آپ کی کمر مبارک پر رسیوں کے نشانات پڑ چکے ہیں۔ گھر میں ایک مشکیزہ، ایک چمڑے کا گدا، اس کے علاوہ اس جیسی ایک دو اور چیزیں موجود ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ منظر دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا عمر! کیوں رو رہے ہو۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ایران کا بادشاہ کسریٰ اور روم کا بادشاہ قیصر، خدا کے دشمن ہیں، پھر بھی دنیا کی لذتیں لوٹ رہے ہیں۔ دنیا کے کسی سامان کی انہیں احتیاج نہیں۔ لیکن آپ اللہ کے محبوب اعظم گویا جن کیلئے کائنات کا وجود عمل میں لایا گیا، کائنات کی ہر رنگینی کا مدعا و مقصود آپ، لیکن پھر بھی گھر میں صرف یہ چیزیں۔

کائنات کے والئی و مختار جناب سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا عمر! کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ رب نے دنیا قیصر و کسریٰ کو دے دی ہے اور آخرت ہمیں دے دی ہے۔ ہمارے لئے تو اخروی نعمتیں ہیں۔ پھر یہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے نبی پاک ﷺ کی سیرت طیبہ کو اپنے اندر اس قدر موجزن کیا، روایات میں آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت تھے۔ ایک دفعہ بیمار ہو گئے تو آپ کو شہد کی ضرورت پیش آئی۔ لیکن آپ بیماری کی حالت میں بھی شہد استعمال کرنا گوارا نہ سمجھتے بلکہ فرماتے میں شہد کیسے استعمال کروں لوگ تو قحط سے مرے جا رہے ہیں۔ الغرض شوریٰ کے لوگ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کی حضور! ہماری طرف سے اجازت ہے آپ شہد استعمال فرمالیں۔ یہ اجازت کلو کے برابر شہد استعمال کرنے کی نہ تھی محض چند ایک گرام کیلئے تھی۔

الغرض نبی پاک ﷺ نے یہ جو تصور عطا فرمایا کہ

ے نظروں میں کتنی ہیچ تھی دنیا

اس تصور کو سامنے رکھ کر پھر عاشقان مصطفیٰ ﷺ نے اپنی زندگی گزاری ہے

ایک روایت کے مطابق جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عیسائیوں سے معاہدہ کی خاطر مدینہ شریف سے بیت المقدس روانہ ہوئے تو آپ کے پاس ایک اونٹ تھا۔ ساتھ آپ کے ایک غلام تھا۔ مدینہ شریف سے بیت المقدس تک ایک اونٹ پر دونوں نے سفر اس طرح کیا کہ ایک منزل آپ اونٹ کے اوپر بیٹھتے اور غلام اونٹ کی مہار پکڑتا جب کہ ایک منزل غلام اونٹ پر بیٹھتا اور آپ اونٹ کی مہار پکڑتے۔ ذرا خیال فرمائیے،

لاکھوں میلوں تک جس مردِ آہن کی جلالت سے کفر کے محلات کانپتے ہوں، بڑے بڑے ملک جس کے زیر نگیں ہوں۔اس کی عاجزی وانکساری کا حال دیکھیں کہ اپنی عزت، اپنی شخصیت کا خیال تک نہیں۔ایک بادی النظر تو دیکھ کر یہ تصور ہی نہیں کرسکتا کہ ایک بادشاہ بھی اس طرح سفر کرسکتا ہے۔ ایران کا بادشاہ کسریٰ جب مدائن سے بھاگا تو کم از کم ایک ہزار کنیزیں اس کے ساتھ تھیں اور کئی ہزار غلام اس کے ساتھ تھے لیکن پھر بھی کہتا تھا کہ میں ہلاک ہوگیا۔ یہ ہے دنیا پرست اور عاشق رسول ﷺ میں فرق۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ منزل مقصود پر پہنچے تو غلام اونٹ پہ سوار تھا جبکہ آپ نے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی۔اور اس وقت آپ کے پیراہن شریف کو بارہ ٹانکے لگے ہوئے تھے۔حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جو اس وقت اس محاذ پر سپہ سالار اعظم تھے۔عرض کرنے لگے حضور! یہ آپ نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے لوگ دیکھ کر کیا کہیں گے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا

نحن قوم اعزنا الله بالا سلام

ہم وہ قوم ہیں جن کو رب کائنات نے اسلام کی بدولت عزت عطا فرمائی ہے۔ ہمارا لباس ہمارے لئے عزت کا سامان نہیں، ہماری حکومت ہمارے لئے باعث احترام نہیں بلکہ ہمارا مسلمان ہونا ہمارے سر عزت وافتخار کا سہرا سجاتا ہے۔

ذرا خیال فرمایئے کہ ایک وقت وہ تھا جب رب کا محبوب اپنے اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کررہا ہے۔

اللهم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب

اے اللہ! عمر کی بدولت اسلام کو عزت عطا فرما۔

یعنی گویا عمر اسلام قبول کرلے تو مولا! اسلام کو عزت نصیب ہوگی پھر بقول حضرت حسن رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

منظور ہیں ابرو کے اشارے سے دعائیں — کب تیر کماں دار نبوت کا خطا ہو

حضور ﷺ کا یہ دعا فرمانا تھا

جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے دن سرکار دوعالم ﷺ کے قدموں میں گر کر مشرف با اسلام ہوئے۔آپ کے اسلام لانے کے ساتھ لوگوں نے پھر اسلام کی بڑھتی جولانیوں کو دیکھا آپ نے علی الاعلان مکہ معظمہ میں باجماعت نماز ادا کی۔

الغرض ایک طرف محبوب کائنات ﷺ عمر کا مسلمان ہونا اسلام کی عزت سمجھ رہے ہیں جبکہ دوسری طرف نبی محتشم ﷺ کے اس عاشق صادق کی عاجزی وانکساری دیکھئے خود کیلئے اسلام کو باعث عزت سمجھ رہے ہیں۔لیکن صد حیف آج کی حکومت پر بھی اور عوام پر بھی۔ مجھے بتایئے کتنے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہماری عزت اسلام کی بدولت ہے میں سمجھتا ہوں حقیقت میں جو لوگ اسلام کو اپنے لئے باعث عزت سمجھتے ہیں وہی اسلام کے لئے عزت ہیں۔

موجودہ دور کو دیکھیں کوئی داڑھی رکھ لے تو معاذ اللہ اس کو زمانے میں حقیرانہ انداز سے دیکھا جاتا ہے۔لوگ طعنے پہ طعنہ دیتے ہیں کہ یار دیکھو اس نے داڑھی رکھ لی ہے۔ایک قسم کی صف ماتم بچھ جاتی ہے۔لوگ لڑکی دینا اس شخص کو پسند کرتے ہیں جو داڑھی کا قاتل ہو۔ کہتے ہیں ہماری عزت کا سوال ہے۔زمانے میں ہماری ناک کٹتی ہے کہ ایک مولوی سے اپنی لڑکی کا نکاح کردیا۔اندازہ فرمایئے جس قوم کی ذہنی ذلت کا یہ عالم ہو وہ قوم یہ دعویٰ کرسکتی ہے کہ اسلام ہمارے لئے باعث افتخار ہے۔ارے بدنصیبو! جن کو تم باعث عزت سمجھتے ہو درحقیقت وہ تمہارے لئے عزت نہیں، عزت وعظمت تو ان کی ہے جو نبی پاک ﷺ کے غلام ہیں، سرکار دوعالم نور مجسم ﷺ کی سنت کے نگہبان ہیں۔اصل میں قرآن وحدیث تمہارے لئے

باعث عزت ہیں۔اقبال علیہ الرحمہ سے پوچھونا،فرماتے ہیں

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر　　　اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

اور یاد رکھئے داڑھی نہ رکھنا اتنا جرم نہیں جتنا جرم داڑھی شریف کی تحقیر کرنے کا ہے۔ارے داڑھی رکھنا سنت مصطفی ﷺ ہے حضور ﷺ نے اسے اپنے لئے پسند فرمایا ہے۔اب جو چیز حضور ﷺ کو پسند ہو کوئی بد بخت کہے وہ مجھے پسند نہیں وہ شخص تو مسلمان ہی نہیں۔خواب غفلت سے اٹھو اور اپنے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کو بھی اس طرف مائل کرو کہ ہماری عزت اسلام کے علاوہ کسی اور چیز میں نہیں۔وگرنہ زمانہ گواہ ہے کہ جو اسلام کی قدر نہیں کرتا۔اس کا کیا حال ہوتا ہے۔

میں شکر گڑھ گورنمنٹ ہائی سکول میں پڑھاتا تھا۔اس دور میں رمضان المبارک میں ہوٹلوں کا کھلے عام رہنے پر کوئی پابندی نہ تھی۔شہر سے ملحقہ گاؤں دین پور کا ایک لڑکا تھا،مجھ سے وہ کچھ دن پڑھا ہوا تھا۔اس بد بخت نے رمضان شریف کے مہینے میں ہوٹل کھلا رکھا۔بجائے اس مہینے کا احترام کرنے کے اس کے تقدس کو پامال کیا۔میں نے اس کے چھوٹے بھائی کو بلایا اسے کہا کہ اس بد بخت کو سمجھاؤ،کیا کر رہا ہے،کہنے لگا وہ آپ ہی کا شاگرد ہے خود ہی اس کو سمجھالیں۔میں نے کہا میرا تو اس بے غیرت کا منحوس چہرہ دیکھنے کو دل نہیں کرتا جو چند ٹکوں کیلئے نبی پاک ﷺ کو ناراض کر رہا ہے خدا کے قہر کو دعوت دے رہا ہے۔مختصراً یہ کہ اس نے پورا رمضان ہوٹل کھلا رکھا۔عین جب عید کا دن ہوا تو وہ بد بخت پاگل ہوگیا،میرا خیال ہے کہ ۲۶،۲۷ سال کا عرصہ بیت چکا ہے لیکن ابھی تک وہ مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوا۔میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کرنی ہے تو اس انداز سے کرو،اسے بتاؤ کہ سرکار دو عالم ﷺ کی سنت مبارکہ کی پاسداری کرو،دوجہاں کی کامیابی اسی میں ہے۔جس بیگم کے گھر آنے کی شرط یہ ہو کہ میرا خاوند داڑھی منڈا ہو وہ بیگم دو چار دن رہے گی تو کیا کیا آفتیں نہ برپا کر دے گی۔

بہر حال!میں یہ باتیں اس لئے کر رہا ہوں کہ اپنے گریبانوں میں جھانکیں ہم سوچیں کہ ہم نے میلاد شریف سے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔رب نے اپنے محبوب کو نور بنا کر مبعوث فرمایا۔ہم نے اس نور سے کونسی شعاع حاصل کی ہے۔رب نے ہماری ہدایت کیلئے قرآن اتارا،ہم نے اس قرآن سے کیا تعلق جوڑا ہے۔

اے امت مسلمہ اپنے دل سے پوچھ،ملاں سے نہ پوچھ　　　ہوگیا اللہ کے بندوں سے خالی کیوں حرم

عزیزانِ گرامی قدر!کہیں اکیلے بیٹھ کے ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں،اور ہمارے ساتھ کیا بن رہا ہے۔ہم خدا کے حکم کو نہ مانیں،نماز نہ پڑھیں،روزے نہ رکھیں وغیرہ اور یہ کہیں کہ رب ہماری کیوں نہیں سنتا،یہ کم عقلی ہے۔

جب میں کہتا ہوں یا اللہ میرا حال دیکھ　　　حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہ اعمال دیکھ

آیا تم نے میرے احکامات کی تعمیل کی ہے،میرے محبوب سے وفاداری کا دم بھرا ہے۔جھوٹ تم بولو،دغا تم کرو۔خیانت تم کرو،یہ سب کچھ کرتے ہوئے تمہیں شرم نہ آئے کہ میں کسی ہستی باکمال کا کلمہ پڑھتا ہوں۔ارے جس کا کلمہ اتنا کمزور ہو کہ نیکی و بدی میں امتیاز نہ کر سکے اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔رب کائنات کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سب کو تہہ دل سے توبہ کی توفیق دے جس محبوب کی رحمۃ للعلمینی کا صدقہ ہم زمانے کے مصائب و آلام سے بچ رہے ہیں۔آمین (وما علینا الا البلاغ امین)

……☆……

……﴿ربیع الاول آیا ہے﴾……

نسیم خلد چلتی ہے ، سحابِ نور چھایا ہے
گلِ امید مہکا ، غنچہ غنچہ مسکرایا ہے
عطا جوبن پہ ہے، نخلِ تمنا بار لایا ہے
چمن ایجاد کا پھر قدرتِ حق نے سجایا ہے
ربیع الاول آیا ہے ، ربیع الاول آیا ہے

شبِ تیرہ گئی دنیا سے ، صبحِ جانفزا آئی !
اندھیرے ہو گئے رخصت ، زمانے میں ضیا آئی
دلوں کے آئنے چمکے ، ضمیروں میں جلا آئی
زمیں پہ نور پھیلا ، گوشہ گوشہ جگمگایا ہے
ربیع الاول آیا ہے ، ربیع الاول آیا ہے

فرازِ عرش سے ہونے لگی انوار کی بارش!
دمک اٹھے حقائق ، ہوگئی اسرار کی بارش
جہاں میں چار سُو ہے رحمتِ غفار کی بارش
زمانہ سر بسر گویا اجالوں میں نہایا ہے
ربیع الاول آیا ہے ، ربیع الاول آیا ہے

ابھی کل تک جو بے کیفی سی تھی ، وہ اب کہاں باقی
بہا کر لے گیا خاشاکِ غم کو سیلِ مشتاقی
نئے ارماں ، نئے عُنوان، نیا بادہ ، نیا ساقی
جنابِ عشق نے اک اور ہی نشہ چڑھایا ہے
ربیع الاول آیا ہے ، ربیع الاول آیا ہے

سماعت محوِ نغمہ ہے ، نظر معمورِ نظارہ !

ہوا پروانۂ شمعِ تجلیٰ ، فکر آوارہ
سراپا کیف و تسکین و تثبت قلبِ سیپارہ
جمالِ چہرۂ محبوب نے پردہ اٹھایا ہے
ربیع الاول آیا ہے ، ربیع الاول آیا ہے

بلائیں لے رہا ہے اوجِ عظمت ابن آدم کی
کرے تسلیم پھر دنیا خلافت ابن آدم کی
مکان و لامکاں میں ہے حکومت ابن آدم کی
مقدر ابن آدم کا رسالت نے جگایا ہے
ربیع الاول آیا ہے ، ربیع الاول آیا ہے

اسی ماہِ مقدس میں حبیب کردگار آیا !
سوئے فرش زمیں عرش علیٰ کا تاجدار آیا
بہار اولیں لے کر مرا جانِ بہار آیا
یہ وہ محبوب ہے جس سے سبھی نے فیض پایا ہے
ربیع الاول آیا ہے ، ربیع الاول آیا ہے

غلامانِ حبیب کبریاں خوشیاں مناؤ سب
نبی تشریف لے آئے ، نبی کے گیت گاؤ سب
اُٹھو دنیا کو پھر میلاد نغمے سناؤ سب
یہ بابرکت مہینہ رحمتِ سرکار لایا ہے
ربیع الاول آیا ہے ، ربیع الاول آیا ہے

فقیر بینوا آسیؔ غلامِ نقش لاثانی
نہیں ہے یہ شناسائے مقام نقش لاثانی
مگر سائل ہے یہ پھر بھی بنامِ نقش لاثانی
وہ مرشد جس نے محبوبِ خدا کا در دکھایا ہے
ربیع الاول آیا ہے ، ربیع الاول آیا ہے

جشن عید میلاد النبی ﷺ کے تقاضے

……﴿مدیر اعلیٰ شجاعت علی مجاہد﴾……

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہر سرور ماہ نور ربیع الاول کی آمد آمد ہے کہ نام ہی مژدہ، آمد بہار ہے واقعی اس ماہ مقدس میں وہ ہستی اس عالم گیتی پر جلوہ افروز ہوئی کہ جس کی آمد سے صدیوں سے مسلط خزاں کے مہیب سائے چھٹ گئے اور بقول ابوالاثر حفیظ جالندھری مرحوم

فضا چاروں طرف اقصائے عالم میں پکار آئی　　بہار آئی ، بہار آئی ، بہار آئی ، بہار آئی

وہ خود ہی کائنات والا خود ہی صدر بزم کائنات۔ وہ آپ ہی وجود کائنات اور آپ ہی روح کائنات، اصل یہ بود و بہبود و تخم وجود ہیں، وہی جان ہستی ہیں خواجہ گولڑوی کیا خوب کہہ گئے ہیں۔

اس صورت نوں میں جان آکھاں　کہ جانِ جہاں آکھاں

چمن دہر اسی گل و رعنا کی عطر بیزیوں سے مہک رہا ہے۔ مسند عشق کے امام کی سن لیجئے، انہی کی بو مایۂ سمن ہے، انہی کا جلوہ چمن چمن ہے، انہی سے گلشن مہک رہا ہے، انہیں کی رنگت گلاب میں ہے۔ اور شاعر مشرق کیونکر خاموش رہتے، وہ بھی بول اٹھے۔

یہ نہ ہو پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو　　چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو　　بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے　　نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

اس بات کا انکار واقعی منہ چڑھانے کے مترادف ہے۔ وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو، جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے۔ جب وہی روح ہیں، وہی جان ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی ان سے منہ پھیر کر زندہ رہ سکے، چنانچہ امت کا ماضی اور حال اس حقیقت کا واشگاف اعتراف ہے کہ اس کا رشتہ جب تک جان کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مضبوط رہا، بزم ہستی میں اس کا کردار بھی جاندار رہا اور جب اس کا تعلق اس روح کائنات سے کمزور ہوا، یہ امت کثرت تعداد وسائل ہوتے ہوئے بھی بے روح جسم کی طرح مردہ پڑی ہے اور حالات کا بڑے سے بڑا ستم وقت کا گہرے سے گہرا زخم اور اعداء کا لگایا ہوا سخت سے سخت چرکا بھی اس کے بے سدھ جسد میں حرکت پیدا کر نہیں پا رہا سبب یہ ہے کہ ہم نے اپنی محبتوں کا قبلہ تبدیل کر لیا نباض ملت حکیم الامت حضرت اقبال کی تشخیص بھی اس راز کو یوں منکشف کرتی ہے۔

شبے بینش خدا بگریسم زور　　مسلماناں چرا زار اند و خوار اند

ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم　　دلے دارند و محبوبے نہ دارند

اگر مرض اسی حد تک ہوتا کہ اس قوم کے سینے میں دل تو ہے لیکن اس دل کا رابطہ محبوب خدا ﷺ سے ختم ہو چکا ہے پھر بھی انتہائی تشویشناک صورت حال ہوتی لیکن یہاں ستم بلائے ستم یہ کہ اس قوم کے دل کا مرکز محبت وہ سفاک لوگ بن چکے ہیں جو امت کے اس وجود کو

ہی صفحہ ہستی پر برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں یعنی اس امت کی بے بضاعتی کی انتہا کہ اس نے زندگی سے منہ پھیر کر موت کو اپنا مطمع نظر بنالیا تو پھر اس مردہ جسم کی بے حسی پہ حیرت چہ معنی دارد کیا قرآن مجید کی بیان کردہ یہ حقیقت پکار پکار کر نہیں جھنجھوڑ رہی کہ اے ایمان والوں اللہ ورسول کے بلاوے پر فوراً حاضر ہو جاؤ تا کہ وہ تمہیں زندگی عطا کرے، یقیناً زندگی اس جان کائنات کے دامن حیات بخش سے وابستگی کا نام ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ صورت حال حادثاتی ہے یا اسکے پیچھے صدیوں کی منصوبہ بندی کارفرما ہے تو یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ

وقت کرتا ہے پرورش برسوں حادثہ ایک دم نہیں ہوتا

اہل طاغوت مدتوں اس روز کی تلاش میں رہے کہ اس قوم کی زندگی اسی جان کائنات کے وابستگی کی رہین منت ہے نہ بے سروسامانی انکی کمزوری ثابت ہوتی ہے نہ قلت تعداد انکے حوصلے پست کرسکتی ہے یہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کا پانی کردیتے ہیں وسائل واسباب کی کثرت بھی انکا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ہو نہ ہو کسی طریقے سے

روح محمد انکے بدن سے نکال دو

اور اس ناپاک سازش کی تکمیل کیلئے دشمن نے مشنری جذبے کے تحت کام کیا خصوصاً برصغیر میں فرنگی اقتدار کے قیام کے ساتھ ہی عیسائی مبلغین یعنی مشنریز کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط پر 1813ء میں انگلستان کی پارلیمنٹ نے ایک بل پاس کیا جس کی رو سے ''انجمن ترقی علوم عیسائیت'' نے آرک بشپ کو اختیار دیا کہ وہ پاک وہند میں تبلیغ عیسائیت کیلئے اپنے مبلغین بھیجے چنانچہ انگلینڈ سے پادریوں کی ایک جماعت 1814ء میں کلکتہ پہنچی اور اپنا دائرہ کار آہستہ آہستہ وسیع کرتی گئی۔ اس ناپاک پروگرام کو آگے بڑھانے والوں میں ہنری آرٹن، کلاؤیس لوکائین، ڈاکٹر ڈف، جوشا مارش اور ولیم وارڈ خاص طور پر قابل ذکر ہیں اس طوفان بدتمیزی اور سیل بلا کے سامنے اپنے جذبہ ایمانی کے پہاڑ اور علم و فضل کی چٹانیں کھڑی کر کے بند باندھنے والے مقدس گروہ میں امام حدیث شہید جنگ آزادی علامہ امام فضل حق خیرآبادی فاروقی چشتی حضرت مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی، حضرت مولانا عنایت احمد کاکوروی حضرت مولانا شاہ نقی علی (والد ماجد اعلیٰ حضرت بریلوی) علامہ مفتی کفایت علی کافی مرادآبادی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علما ومشائخ اہلسنت کی ایک لمبی فہرست ہے جنہوں نے دشمنان دین کی ان مذموم کوششوں کو ناکام بنانے میں کلیدی کردار ادا فرمایا ۱۸۵۶ء میں آگرہ کے مقام پر مشہور پادری فنڈر کو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے وزیر خاں اور مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی کی معیت میں وہ دندان شکن شکست دی کہ پادری مذکور اپنی ذلت ورسوائی کی دم دبا کر ایسا بھاگا کہ لندن جا کر ہی سانس لیا اسی تاریخی مناظرہ کی روئداد بعد ازاں الشریف فی اثبات النسخ والتحریف'' کے نام سے ۱۲۷۰ھ میں شائع ہوئی مختصر یہ کہ اسلامی اقدار اور عظمت پر براہ راست یلغار کو سازش کو جب ان کشتگان خنجر تسلیم ورضا علماء مشائخ، اہلسنت نے اپنی بے مثال جرأت وبہادری اور مساعی جمیلہ سے ناکام بنادیا تو ظالموں نے چھپ کر وار کرنے کی حکمت عملی اختیار کی اور اس ناپاک مقصد کیلئے کندھے تلاش کئے جن پہ بندوق رکھ کر چلائی جاسکے گویا وار تو کیا جائے مگر لٹی کی اوڑھ سے چنانچہ ان چہروں کو آگے لایا گیا جن پہ سنت نبوی کے مطابق داڑھی بھی ہو جوجبہ ودستار میں بھی ملبوس ہوں۔ جن کی زبانوں پہ قرآن بھی جاری ہو مگر دل صاحب قرآن کے بغض سے تاریک ہوں یہ گندم نما جوفروش اجلے چہرے اور سیاہ باطن لئے میدان میں کود پڑے اور عظمت وشان رسالت پر انتہائی رکیک حملے شروع کر دیئے، کوئی سرکار کے خداداد علم میں کیڑے نکالنے میں جت گیا کسی نے انکے تصرفات واختیارات پر قدغن لگانے کا محاذ سنبھال لیا کوئی انکی نورانیت کا منکر بن بیٹھا کسی کو ان کی طیب وطاہر بشریت بھی اپنے جیسی نظر آنے لگی اور ان کا گروسب سے دو ہاتھ آگے بڑھا اور یوں زہر اگلنے لگا کہ ''بشر کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی اختصار'' (معاذ اللہ) حالانکہ اتنی سی بات کو ایک سادہ عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر نبی کو اپنے جیسا ہی انسان ماننا ہوتا تو ابوجہل، ابولہب، عتبہ وشیبہ وغیرہ مشرکین مکہ آقا علیہ السلام کو ماننے میں کیوں متردد ہوتے لیکن اتنی بات

وہ کالے کاغذ بھی جانتے تھے جس کو نبی مان لیا جائے پھر وہ اپنے جیسا نہیں ہوتا اور خود جیسا سمجھنا کہ آقا کی نبوت عزت وعظمت کو ماننے میں آڑے آتا اور جنہوں نے مان لیا وہ جان گئے وہ نبوی صفات کی بنا پر بشری اوصاف رکھنے کے وجود مافوق البشر خصوصیات کے حامل ہیں انکے ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوتے ہیں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ وا

نہ صرف یہ بلکہ انکی انگلی کا اشارہ چاند کے کلیجے کو شق کر دیتا ہے ڈوبے ہوئے سورج کو واپس عصر کے مقام پر لا کر کھڑا کر دیتا ہے۔امام رضا پھر بولے

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم تیری انگلی اٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

انکی زبان اقدس کن کی کنجی ہوتی ہے جس کے حکم سے حجر کلمہ پڑھنے لگتے اور شجر جڑوں پر چلنے لگتے ہیں امام بوصیری نے کیا خوب فرمایا

جاء ت لدعوته الاشجار ساجدة تمشی الیه علیٰ ساقٍ بلا قدم

انکی آنکھیں آگے پیچھے برابر دیکھتی ہیں بلکہ نماز خسوف پڑھاتے ہوئے جنت ودوزخ کا مشاہدہ کرتی ہیں اور عالم برزخ میں ہونے والے عذاب کا مشاہدہ کرتی ہیں نہ صرف یہ وہ تو قلب انسانی کے خشوع وخضوع تک کو بھانپ لیتی ہیں انکے کان جنت کے اندر بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے قدموں کی چاپ تک سن لیتے ہیں اعلیحضرت فرماتے ہیں

دور ونزدیک کے سننے والے وہ کان کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

انکا لعاب دہن سانپ کے زہر جیسی مہلک چیز کے اثر کو زائل کر دیتا ہے اور آشوب چشم میں فوری شفاء عطا کرتا ہے ایک ہنڈیا سالن کو 1500 کے لشکر کیلئے کافی کر دیتا ہے کھاری کنویں کو شیریں بنا دیتا ہے۔

جس سے کھاری کنویں شیرۂ جاں بنے اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

انکا پسینہ مشک وگلاب سے خوشبودار ہوتا ہے جن کے اب تک مدینے کے راستے مہک رہے ہیں

کونے کونے میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص یوں سفلتاں ہیں ہر گوشہ کنعان عرب

یہ اور ایسے دیگر لاتعداد کمالات ان لوگوں کو کیونکر نظر آتے جو باقاعدہ مشنری جذبے کے تحت کام کر رہے ہوں اور جن کی آنکھوں پہ دنیاوی مفادات کی پٹی بندھی ہوئی ہو تو وہ اپنے بدسلی آقاؤں کی خوشنودی کی عینک لگا کر سارے منظر کو دیکھ رہے تھے۔اس جلتی آگ پہ مزید تیل کا کام جھوٹی نبوت کے دعویداروں اور ان کے حواریوں نے کیا اور دور جدید کے نام نہاد مفکرین بھی کسی صورت پیچھے نہ رہے انہوں نے نبی کو عام ریفارمر اور سطحی لیڈر کے مقام پر لانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور یوں امت کا رشتہ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کمزور سے کمزور کرنے کی مذموم سازش کا شعوری یا غیر شعوری حصہ بنتے رہے اس مقام پر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ برصغیر میں انگریز کی آمد سے پہلے ان عقائد ونظریات کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا اسی ناپاک مقصد کے حصول کیلئے توحید کا سہارا لیا گیا کہ جو اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارے یا ان سے رابطے کی کوشش کرے وہ منکر توحید بلکہ معاذ اللہ مشرک ہو جاتا ہے حالانکہ تیرہ سو سال تک امت اپنے آقا کو اپنے جملہ احوال کا نگہبان گردانتی رہی اور اپنی ہر مصیبت میں انکے ہاں فریاد کناں رہی کیونکہ ان کا عقیدہ تھا۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

ظالموں نے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات کا انکار کیا کہ وہ تو اب زندہ ہی نہیں ان سے فریاد کے کیا معنی نتیجتاً امت زبوں حالی کا شکار ہوتی گئی اور آج یہ عالم ہے کہ نہ ہاتھ باگ پر ہے نہ پا رقاب میں۔اگر چہ سرکار کے چوکیدار بھی اس دوران یہ صدا بلند کرتے رہے کہ

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے سونے والوں جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

مگران آوازوں کے اثر ورسوخ کو کم کرنے کیلئے بھی منظم لاؤلشکر میدان میں اتار دیئے گئے جنہوں نے ان جانفزا اذانوں کو صدا الفجر بنانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اسی قبیل کی بانگ درا پھر گونجی

ٹھوکریں کھاتے پھروگے انکے در پر پڑے رہو قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

لیکن دشمن اپنی گھناؤنی سازش میں کافی حد تک کامیاب رہا اور امت کا رخ اپنے آقا و مولا سے موڑنے کا مقصد مکمل نہ سہی کافی حد تک بہر حال حاصل کر لیا۔ آج مسلمان پوری دنیا میں گاجر مولی کی طرح کٹ رہے ہیں لٹ رہے ہیں، افغانستان سے لے کر عراق، تک کشمیر تا فلسطین کو سوواصومالیہ بوسینیا، چیچنیا سوڈان گویا امت محمدیہ کے جسد واحد کے جس حصے پر نظر دوڑائیں زخمی زخمی ہے ہر عضو چور چور ہے اور فی الحقیقت ”تن ہمہ داغ داغ شد“ والا منظر پیش نظر ہے۔ عربوں کے جگر میں پیوستہ کیل یعنی امریکہ کی ناجائز اولاد اسرائیل قبلہ اول کی حرمت سے بانگ دہل کھیل رہا ہے ان گنت مسلمان عورتیں عراق کی جیلوں میں یہودی اور عیسائی درندوں کی ہوس کا نشانہ بن رہی ہیں پاکستان پر مسلط استعماری ایجنٹ لاکھوں کشمیریوں کی جانوں اور ہزاروں عزتوں کا سودا سر بازار کر رہے ہیں، یعنی قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند، پورا عالم اسلام یہود و ہنود نصاریٰ اور انکے گماشتوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہے اور کہیں سے کوئی آواز نہیں اٹھ رہی امریکہ کی داشتہ اقوام متحدہ کا کردار انتہائی گھناؤنا اور مسلم کش ہے عالم اسلام کا مرکز حرمین شریفین طاغوتی طاقتوں اور انکے زرخرید عیاش وبدکردار بدمعاش حکمرانوں کے تسلط میں ہے بلکہ تمام عالم اسلام پر اسی قماش کے درندے مسلط ہیں جو غیرت وحمیت، اغیار کے ہاتھوں گروی رکھ کر عیش وعشرت کے مزے لوٹ رہے ہیں دنیا کے نقشہ پر نمودار ہونے والی واحد نظریاتی سلطنت پاکستان بم دھماکوں کی زد میں ہے۔ اپوزیشن عضو معطل بن کر رہ گئی ہے۔ خصوصاً ایم ایم اے جس کے روح رواں ہی اس وقت وہ کانگریس کے راطب خور ہیں جنہوں نے اپنے بڑوں کی طرح اس ملک کے وجود کو آج تک تسلیم ہی نہیں کیا تو ان سے خیر کی توقع کیوں کی جا سکتی ہے خیر سے پی پی پی لاہور پھر پی کا کردار ”نسواں ایکٹ“ کے ضمن میں سب نے دیکھ لیا کہ وہ ملک کے نظریات سے کس حد تک مخلص ہیں۔ رہ گئی ن لیگ تو وہ بیچارے

نہ ان ھولاء نہ ان ھولا

نہ اِلا الذین نہ اُلا الذین

مختصر یہ کہ ملک کی بنیادوں پر تیشہ زنی کرنے والے اس استعماری ایجنٹ جو فوج کی طاقت کے بل بوتے پر اور امریکہ اشیر باد سے ملک پر قابض ہے کے راستے میں رکاوٹ بننے والی اب کوئی بھی موثر شخصیت یا ادارہ نظر نہیں آرہا عدالتیں غیر موثر ہو چکی ہیں بسنت پر پابندی کے فیصلہ اور اس کی خلاف ورزی یہی بتا رہی ہے کہ حکمرانوں کی نظروں میں عدالتوں کی کیا قدر و قیمت ہے ملکی رازوں کے افشاء جوہری طاقتوں کے بارے میں بے احتیاطی قدیم مخلص دوست چین سے سرد مہری، محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر کی بے توقیری امریکی دباو اور دھمکی کے زیر اثر پاکستان کو استعمار اور طاغوت کی دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ میں جھونک دینے اور قوم کو جھوٹ اور پرفریب بہادری اور عقلمندی کے انسان نے سنانے ملک کے اندر مغربی وہندوانہ کلچر پیدا کرنا۔ اسلامی قوانین اور اصطلاحات کا مذاق اڑانا۔ یہ موجودہ حکمرانوں کے سیاہ کارنامے ہیں ان کرتوتوں کی وجہ سے انکا مواخذہ بہت ضروری ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ ان کا احتساب ہوگا۔ اور سخت مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ خدائی لاٹھی بے آواز ہے۔

......☆......

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی فکری و تحریکی جد و جہد

......مدیر اعلیٰ شجاع علی مجاہد......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقیقت سے انکار کی بہر حال گنجائش نہیں کہ سابقہ و موجودہ صدی میں اسلام دشمن قوتوں اور ان کے ایجنٹوں کی ریشہ دوانیوں اور اپنوں کی غفلت کی وجہ سے دین کے حقیقی تصور توحید و رسالت کی تصویر دھندلا رہی تھی۔ کفار و منافقین کی چیرہ دستیوں نے ذہنوں کے اندر شکوک و شبہات کے طوفان بر پا کر دیئے تھے اس کے باوجود فروغ عشق رسول، غلبہ اسلام کی بحالی اور فکر اسلامی کی تشکیل نو کی تحریکیں بھی ایک زندہ مثال بن کر ابھرتی رہیں۔ ان تحریکات میں جن نفوس قدسیہ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اپنا دن من و تن دین کیلئے وقف کر دیا اور ان کی مخلصانہ کوششوں اور شعوری جدوجہد نے مطلع صاف کرنے میں نمایاں رنگ دکھایا ان میں مفکر اسلام قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب کا نام بہت واضح اور بلند نظر آتا ہے ان کے کلیدی کردار اور مخلصانہ خدمات نے اندرون و بیرون ملک تعلیم یافتہ طبقے اور نوجوان نسل میں غیرت اسلامی کی بیداری اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ پیدا کیا جب اور جہاں بھی طاغوتی طاقتوں نے اسلامی اقدار کو پامال کرنے کی مذموم سعی کی تو مفکر اسلام کا قلم خنجر تابدار بن کر ان کی گردن قلم کرتا نظر آیا۔ ۹/۱۱ کے ڈرامے کے بعد یہود و نصاریٰ کی طرف سے اسلامی بنیاد پرستی، مسلم انتہا پسندی حتیٰ کہ اسلامی دہشت گردی کے حوالہ سے فکری عمل تہذیبی، معاشرتی اور عسکری یلغار کی گئی اور اسلامی ممالک پر مسلط ان کے ایجنٹوں نے دشمن کی اس یلغار کو روکنے کی بجائے اپنے تمام وسائل نیاز نذرانہ پیش کر دیئے باطل قوتیں مسلمانوں کے وسائل اور افراد کے ذریعے عالم اسلام پر حملہ آور ہوئیں نتیجتاً مسلمانوں کے اندر خوف و ہراس ایک فطری بات تھی بدقسمتی سے عقابوں کے نشیمن پہلے ہی زاغوں کے تصرف میں تھے تصور دین کو اتنا سمیٹ دیا گیا کہ یہ صرف چند عبادات تک محدود ہو کر رہ گیا گولی لاٹھی کی سرکار کے خوف سے بڑے بڑے بہادروں کے پتے پانی ہونے لگے تو حضرت مفکر اسلام نے اس ماحول میں بھی جس غیرت ایمانی، جرات و بہادری کے ساتھ اپنے تجزیوں اداریوں، جائزوں، مقالوں اور تقریروں کے ذریعے حقائق کو واشگاف کیا وہ ہماری ملی تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ ۹/۱۱ کے بعد سامراجی استحصالی طاقتوں، طاغوتی اور صلیبی قوتوں نے عالم اسلام کو مردہ خیال کیا اور اس کی تجہیز و تکفین کا پروگرام بنا رہی تھیں لیکن عراق افغانستان چیچنیا بوسینیا، فلسطین، لبنان، کوسوا، صومالیہ وغیرہ ممالک میں باطل قوتوں کی حزیمت نے ان کے طرز فکر کو بدل دیا اور اب وہ مسلمانوں کو عالمی امن کیلئے خطرہ سمجھنے لگے حضرت مفکر اسلام نے اپنی تصانیف تجزیوں اور اداریوں میں بڑے مدلل اور سائنٹیفک انداز میں اسلام کی حقیقی روح کو پیش کیا آپ کے تحقیقی مضامین خصوصاً ''توحید اور محبوبان خدا کے کمالات'' جواب ضخیم کتب کی شکل میں شائع ہو چکی ہیں اس پر شاہد و عادل ہیں۔ سیاسی انتشار ذہنی مغلوبیت فکری گمراہی نظریاتی دہشت گردی تہذیبی پراگندگی کے اس دلخراش ماحول میں مفکر اسلام کی آواز حق و صداقت کی ایسی اذان تھی جو استحصالی نظاموں کے خلاف ڈٹ جانے اور خدائے واحد و قہار کے حضور جھکنے کا درس دیتی تھیں انہوں نے اپنی تصانیف میں بڑے مستحکم

اور جدید طریق میں فلسفہ اسلام کی وضاحت فرمائی۔ ایک وقت تھا جب نام نہاد جہادی لشکر کروڑوں روپیہ بٹورنے والی ایجنسیوں کی پیداوار قیادت نے نجدی فکر بلکہ ان سے بھی دو سو ہاتھ آگے بڑھ کر اکابرامت کے خلاف تقریر و تحریر کے ذریعے طوفان بدتمیزی برپا کر دیا نہ صرف یہ بلکہ ملک بھر میں اہلسنت کی مساجد مدارس اور مزارات، خانقاہوں پر مسلح یلغار کے پروگرام بنائے اہل اللہ کی بارگاہوں کی بے حرمتی کی دھمکیاں دی جانے لگیں۔ اکابرین امت خصوصاً حضور داتا گنج بخش، مولانا روم، خواجہ غریب نواز، شیخ الاسلام والمسلمین فرید الدین مسعود جیسی اولوالعزم ہستیوں جنہوں نے کفرستان ہند میں نور ایمان کی کرنیں بکھیریں ان پر اپنی کفریہ اور مشرکیہ مشین گنیں تان لیں۔ مذہب کے نام پر غنڈہ گردی اور دین کے نام پر دہشت گردی کے بل بوتے پر ملک بھر میں خوف وہراس پھیلا دیا نوجوان نسل کو بلیک میل کیا جانے لگا جہاد کے نام پر فساد پھیلایا گیا۔ تعجب خیز ہیبت کے حامل اپنے کارکنوں کو اسلحہ کی تربیت دے کر اپنے ہی ملک کے اندر ''فتوحات'' کا پروگرام بن گیا، سادہ لوح مسلمانوں سے اندرون و بیرون ملک کروڑوں روپیہ بٹورا گیا اپنے مرکز میں ان گنت کلاشنکوفوں کی ہوائی فائرنگ سے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا گیا۔ ان کی درندگی ان کے چہروں اور خبث باطن لباسوں سے واضح ہونے لگی بظاہر ان دہشت گردوں کا مقابلہ ناممکن نظر آنے لگا۔ ملک وملت کے خوفناک بہی خواہ اس دگرگوں صورت حال پر خون کے آنسو روئے تھے ان ہمت شکن اور خوفناک حالات میں حضرت مفکر اسلام نے ایمانی جرات عزم و جوانمردی اور غیرت اسلامی مرقع تحریر و تقریر کے ذریعے انکا دنداں شکن جواب دینے کا فیصلہ کیا مجلّہ ''الحقیقہ'' میں بڑے مدلل مستند اور بے باکانہ انداز میں اس ابلیسی فکر کا پوسٹ فارم کیا اور تحریک ''شیران اسلام'' کے پلیٹ فارم پر نونہالان ملت اسلامیہ کی ذہنی، فکری اور روحانی وعلمی تربیت کا آغاز کیا، دیکھتے ہی دیکھتے لہو ولعب میں مست الست نوجوان تحفظ ناموس رسالت اور ملک وملت کی سالمیت کیلئے اپنا تن من دھن قربان کرنے کے جذبہ خیر سے آراستہ نظر آنے لگے اور اسے اپنے لئے بہت بڑا اعزاز سمجھنے لگے چنانچہ نام نہاد جہادی فتنہ جو جنگل کی آگ کی طرح تیزی سے ملک وقوم کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ بے اثر دکھائی دینے لگا جس کے مذموم مقاصد میں اسلامی جہاد کے حقیقی تصور کو پراگندہ کرنا، مسلمانوں کو اپنے مرکز ومحور ذات اقدس حضور پرنور سید العالمین محمد الرسول اللہ ﷺ اور آپ کے غلاموں سے وابستگی کو کمزور سے کمزور کرنا تھا۔ حضرت مفکر اسلام کی جرأت نے اس فتنے کو منہ کی کھانے پر مجبور کر دیا ان کے اسلوب تحریر اور انداز تکلم میں وہ بے غیرتی وبے باکی نہ رہی۔ اس دوران میں ہی احباب نے حضرت جی کو ان طاقتور لوگوں کی قتل وغارت اور غنڈہ گردوں سے ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی تو یہ مرد قلندر اور پیغمبر اسلام ﷺ کا حقیقی عاشق ڈٹ گیا اور اس کے حاشیہ خیال میں بھی کہیں لغزش پیدا نہ ہوئی آپ اکثر فرمایا کرتے کہ یہ سب میرے پیرومرشد کا حکم ہے کہ ''اے آسی کسے کولوں ڈرنا نہیں'' اور اکثر یہ شعر گنگناتے رہتے۔۔۔

موجودہ صدی کے آغاز سے ہی سیاسی انحطاط اور اخلاقی زوال سے سارا نظام سلطنت ابتر ہو چکا تھا۔ دینی اقدار دم توڑ رہی تھیں اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ریاست کی شان وشوکت کا سارا منظر دھندلا رہا تھا باغیانہ قوتیں رقص ابلیس میں مبتلا تھیں۔ نجدیوں، رافضیوں اور روشن خیالوں نے ان زخموں پر نمک چھڑکنے کا موقع غنیمت جانا۔ اس پر طرفہ یہ کہ پاکستان کی بنیاد دوقومی نظریہ کے حقیقی وارث افیون کی گولیاں کھائے خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ اس موقع پر حضرت جی نے حکمرانوں وزیروں سفیروں مشیروں امیروں اور سیاستدانوں کے حوالہ سے کئی اداریے سپرد قلم کئے اور ان کے ذہن وضمیر کو جھنجھوڑا اس مایوس کن صورت حال پر بصیرت افروز راہنمائی کے درخشاں باب رقم کئے اور انہیں متنبہ کیا کہ عیش و عشرت کفر کی حاشیہ برداری، اسلام بیزاری اور نام نہاد روشن خیالی مرزائیت نوازی اور مذہب پرستی کا انجام کار تباہی کے علاوہ کوئی اور نہ ہوگا۔ آپ کی ذات گرامی ایک ایسا آفتاب تھی جس سے ہمہ وقت خوشگوار کرنیں پھوٹتی رہتی تھیں ان کے شب وروز انضباط، احتیاط اور ارتقاء سے معمور تھے نقش لاثانی نگر شکر گڑھ میں آپ کی قائم کردہ خانقاہ عام روایتی خانقاہوں کی طرح حالت سکوت میں نہ تھی بلکہ یہ ایک بے مثال درسگاہ اور بے نظیر تربیت گاہ تھی

جہاں دین متین کے اہم اور دقیق مسائل کی تحقیق کا زبردست کام ہوا، علوم قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ رائج الوقت جدید تعلیم کا بھی شاندار سلسلہ شروع کیا گیا یہ خانقاہ تعلیم وتربیت تزکیہ نفس، روحانی بالیدگی کردار کی پاکیزگی کا مرکز ومحور نظر آنے لگی یہاں سے بڑے بڑے سکالر دانشور، شعراء، مبلغین، مجاہدین، مورخین، محققین، مناظرین اور ہر طبقہ زندگی سے طالبان حق اور سالکین طریق نے تھوڑے عرصے میں حقیقت تصوف اور سلوک کا عرفان اور فہم دین نیز فکر آخرت کرتے رہے وہ اس شمع ضیاپاش سے اپنی اپنی بساط کے موافق روشنی حاصل کر کے اور منصب رشد وہدایت پر فائز ہو کر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے حضرت نے انہیں روشن ضمیری اور وجدانی بصیرت کے اوصاف سے نوازا تھا یہ وضاحت بھی از حد ضروری ہے کہ فکر آسی خود کوئی مستقل بالذات چیز نہیں ہے نہ ہی یہ کوئی نئی سوچ ہے بلکہ یہ وہی سوچ ہے جو ہمیں اپنے اسلاف سے ورثہ میں ملی آپ کی کوشش تھی کہ قرآن وسنت کو عصری تقاضوں کے پیش نظر اس کی حقیقی روح کے مطابق پیش کیا جائے اور امت کا اپنے آقا علیہ الصلوۃ والسلام سے ایمانی، ایقانی اور جذباتی رشتہ مضبوط سے مضبوط تر بلکہ مضبوط ترین کر دیا جائے وہ پیغمبر اسلام ﷺ سے وابستگی کی کمزوری کو اس دور کا سب سے بڑا المیہ قرار دیتے تھے انہوں نے یہ درس دیا کہ تمام مسائل کا حل مضطرب روحوں کا چین اور سکون صرف اور صرف فروغ عشق رسول میں مضمر ہے۔ حضرت مفکر اسلام نے بہت پہلے یہ محسوس کر لیا تھا کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت تصور توحید اور تصور نبوت کی اصلاح ہے دو صدیوں سے یہود وہنود کے زرخریدوں اور نصاریٰ کے خود کاشتہ پودوں نے نبی کو ایک عام لیڈر بلکہ اپنے جیسا بشر ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی حضرت جی نے اس غیر اسلامی اور ابلیسی تصور پر ضرب لگانا وقت کی اہم ضرورت خیال کیا۔

آپ فطرتاً انتہائی نفاست پسند تھے میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ آپ سادہ مگر صاف ستھرا لباس زیب تن کئے رہتے گورنمنٹ اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں تدریس کے دوران بھی آپ اکثر جناح کیپ سیاہ، اچکن سفید شلوار قمیض اور براؤن شوز استعمال کرتے رہے نماز تہجد کے وقت بلاناغہ غسل آپ کا بچپن سے معمول تھا۔ مرغوبیت، مغلوبیت اور مایوسی کے الفاظ آپ کی لغت میں تھے ہی نہیں وہ لکھتے بھی دلائل سے اور بولتے بھی دلائل سے۔ ان کی کسی بات کو رد کرنا ممکن نہ تھا۔ ہر تحریر لاجواب ہر تقریر بے مثال۔ میں نے بڑے کٹھن اور نازک ادوار میں بھی ان کے ساتھ کام کیا جتنی بصیرت میں نے ان میں دیکھی کہیں اور کم ہی نظر آئی وہ بڑے جگر گردے والے انسان تھے منطقی ذہن دور اندیشی اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ توکل تو گویا ان کا اوڑھنا بچھونا تھا انتہائی نامساعد حالات میں بھی خودداری، استقامت اور امید کا دامن نہ چھوڑا بلکہ دوسروں کو بھی امید افزاء گفتگو کرنے کی ہدایت فرماتے اگر کوئی مقرر کبھی مایوسی کی بات کرتا تو آپ کو ناگوار گزرتا فرماتے مسلمان کو ہمہ وقت اپنے خدا اور اس کے پیارے حبیب اکرم اعظم ﷺ پر نظر رکھنی چاہئے ناامیدی شیوہ مومن نیست مایوسی شکست خوردہ ذہن کی پیداوار ہے آپ فرمایا کرتے کہ ہمیں تو خدا اور اس کے محبوب علیہ ﷺ کی عطاؤں اور عنایتوں پر مکمل بھروسہ ہے۔ آپ ہنگامی، وقتی اور سطحی کام کی بجائے مستقل اور پائیدار اہداف پر کام کرنے کو ترجیح دیتے جہاں تک آپ کے سراپا کے بیان کا تعلق ہے تو یہ الفاظ کے بس کا روگ ہی نہیں بلکہ سراسر دیکھنے اور محسوس کرنے والی بات تھی مطمئن، متین اور اجلا چہرہ گہری سوچ کی مظہر بڑی بڑی کھلی کھلی آنکھیں چہرے کی رنگت سرخی مائل چراغوں کی طرح روشن آپ خیال کو فکر اور فکر کو تحریک میں ڈھالنے کا ہنر جانتے تھے ہزارہا صفحات ان گنت موضوعات لاتعداد اداریئے تجزیئے مقالے گویا علم وادب کے دفاتر آپ کے کریڈٹ میں ہیں۔ حضرت کے مخالفین وناقدین بھی بعض اوقات آپ کے عظمت وکردار دیانتداری اخلاص وشعور جرات وبہادری، علم وعمل کا اعتراف کرتے تھے اسلامی فکر کے شارح مسلک حق کے ترجمان کی حیثیت سے آپ نے کئی چراغ روشن کئے آپ گفتار کے نہیں کردار کے غازی تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس عظیم فکر کو تحریک کی شکل دی۔ چند سال قبل پنجاب کے ایک سرحدی علاقہ شکر گڑھ کی ایک چھوٹی سی بستی نقش لاثانی نگر میں شیران اسلام کے نام سے ایک بھرپور اور ہمہ گیر تحریک کی بنیاد رکھی۔ اس موقع پر اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''حج کے موقع پر بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ میں حاضری کے دوران میرے اندر یہ احساس اجاگر ہوا تھا کہ واپسی پر ایک عظیم تنظیم کی بنیاد رکھی جائے جو شاتمان رسول ﷺ کے خلاف ننگی تلوار ثابت ہو۔ اور اس

کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کیلئے ''مجلّہ الحقیقہ'' کا اجراء فرمایا وقت کی آنکھ نے مفکر اسلام جیسا تقویٰ شعار ذی علم پر عزم اور جری انسان بہت کم دیکھا ہوگا۔ حضرت صاحب کی تحریکی زندگی کا روشن پہلو یہ بھی تھا کہ آپ تنظیمی و تحریکی معاملات میں باہمی مشاورت اتفاق رائے، آزادی اظہار اور قوت برداشت پر بہت زیادہ زور دیتے پورے تحریکی سفر میں اپنا فیصلہ ٹھونسنے یا مرضی مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی آپ تنظیمی فیصلوں کو اجلاسز کے اندر مکمل غور و خوض کے ساتھ کرنے کو ترجیح دیتے، بطور سرپرست اعلیٰ تنظیمی اجلاسز میں شرکت نہ کرنے کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ شرکاء آپ کے تقدس و احترام کی وجہ سے اظہار رائے میں جھجک محسوس نہ کریں اور پورے اعتماد سے فیصلہ کرسکیں آپ اجلاس کو قواعد و ضوابط کے مطابق چلانے پر زور دیتے، آپ کی شفقتوں کا یہ عالم تھا کہ اکثر اہم معاملات پر مشاورت یا فیصلوں کیلئے مجھے سیالکوٹ سے طلب فرمالیا کرتے اور بعض اوقات خود بھی ہمارے ہاں قدم رنجہ فرما کر تفصیلی تبادلہ خیال فرماتے ہیں میں ان عنایات کا شکر کیونکر ادا کرسکوں گا میں اوائل عمری میں ہی آپ کی تربیت میں آگیا تھا۔ حضرت کے ساتھ ان رفاقتوں کا دورانیہ تقریباً تین عشروں پر محیط ہے۔ یہ ربع صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں۔

الحمدللہ: عالم اسلام کی اتنی عظیم انقلابی، تحریکی، علمی تحقیقی اور ادبی شخصیت کا اس خاکسار اور ہیچمدان پہ یہ اعتماد اور شفقت و محبت جہاں دنیا میں بہت بڑا اعزاز ہے وہیں آخرت کیلئے بھی ذریعہ نجات اور ایک طرف میرے لئے باعث افتخار ہے تو دوسری طرف ان کے بڑے پن کی دلیل۔

تعلقات کی اس حرارت کو آپ نے کبھی سرد نہ پڑنے دیا ہمیشہ میرے شبانہ روز معاملات اور تحریکی سرگرمیوں سے باخبر رہتے تحریک ختم نبوت ہو یا انسانی حقوق کے اسلامی تصور کو اجاگر کرنے کی تحریک جملہ معاملات میں آپ کی شفقتیں محبتیں اور رہنمائی میرے شامل حال رہی بلکہ اگر یہ کہوں کہ یہ عرصہ میں نے آپ کی مرضی سے گزارہ تو مبالغہ نہ ہوگا تحریکی زندگی میں آنے والی تمام رکاوٹیں مصائب و آلام حکومتی چیرہ دستیاں آپ کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے گلے کا ہار معلوم ہوئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ موضوع اپنی تفصیلات کیلئے کئی دفتروں کا متقاضی ہے۔

برسوں سناؤں گر کوئی درد آشنا ملے

شیران اسلام کی مرکزی امارت کی ذمہ داری جب آپ نے سونپی تو فرمانے لگے کہ میری ذاتی رائے کے علاوہ بزرگوں کی اجازت اور رضا مندی بھی اس میں شامل ہے یہ خودنوازی کی ایک بہت بڑی مثال ہے ان نوازشوں کا سلسلہ وصال کے بعد بھی آپ کے روحانی تصرفات سے جاری رہا۔ 8 اگست 2006 کو جب آپ کا وصال ہوا تو جنازے کے موقع پر علماء و مشائخ اور اہل سخن کا جم غفیر تھا لیکن خطاب کی سعادت احقر کے حصہ میں آنا آپ کی توجہات ہی کا ثمر ہے الحمدللہ آپ کے جانشین حضرت صاحبزادہ عطاء الحق نقشبندی صاحب بھی آپ کے بعد اپنی عنایتوں کا جہاں ویسے ہی آباد رکھے ہوئے ہیں۔ انتہائی حسن تدبر سنجیدگی اور متانت سے جملہ معاملات کو آگے بڑھا رہے ہیں چند ماہ قبل میں نے اپنی تحریری مصروفیات کے باعث اور بعض تحریکی امور پر یکسوئی حاصل کرنے کیلئے مرکزی امارت سے فراغت کی اجازت طلب کی لیکن آپ نے سختی سے کام جاری رکھنے کا حکم دیا لیکن میں شدت سے یہ محسوس کر رہا ہوں اور حضرت کے وصال کے بعد ادھورے رہ جانے والے تحریکی، اور فکری کام کیلئے مرکزی امارت کا بوجھ بہر حال کندھوں سے اتارنا ہوگا۔ اس عرصہ کے دوران جن علماء مشائخ، عمائدین اور زعما نے میری سرپرستی و رہنمائی فرمائی میں فی الحال ان سب کا اجمالاً شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں تفصیل پھر سہی

کبھی فرصت سے سن لینا داستاں میری

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریک کو دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے اور اس جدوجہد کو کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار فرمائے

فللہ الحمد علیٰ ذلک

نعت رحمۃ للعالمین ﷺ بہ زبانِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

محقق دوراں حافظ محمد نصر اللہ حسینی آسوی ﴿مدینہ شریف﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

......﴿میلاد النبی ﷺ﴾......

آقا کی ثناخوانی: میلاد النبی حضور ﷺ پر صلاۃ وسلام اور آپ کی نعتیں پڑھنے اور آپ کا ذکرِ ولادت وسیرت وصورت لوگوں کے سامنے بیان کرنے کا نام ہے۔ حضور ﷺ نے خود صحابہ کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کر اپنا میلاد بیان فرمایا اور صحابہ کرام کو اپنی نعتیں پڑھنے کا حکم دیا اسی کا نام میلاد ہے، ہم روزانہ، ہر ہفتہ اور ہر مہینہ عموماً اور سال کے بعد خصوصاً محفل میلاد منعقد کر کے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت پر عمل کرتے ہیں ۔

آقا کی ثناخوانی دراصل عبادت ہے ہم نعت کی صورت میں قرآن سناتے ہیں

علامہ شیخ علی قاری صاحبِ مرقات نے محفلِ میلاد کے جواز پر (۲۰) بیس دلائل بیان کیے ہیں جو لائق مطالعہ ہیں۔

آپ فرماتے ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ میلاد النبی ﷺ کی محفل کرنا جائز ہے اور آپ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کی نعت سننے کے لئے اس محفل میں شریک ہونا جائز ہے۔

دوسری بات ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی خاص اور معین رات میں محفل میلاد منعقد کرنا سنت ہے اور جو شخص کسی خاص اور معین رات میں محفل میلاد کی سُنیت کا معتقد ہو وہ بدعتی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ذکر اور آپ ﷺ کے ساتھ تعلق ہر وقت مطلوب ہے، ہاں جس ماہ میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اس مہینہ کی قوی ترجیح ہے۔

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ جو شعراء صحابہ آپ ﷺ کی مدح کرتے تھے اور نعتیہ اشعار پڑھتے تھے آپ ان سے خوش ہوتے اور اُن کو انعامات سے نوازتے تو جب محفل میلاد میں آپ کے شمائل اور فضائل کا بیان ہوگا اور نعت خوانی ہوگی تو آپ ﷺ اس سے خوش ہونگے اور آپ ﷺ کی خوشی شرعاً مطلوب ہے۔ (المورِدُ الرَّوِیُّ فی مولد النبی ﷺ مطبوعہ مدینہ منورہ-شرح مسلم سعیدی ۳/۱۸۴-۱۸۶ تقریباً یہی بیس دلائل محدث کبیر عالم جلیل الشیخ السید علامہ محمد بن علوی مالکی خادم العلم الشریف ببلد اللہ الحرم نے (حول الاحتفال بذکری المولد النبوی الشریف) میں ذکر کیے ہیں ص (۲۲-۳۵)

میں میلاد النبی ﷺ کے جواز پر صرف وہ احادیثیں جمع کرنا چاہتا ہوں جس میں صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے سامنے یا بعد از وصال نعت خوانی

کی تا کہ کوئی اس وہم میں نہ رہے کہ یہ نعت خوانی آج شروع ہوئی ہے لہذا یہ بدعت ہے۔

میں بتانا چاہتا ہوں کہ اصل نعت خوانی حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت ہے اور دورِ صحابہ کے بعد سے آج تک جتنی نعتیں لکھیں یا پڑھی جارہی ہیں سب صحابہ کرام کی نعت خوانی کے ترجمے ہیں اور نعت خوانی کا نام ہی میلاد ہے اور عشق ومحبت کی نظر سے دیکھا جائے تو سارا قرآن وحدیث حضور ﷺ کی نعت شریف ہے جب رب تعالیٰ خالق ومالک ہوکر قرآن میں اپنے محبوب ﷺ کی تعریفیں کرتا ہے نعتیں پڑھتا ہے اور درود پڑھتا ہے تو ہم غلام ہوکر رب کی سنت پر عمل کیوں نہ کریں۔

اے رضا خود صاحبِ قرآں ہے مداحِ حضور　　　　پھر تجھ سے کب ممکن ہے مدحت رسول اللہ کی

میں اُن لوگوں کو دعوتِ غور وفکر دینا چاہتا ہوں جو کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب قرآن وحدیث اور عمل صحابہ ہے تو وہ ان حدیثوں پر عمل کریں تا کہ قول وعمل میں مطابقت پیدا ہو جائے اور اتحادِ امت کی فضا ہموار ہو۔ تاہم نعتوں سے قبل میلاد کے متعلق چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

میلاد صاحبِ میلاد کی زبان سے

عَنِ الْعَبَّاسِ رضی الله عنه اَنَّهٗ جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه و سلم وَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَيْئاً فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: مَنْ أَنَا ؟ فَقَالُوْا: أَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ ،قَالَ: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ . إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ ، ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتاً فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ بَيْتاً فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْساً وَخَيْرُهُمْ بَيْتاً.

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا شاید حضور ﷺ تک خبر پہنچی تھی کہ بعض لوگ ہمارے نسب پاک میں طعن کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے منبر پر قیام فرما کر پوچھا بتاؤ میں کون ہوں؟ سب نے کہا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ پر اللہ کا سلام ہو فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ہم کو بہتر مخلوق میں سے کیا۔ پھر ان کے دو حصے کئے (عرب وعجم) تو ہم کو ان سے بہتر یعنی عرب میں سے کیا۔ پھر عرب کے چند قبیلے بنائے ہم کو ان کے بہتر یعنی قریش میں سے کیا۔ پھر قریش کے چند خاندان بنائے ہم کو انکے سب سے بہتر خاندان یعنی بنی ہاشم میں سے کیا۔ تو میں اُن سب میں ذات کے لحاظ سے بہتر ہوں اور خاندان کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔ (ترمذی حدیث: ۳۶۰۸ ،مشکوۃ حدیث: ۵۷۵۷ کتاب الفضائل)

میلاد شریف ذکرِ پیدائش کا نام ہے اور حضور ﷺ نے اپنا میلاد شریف منبر پر تشریف فرما ہوکر صحابہ کرام کے مجمع میں بیان کیا۔ معلوم ہوا کہ مخلوق میں سے جس نے سب سے پہلے محفل میلاد منعقد کی وہ خود صاحبِ میلاد ہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی حضور ﷺ ساری مخلوق سے افضل ہیں اسی لئے اعلیٰ حضرت کہتے ہیں۔

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

نویدِ مسیحا:

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضی الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه و سلم يَقُوْلُ: إِنِّي عِنْدَ اللهِ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِيْنَتِهٖ وَسَاُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَبَشَارَةُ عِيْسٰى قَوْمَهٗ وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِيْ رَأَتْ أَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَتْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ.

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک میں اللہ کے نزدیک ام الکتاب میں خاتم النبیین (لکھا ہوا) تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے اور میں تم کو اس کی تاویل بتاتا ہوں، میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ

السلام کی دعا ہوں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ بشارت ہوں جو انہوں نے اپنی قوم کو سنائی تھی اور میں اپنی والدہ ماجدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا، ان سے ایک ایسا نور نکلا تھا جس سے اُن کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ (احمد حدیث (۱۶۷۱۲) مشکوۃ حدیث: ۵۷۵۹ کتاب الفضائل باب فضائل سید المرسلین)

دیکھو صحابہ کرام کے مجمع میں حضور ﷺ نے اپنا نسب نامہ اپنی نعت شریف، اپنی ولادت کا واقعہ بیان فرما دیا یہی میلاد شریف میں ہوتا ہے۔

سب سے پہلی محفلِ میلاد منعقد کرنے والے:

محدث کبیر علامہ سید علوی مالکی حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

إن أول المحتفلين بالمولد هو صاحب المولد وهو النبی ﷺ كما جاء فی الحديث الصيح الذی رواه مسلم

سب سے پہلی محفلِ میلاد منعقد کرنے والے خود صاحب میلاد نبی کریم ﷺ ہیں جیسا صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔

عَنْ أبی قتادةَ رضی الله عنه أنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ قَالَ: ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُّ فِيْهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس دن میری پیدائش ہوئی، اس دن مجھے مبعوث کیا گیا یا اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔ (مسلم حدیث ۱۱۶۲ کتاب الصیام، مشکوۃ حدیث: ۲۰۴۵ کتاب الصیام باب صیام التطوع)

فهذا أصح و أصرح نص فی مشروعية الاحتفال بالمولد النبوی الشريف. ولا يلتفت لقول من قال: إن أول من احتفل به الفاطميون لأن هذا إما جهل أو تعامی عن الحق.

یہ حدیث شریف محفل میلاد کے جواز پر سب سے زیادہ صحیح اور صریح دلیل ہے۔

اُن لوگوں کی طرف التفات نہ کیا جائے جو کہتے ہیں کہ سب سے پہلے فاطمیوں نے محفل میلاد منعقد کی اس لئے کہ یہ یا تو جہالت ہے یا یا جان بوجھ کر حق سے اندھا پن ہے۔ (حول الاحتفال السید علوی مالکی ص: ۱۵)

دوسری جگہ یہی حدیث بیان کر کے لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ اس دن کی تعظیم کرتے تھے اور اس دن سب سے بڑی نعمت عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے اور یہی محفل میلاد کی روح ہے اگر چہ صورت مختلف ہے لیکن اصل معنیٰ موجود ہے (یعنی اس دن کی تعظیم اور رب کی نعمت کا شکر ادا کرنا) یہ برابر ہے چاہے روزہ کے ساتھ اس دن کی تعظیم کی جائے یا کھانا کھلانے، ذکر و فکر، درود شریف اور آپ کے فضائل و کمالات کی محفلیں منعقد کر کے اس دن کی تعظیم کی جائے۔ (حول الاحتفال السید علوی مالکی ص: ۲۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے یومِ میلاد کی خوشی کی اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے روزہ رکھا یوم میلاد کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر روزے سے بھی ادا ہوتا ہے اور صدقہ خیرات سے بھی جب حضور ﷺ خود خوشی منا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے تو ہم خوشی منا کر رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں نہ ادا کریں کہ اُس نے ہمیں اپنا محبوب اور تمام نبیوں کا سردار عطا فرمایا اور ہمیں تمام امتوں سے بہتر امت بنایا حضور ﷺ نے یہ عمل کر کے امت کو بتا دیا کہ میری ولادت کی خوشی مہینہ یا سال بعد نہیں بلکہ اگر ہو سکے تو ہر ہفتہ میرے میلاد کی خوشی اور تعظیم کرنا۔ حضور ﷺ سے سن کر صحابہ کرام نے بھی روزہ رکھنا شروع کر دیا تھا اور حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام نے اس طریقہ کو جاری رکھا اور اسی کا نام میلاد ہے اور اب جو بھی پیر کے دن روزہ رکھے گویا وہ حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی کر رہا ہے اگر میلاد منانا بدعت ہے تو پیر روزہ کیوں رکھتے ہو؟ حضور ﷺ نے خوشی کا وہ طریقہ اختیار فرمایا ہے جس کو ہر امیر و غریب اپنا کر ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ وہ محفل نامکمل ہے جس میں نعت رسول یا ذکرِ رسول ﷺ نہ ہو

عَنِ ابْنِ عباسٍ رضی الله عنهما قَالَ: جَلَسَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وسلم يَنْتَظِرُوْنَهُ قَالَ: فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ فَسَمِعَ حَدِيْثَهُمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: عَجَباً إِنَّ اللهَ اتَّخَذَ مِنْ خَلْقِهِ خَلِيْلاً اتَّخَذَ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً وَقَالَ آخَرُ مَاذَا بِأَعْجَبَ مِنْ كَلَامِ مُوْسٰى كَلَّمَهُ تَكْلِيْماً وَقَالَ آخَرُ فَعِيْسٰى كَلِمَةُ اللهِ وَرُوْحُهُ وَقَالَ آخَرُ آدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ وَقَالَ: قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ .إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ ،وموسٰى نَجِيُّ اللهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ،وعيسىٰ رُوْحُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ، وآدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ، آلا وَأَنَا حَبِيْبُ اللهِ وَلا فَخْرَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلا فَخْرَ ، وَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلا فَخْرَ ، وَمَا مِنْ نَّبِيٍ يَوْمَئِذٍ-آدَمَ فَمَنْ سَوَاهُ -إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلا فَخْر،وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُّحَرِّكُ حِلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللهُ لِيْ فَيُدْخِلُنِيْهَا وَمَعِيْ فُقَرَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلا فَخْرَ،وَأَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَلا فَخْر.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں چند صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔اتنے میں آپ تشریف لائے جب قریب پہنچے تو انہیں کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا ان میں سے بعض نے کہا تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ بنایا دوسرے نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے سے زیادہ تعجب خیز نہیں۔ایک نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور روح ہیں کسی نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا حضور ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کرنا سنا یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ ہیں وہ واقعی ایسے ہی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ وکلمۃ اللہ ہیں وہ بھی یقیناً ایسے ہی ہیں مگر خیال رکھو میں اللہ کا محبوب ہوں فخریہ نہیں کہتا اور میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں فخریہ نہیں کہتا اُس دن کوئی نبی حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے سوا ایسا نہ ہوگا جو میرے جھنڈے کے نیچے نہ ہو قیامت کے دن پہلا شفیع بھی میں ہی ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی فخریہ نہیں کہتا، میں ہی سب سے پہلے جنت کی زنجیر ہلاؤنگا تب اللہ اُسے میرے لئے کھول دے گا پھر اُس میں مجھے داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقراء مسلمان ہونگے فخریہ نہیں کہتا، میں اگلے پچھلوں میں سب سے زیادہ معزز ومکرم ہوں فخریہ نہیں کہتا (بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں)۔

ترمذی حدیث:۳۶۱۶ مشکوۃ حدیث:۵۷۶۲ کتاب الفضائل

یوں تو سارے نبی محترم ہیں مگر — سرورِ انبیاء تیری کیا بات ہے
رحمتِ دوجہاں اک تیری ذات ہے — اے حبیبِ خدا تیری کیا بات ہے

حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرو۔(سورہ الضحیٰ) پر عمل کر کے اپنے غلاموں کے لئے میلاد منانا سنت بنادیا مجمع بھی صحابہ کرام کا ہے اور میلاد والے نبی کریم ﷺ اپنے فضائل اور اپنی نعت خود بیان کررہے ہیں تاکہ میری یاد میں جلسہ کرنے یا نعت پڑھنے پر کوئی اعتراض نہ کرسکے اس سے بڑھ کر محفل میلاد کا ثبوت اور کیا چاہئے۔

حبیبِ حق ہیں خدا کی نعمت ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾

خدا کے فرمان پر عمل ہے — جو بزم مولد سجا رہے ہیں

نبی کریم ﷺ نے یہ فرما کر کہ قیامت کے دن پہلا شفیع بھی میں ہی ہوں یہ بتادیا کہ جب تمہیں مشکل پیش آئے گی جہاں انبیاء کرام بھی نفسی نفسی پکارتے ہوں گے تو میں تمہارے لئے مشکل کشا بن جاؤنگا

حضرت آمنہ کے دلارے نبی — غمزدہ اُمتوں کے سہارے نبی
روزِ محشر کہے گی یہ خلقِ خدا — سب کے مشکل کشا تیری بات ہے

میلاد اور صحابہ کرام:

میلاد شریف میں نعتیں پڑھی جاتی ہیں صحابہ کرام حضور ﷺ کی نعتیں پڑھتے تھے اور ایک دوسرے سے نعت کی فرمائش کرتے تھے ہم اگر سنتِ صحابہ پر عمل کریں تو اس میں کیا برائی ہے کیا اللہ کے محبوب کا ذکر کرنا جرم ہے؟ کیا ذکر محبوب کے لئے دلیل کی ضرورت ہے؟ عَنْ عائشةَ رضی الله عنها قالَتْ : قال رسول الله ﷺ :مَنْ اَحبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِهِ. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ اُس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔(جامع صغیر حدیث:۸۳۱۲)

علامہ اسماعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان

سورۃ الفتح کی آخری آیت محمد رسول اللہ ﷺ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-وَمِنْ تَعْظِيْمِهِ عَمَلُ الْمَوْلِدِ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مُنْكَرٌ قَالَ الامامُ السيوطی قُدِّسَ سِرُّهُ يُسْتَحَبُّ لَنَا اِظْهَارُ الشُّكْرِ لِمَوْلِدِهِ ﷺ) اور میلاد شریف کرنا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم سے ہے جب کہ وہ بُری باتوں سے خالی ہو امام سیوطی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت پر اظہار شکر مستحب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نعت سننے کی فرمائش کی

عَنْ ابن عباسَ رضی الله عنهما اَنَّهُ سَأَلَ كَعْبَ الأَحْبَارَ كَيْفَ تَجِدُ نَعْتَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي التَّوْرَاةِ فَقَالَ كَعْبٌ: نَجِدُهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ يُوْلَدُ بِمَكَّةَ وَيُهَاجِرُ إِلَى طَابَةَ وَيَكُوْنُ مُلْكُهُ بِالشَّامِ وَلَيْسَ بِفَحَّاشٍ وَلاصَخَّابٍ فِي الأَسْوَاقِ وَلا يُكَافِئُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ أُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ يَحْمَدُوْنَ اللهَ فِي كُلِّ سَرَّاءَ وَضَرَّاءَ وَيُكَبِّرُوْنَ اللهَ عَلَى كُلِّ نَجْدٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب احبار سے پوچھا تم تورات حضور ﷺ کی نعت کس طرح پاتے ہو حضرت کعب احبار نے جواب دیا ہم تورات میں حضور ﷺ کی نعت اس طرح پاتے ہیں محمد ﷺ مکہ میں پیدا ہوں گے مدینے کی جانب ہجرت کریں گے آپ کی مملکت شام میں ہوگی آپ یاوہ گو اور بازاروں میں چیخنے والے نہیں ہونگے آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے لیکن معاف کریں اور بخش دیں گے آپ کی امت خدا کی بہت حمد کرنے والی ہوگی وہ ہر خوشی اور غمی کے موقع پر اللہ کی حمد کرے گی اور ہر بلندی پر اللہ کی تکبیر کہے گی۔(دارمی حدیث ۸ کتاب المقدمہ، خصائص کبری ص۲۰ باب ذکرہ فی التوارۃ والانجیل)

حضرت عطاء بن یسار نے نعت کی فرمائش کی

عَنْ عطاء بن يسار قَالَ: لَقِيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رضی الله عنهما : قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي التَّوْرَاة قَالَ: أَجَلْ وَاللهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ ((يَا أَيُّهَاالنَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيْرًا وَحِرْزًالِلْأُمِّيِّيْنَ أَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلاغَلِيْظٍ وَلاصَخَّابٍ فِي الأَسْوَاقِ وَلا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللهُ حَتَّى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُوْلُوْا لاإِلَهَ إِلا اللهُ وَيَفْتَحَ بِهَا اَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوْبًا غُلْفًا.

حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا مجھے رسول اللہ ﷺ کی وہ صفات سناؤ جو تورات میں مذکور ہیں انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم تورات میں بھی حضور ﷺ کی بعض وہ صفات بیان ہوئی ہیں جو قرآن میں موجود ہیں یعنی اے نبی (غیب کی خبریں بتانے والے) بیشک ہم نے تمہیں گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بے پڑھوں کی حفاظت کرنے والا جائے پناہ بنا کر بھیجا ہے تم میرے بندے اور رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے نہ سخت دل نہ سخت زباں نہ بازاروں میں شور کرنے والے برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے لیکن معاف کریں اور بخش دیں گے اللہ انہیں وفات نہ دے گا یہاں تک کہ اُن کے ذریعے ٹیڑی ملت کو سیدھا کردے گا اس طرح کہ لوگ کہیں گے لا الہ الا اللہ اور اُس کے ذریعے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور قفل لگے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔(بخاری حدیث ۲۱۲۵ کتاب البیوع ،

مشکاۃ ۵۷۵۲ کتاب الفضائل)

محفل میلاد اقوال خلفاء راشدین کی روشنی میں:

قَالَ أبوبكر الصديق رضى الله عنه: مَنْ أَنْفَقَ دِرْهَمًا عَلَى قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ رَفِيْقِي فِي الْجَنَّةِ.

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ نے فرمایا: جس نے حضور ﷺ کے میلاد شریف پر ایک درہم بھی خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

قَالَ عمر بن الخطاب رضى الله عنه: مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَدْ أَحْيَا الإِسْلامَ.

حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: جس نے حضور ﷺ کے میلاد شریف کی تعظیم کی اُس نے اسلام کو زندہ کر دیا۔

قَالَ عثمان رضى الله عنه: مَنْ أَنْفَقَ دِرْهَمًا عَلَى قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَأَنَّمَا شَهِدَ غَزْوَةَ بَدْرٍ وَحُنَيْنٍ.

حضرت عثمان غنی رضی اللہ نے فرمایا: جس نے حضور ﷺ کے میلاد شریف پر ایک درہم بھی خرچ کیا تو گویا وہ جنگ بدر اور حنین میں حاضر ہوا۔

قَالَ على رضى الله عنه: مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ سَبَبًا لِقِرَاءَتِهِ لايَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا بِالْإِيْمَانِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ.

حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: جس نے حضور ﷺ کے میلاد شریف کی تعظیم کی اور میلاد خوانی کا سبب بنا وہ دنیا سے ایمان کی دولت لے کر جائے گا اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوگا۔ (النعمۃ الکبری ص ۸-۹)

شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب قرآن پاک کی تفسیر تبیان القرآن ج ۳ ص ۳۶۹ پر لکھتے ہیں علامہ ابن حجر مکی شافعی نے ,, النعمۃ الکبری،، نبی ﷺ کے میلاد کے ثبوت اور بیان میں لکھی ہے اس کتاب کی متعدد شروح لکھی گئی ہیں لیکن سب سے مبسوط شرح علامہ شامی کے عم زاد علامہ شریف سید احمد بن عبد الغنی بن عمر عابدین دمشقی نے لکھی ہے علامہ یوسف نبہانی نے اس شرح کو جواہر البحار میں مکمل نقل کیا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے نعت خواں کے لئے منبر بچھادیا

عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِماً يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَوْ يُنَافِحُ وَيَقُوْلُ رسولُ الله ﷺ إِنَّ اللهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا يُفَاخِرُ أَوْيُنَافِحِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجدِ نبوی میں منبر بچھواتے جس پر وہ کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ کی طرف سے فخر کرتے یا مدافعت کرتے تھے نبی کریم ﷺ فرماتے تھے بیشک اللہ تعالیٰ بذریعہ جبریل حضرت حسان کی مدد فرماتا ہے جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فخر کرتے رہیں یا فرمایا مدافعت کرتے رہیں۔ (ترمذی حدیث ۲۸۴۶، مشکوۃ حدیث: ۴۸۰۵ کتاب الآداب باب البیان والشعر)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم قریظہ کو حسان بن ثابت سے فرمایا مشرکین کی ہجو کرو یقیناً جبریل تمہارے کے ساتھ ہیں اور فرمایا: اَجِبْ عَنِّي اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ان کو میری طرف سے جواب دو اے اللہ! اس کی جبریل امین کے ساتھ مدد فرما۔ (مسلم حدیث :۲۴۸۵، مشکوۃ حدیث: ۴۷۸۹ کتاب الآداب باب البیان والشعر)

گستاخانِ رسول کی اشعار میں تردید:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا اُهْجُوْا قُرَيْشاً فَإِنَّهُ أَشَدُّ عَلَيْهَا مِنْ رَشْقٍ بِالنَّبْلِ قریش کی ہجو کرو کیونکہ ان پر اپنی ہجو تیروں کی بوچھاڑ سے زیادہ شاق گذرتی ہے پھر آپ نے حضرت ابن رواحہ کی طرف پیغام بھیجا کہ کفار قریش کی ہجو کرو انہوں نے کفار قریش کی ہجو کی، وہ آپ کو پسند نہیں آئی، پھر آپ نے کعب بن مالک کی طرف پیغام بھیجا پھر حضرت حسان کی طرف پیغام بھیجا انہوں نے کہا اُس ذات کی قسم جس نے آپکو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں ان کو اپنی زبان سے اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دونگا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا: جب تک تم اللہ اور رسول کی طرف سے جواب دیتے رہتے ہو روح القدس تمہاری تائید کرتا

رہتا ہے نیز فرمایا هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى حسان نے کفار قریش کی ہجو کی شفا دی اور شفا پائی۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ گستاخوں کو حضور ﷺ کی طرف سے جواب دے رہے ہیں

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ وَعِنْدَ اللهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ

تو نے محمد ﷺ کی ہجو کی تو میں نے محمد ﷺ کی طرف سے جواب دیا اور اس کی اصل جزا اللہ کے پاس ہے۔

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًا حَنِيْفًا رَسُوْلَ اللهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ

تو نے محمد ﷺ کی ہجو کی جو نیک اور ادیان باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں، وہ اللہ کے رسول ہیں اُن کی خصلت وفا کرنا ہے۔

فَاِنَّ اَبِيْ وَوَالِدَتِيْ وَعِرْضِيْ لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءُ

بلاشبہ میرے ماں باپ اور میری عزت، تم سے محمد ﷺ کی عزت بچانے کے لئے قربان ہے۔

مسلم حدیث ۲۴۹۰، مشکوۃ حدیث: ۴۷۹۱ کتاب الآداب باب البیان والشعر

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا اعقیدہ کہ حضور ﷺ اللہ کا نور ہیں

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں

أَغَرُّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ مِنَ اللهِ مِنْ نُوْرٍ يَلُوْحُ وَيَشْهَدُ

آپ ﷺ روشن چہرہ ہیں، مہر نبوت کے حامل ہیں اللہ کا نور آپ پر چمک رہا ہے اور گواہی دے رہا ہے۔

وَضَمَّ الْإِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ إِلٰى اسْمِهِ إِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ أَشْهَدُ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے جب مؤذن پانچوں وقت اذان میں اشہد کہتا ہے۔

وَشَقَّ لَهُ مِنْ إِسْمِهِ لِيُجِلَّهُ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدُ

اپنے نام سے آپ کا نام نکالا تا کہ ان کو بڑائی اور بزرگی دے چنانچہ عرش والا اللہ تعالیٰ محمود ہے اور آپ محمد ہیں۔

نَبِيٌّ أَتَانَا بَعْدَ يَأْسٍ وَفَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَالْأَوْثَانُ فِي الْأَرْضِ تُعْبَدُ

ایسے نبی ہیں جو ہمارے پاس ناامیدی کے بعد آئے اور رسولوں کے انقطاع کے بعد جب کے روئے زمین پر بتوں کی پرستش ہو رہی تھی۔

فَأَمْسٰى سِرَاجًا مُسْتَنِيْرًا وَهَادِيًا يَلُوْحُ كَمَا لَاحَ الصَّقِيْلُ الْمُهَنَّدُ

پس آپ نور پھیلانے والے ظاہر و باطن کو چمکانے والے آفتاب بن گئے اور چمکتے ہادی بنے جیسا کہ ہندوستانی صیقل شدہ تلوار چمکتی ہے

فَأَنْذَرَنَا نَارًا وَبَشَّرَ جَنَّةً وَعَلَّمَنَا الْإِسْلَامَ فَلِلّٰهِ نَحْمَدُ

آپ ﷺ نے ہمیں نارِ دوزخ سے ڈرایا اور جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی پس ہم ایسی نعمۃ الکبری ملنے پر اللہ کی حمد کرتے ہیں۔

يَا رُكْنَ مُعْتَمِدٍ وَعِصْمَةَ لَائِذٍ وَمَلَاذَ مُنْتَجِعٍ وَجَارَ مُجَاوِرٍ

اے بھروسہ کرنے والے کے لئے بھروسہ اور پناہ گیروں کے لئے جائے پناہ اور مصیبت زدوں کے لئے مددگار۔

يَامَنْ تَخَيَّرَهُ الْإِلٰهُ لِخَلْقِهِ فَحَبَاهُ بِالْخُلُقِ الزَّكِيِّ الطَّاهِرِ

اے وہ ذات جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے چنا پس ان کو بہترین پاکیزہ اور عمدہ اخلاق عطا کئے۔

أَنْتَ النَّبِيُّ وَخَيْرُ عُصْبَةِ آدَمٍ يَا مَنْ يَجُوْدُ كَفَيْضِ بَحْرٍ زَاخِرٍ

آپ نبی ہیں اور بنی آدم میں سب سے بہتر اے وہ ذات جو ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر کی طرح سخاوت کرنے والی ہے۔

مِيكَالُ مَعَكَ وَجِبْرِيْلُ كِلاهُمَا مَدَدٌ لِنَصْرِكَ مِنْ عَزِيْزٍ قَادِرٍ

حضرت میکائیل وجبریل دونوں عزیز قادر جل وعلا کی طرف سے آپ کے مددگار ہیں۔المفاہیم از محدث مکی سید علوی مالکی ص عربی ۲۰۹،۷۷ ومترجم ۱۸۳،۲۲۵ ،خصائص کبری جلد اص:۱۳۴،بیہقی ابن عساکر،طبقات ابن سعد،اصابہ جلد اص ۲۶۴،الروض الانف ۹۱/۲

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا اعقیدہ کہ حضور ﷺ بے مثل ہیں:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی نعت اور میلا دبیان کرتے ہیں

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

یارسول اللہ! آپ سے زیادہ حسین وجمیل میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنا ہی نہیں (یعنی آپ بے مثل ہیں)۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

آپ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں گویا کہ آپ ایسے پیدا کئے گئے جیسا کہ آپ نے چاہا۔

(دیوان حسان رضی اللہ عنہ)

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِي وَلٰكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِي بِمُحَمَّدٍ

میں نے اپنے کلام سے محبوب ﷺ کی تعریف نہ کی بلکہ اُن کے ذکر پاک سے اپنے کلام کو قابلِ تعریف بنالیا۔

رسول اللہ ﷺ بخششوں کے خزانے اور نعمتوں کے مالک ہیں:

اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِهٖ وَالَّيْلُ دَجٰى مِنْ وَّفْرَتِهٖ

آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے صبح ظاہر ہوئی اور آپ کی زلفوں سے رات نمودار ہوئی۔

فَاقَ الرُّسُلَا فَضْلاً وَّعُلاً اَهْدَى السُّبُلاَ لِدَلاَلَتِهٖ

آپ بزرگی اور بلندی میں تمام پیغمبروں پر سبقت لے گئے اور آپ کی رہنمائی سے دین کے تمام راستے روشن ہوگئے۔

كَنْزُ الْكَرَمِ مَوْلَى النِّعَمِ هَادِي الْاُمَمِ لِشَرِيْعَتِهٖ

آپ بخششوں کے خزانے اور نعمتوں کے مالک ہیں اپنی شریعت سے تمام امت کو راہِ ہدایت دکھانے والے ہیں۔

اَزْكَى النَّسَبِ اَعْلَى الْحَسَبِ كُلُّ الْعَرَبِ فِيْ خِدْمَتِهٖ

بہت پاکیزہ نسب والے اعلیٰ خاندان والے تمام عرب (کل جہان) آپ کی خدمت میں ہیں۔

سَعَتِ الشَّجَرُ نَطَقَ الْحَجَرُ شَقَّ الْقَمَرُ بِاِشَارَتِهٖ

(آپ کا حکم سن کر) درخت دوڑے آئے، پتھروں نے کلام کیا آپ کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔

جِبْرِيْلُ اَتٰى لَيْلَةَ اَسْرٰى وَالرَّبُّ دَعَاهُ لِحَضْرَتِهٖ

جبریل علیہ السلام معراج کی رات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ کو رب تعالیٰ نے اپنے حضور بلایا ہے۔

نَالَ الشَّرَفَا وَاللّٰهُ عَفَا عَمَّا سَلَفَا مِنْ اُمَّتِهٖ

آپ کی بدولت لوگوں کو بزرگیاں حاصل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے پچھلے تمام گناہ معاف فرمادیئے۔

فَمُحَمَّدُنَا هُوَ سَيِّدُنَا وَالْعِزُّ لَنَا لِاِجَابَتِهٖ

پس حضرت محمد ﷺ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے لئے عزت آپ کو قبول کرنے میں ہے۔

غزوۂ خندق میں صحابہ کرام کی نعت خوانی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین وانصار مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے میں مصروف تھے، اوراپنی پیٹھوں پر مٹی منتقل کرتے وقت یہ شعر پڑھتے تھے:-

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدَا عَلَى الْاِسْلَامِ مَابَقِيْنَا اَبَدَا

بک گئے ہیں، ہم محمد مصطفیٰ کے ہاتھ پر وقف ہے یہ زندگی ان کی غلامی کے لئے۔

یہ سماعت فرما کر شمع رسالت کی زبان مبارک پر اپنے پروانوں کے لئے یہ الفاظ جاری ہوجاتے ہیں:-

اَللّٰهُمَّ لاخَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةْ فَبَارِكْ فِى الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ

اے اللہ! بھلائی نہیں مگر آخرت کی بھلائی - پس انصار ومہاجرین میں برکت فرما۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کے جواب میں کہا:

اَللّٰهُمَّ لاعَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةْ فَاغفر لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ

اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے - پس انصار ومہاجرین کی مغفرت فرما۔

(بخاری حدیث ۲۸۳۵ کتاب الجہاد باب حفر الخندق وحدیث نمبر ۶۴۱۴، مسلم حدیث ۱۸۰۴ مشکوۃ حدیث: ۴۷۹۳ کتاب الآداب باب البیان والشعر)

کیسا نظارہ ہوگا جب صحابہ کرام اللہ کے محبوب ﷺ کی زیارت بھی کررہے تھے اور نعتیں بھی پڑھ رہے تھے اور ساتھ کام بھی کررہے تھے یعنی اُن کے ہاتھ کام میں مصروف ہوتے تھے لیکن نگاہیں جمال مصطفیٰ ﷺ پر اور زبانیں نعتِ مصطفیٰ میں مشغول ہوتی تھیں اور نعت خوانی کا نام ہی میلاد ہے یعنی اُن کا عقیدہ یہ تھا۔

منشاء یہی ہے سب قیل وقال کا ہوتا رہے ذکر تیرے حسن وجمال کا
دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا سر ہے وہ سر جو قدموں پہ قربان گیا
وہی آنکھ اُن کا جو منہ تکے وہی لب کہ محو ہوں نعت کے
وہی سر جو اُن کے لئے جھکے وہی دل جو اُن پہ نثار ہے

غزوۂ خیبر میں نعت خوانی:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر گئے ہم رات بھر سفر کرتے رہے لشکر میں سے ایک شخص نے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ ہمیں اپنے کچھ اشعار نہیں سنائیں گے حضرت عامر شاعر تھے وہ سواری سے اتر کر حضور ﷺ کی نعت پڑھنے لگے۔

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَااهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّ قْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

خدا گواہ ہے یارسول اللہ! اگر حضور نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ زکوٰۃ دیتے نہ نماز پڑھتے۔

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا اَبْقَيْنَا وَاَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

تو بخش دیجئے ہم حضور پر قربان جو گناہ ہمارے رہ گئے ہیں اور ہم پر حضور سکینہ اُتاریں۔

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَااسْتَغْنَيْنَا

اور جب ہم دشمنوں سے مقابل ہوں تو حضور ہمیں ثابت قدم رکھیں ہم حضور کے فضل سے بے نیاز نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(بخاری حدیث: ۴۱۹۶ کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر، مسلم حدیث: ۱۸۰۲ کتاب الجہاد باب غزوۃ خیبر مسند احمد حدیث: ۱۵۹۴۱)

امام احمد قسطلانی ارشادالساری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور سید عالم ﷺ کے ہمراہ خیبر کو چلے رات کا سفر تھا حاضرین سے ایک صاحب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا اے عامر ہمیں کچھ اپنے اشعار نہیں سناتے اور ابن اسحاق نے نصر بن دھر الاسلمی رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کی کہ میں نے سفر خیبر میں رسول اللہ ﷺ کو عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ سے فرماتے سنا: اے ابن اکوع اُتر کر کچھ اپنے اشعار ہمارے لئے شروع کر واس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضور ﷺ نے انہیں اس امر کا حکم فرمایا عامر رضی اللہ عنہ شاعر تھے اترے اور قوم کے سامنے یوں نعت خوانی کرتے چلے: یارب! اگر حضور نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ زکوٰۃ دیتے نہ نماز پڑھتے تو بخش دیجئے - ان اشعار میں مخاطب حضور ﷺ ہیں یعنی حضور کے حقوق حضور کی مدد میں جو قصور ہم سے ہوئے حضور معاف فرمادیں حضور ﷺ کے لئے خطاب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل سے ایسا خطاب کرنا معقول نہیں (ائمہ فرماتے ہیں کہ کسی پر فدا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اُس پر اگر کوئی بلا یا تکلیف آئی ہو تو وہ اپنے اوپر لی جائے اُس کی محافظت میں اپنی جان دے دی جائے تو اللہ عزوجل کو اس کلام کا مخاطب کیونکر بنا سکتے ہیں) رہا یہ کہ ابتداء میں اللھم ہے اس سے مقصود اللہ عزوجل کو پکارنا نہیں (کہ یہ اللہ عزوجل سے عرض قرار پائے) بلکہ اُس کے نام سے ابتدائے کلام ہے اور حضور ہم پر سکینہ اتاریں مقابلہء دشمن کے وقت اور ہمیں ثابت قدم رکھیں یعنی اپنے رب عزوجل سے ان مرادات کی دعا فرمائیں یہ اشعار سن کر حضور اقدس نے دریافت فرمایا: یہ نعت خواں کون ہے صحابہ نے عرض کی عامر بن اکوع حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ اس پر رحم فرمائے۔

اور مسند احمد وصحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عامر سے فرمایا: تیرا رب تیری مغفرت فرمائے اور حضور ﷺ (ایسی جگہ) جب کسی خاص شخص کا نام لے کر دعائے مغفرت فرماتے تھے وہ شہید ہو جاتا تھا لہذا حاضرین میں سے ایک صاحب یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ صحیح مسلم یں تصریح ہے عرض کی یارسول اللہ! حضور کی دعا سے عامر کے لئے شہادت واجب ہوگئی حضور نے ہمیں ان سے نفع کیوں نہ لینے دیا یعنی حضور انہیں ابھی زندہ رکھتے ﷺ انتہی۔ (اصابہ ۲/۲۴۱)

امام اہل سنت فرماتے ہیں: یہ پچھلے لفظ بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ حضور انہیں زندہ رکھتے۔ (الامن والعلی ص:۹۸)

رسول اللہ ﷺ کے فضل کی امید:

حضرت اسود بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کی:

اَنْتَ الرَّسُوْلُ الَّذِی تُرْجٰی فَوَاضِلُہٗ عِنْدَ الْقُحُوْطِ اِذَا مَا اَخْطَاءَ الْمَطَرُ

حضور وہ رسول ہیں کہ حضور کے فضل کی امید کی جاتی ہے قحط کے وقت جب مینھ خطا کرے۔

(اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ا ص:۶۱ نمبر ۱۶۹، الامن والعلی ص:۸۶)

نبی کریم ﷺ نے خود اپنی نعت پڑھنے کا حکم دیا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک اعرابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی:

اَتَیْنَاکَ وَالْعَذْرَاءُ یَدْمِیْ لِبَانُھَا وَقَدْشُغِلَتْ اُمُّ الصَّبِیِّ عَنِ الطِّفْلِ

ہم در دولت پر شدتِ قحط کی ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں (جنہیں ماں باپ بہت عزیز رکھتے ہیں ناداری کے باعث خادمہ رکھنے کی طاقت نہیں کام کاج کرتے ہوئے اُن کے سینے شق ہوگئے) اُن کی چھاتی سے خون بہہ رہا ہے- مائیں بچوں کو بھول گئی ہیں ۔

وَاَلْقَتْ بِکَفَّیْھَا الْفَتٰی لِاسْتِکَانَۃٍ مِنَ الْجُوْعِ ضُعْفًا لَایُمِرُّ وَلَا یُحْلِی

جوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضعفِ گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسا گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی کوئی بات نہیں نکلتی۔

وَلَیْسَ لَنَا اِلَّا اِلَیْکَ فِرَارُنَا وَاَیْنَ فِرَارُ الْخَلْقِ اِلَّا اِلَی الرُّسُلِ

اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں اور مخلوق کو جائے پناہ ہے ہی کہاں مگر رسولوں کی بارگاہ میں ﷺ

یہ فریاد سن کر حضور رحمتِ عالم ﷺ فوراً بہ نہایت عجلت منبر اطہر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں دست مبارک بلند فرما کر اپنے رب عز وجل سے پانی مانگا۔ ابھی وہ پاک مبارک ہاتھ جھک کر گلوئے پرنور تک نہ آئے تھے کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور بارش شروع ہوگئی اور بیرونِ شہر کے لوگ فریاد کرتے ہوئے آئے کہ یارسول اللہ! ہم ڈوبے جاتے ہیں حضور نے دعا کی اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اے اللہ ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا فوراً بادل مدینہ پر سے چھٹ گیا اور اردگرد برس رہا تھا آپ یہ ملاحظہ فرما کر تبسم ریز ہوئے اور فرمایا: اللہ کے لئے ہے خوبی ابوطالب کی اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ہے جو ہمیں اُس کے اشعار سنائے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی یارسول اللہ! شاید حضور یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو ابوطالب نے نعتِ اقدس میں عرض کیے تھے۔

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ

وہ گورے گورے رنگ والے کہ اُن کے منہ کے صدقہ میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان۔

تَلُوْذُ بِہِ الْھُلَّاکُ مِنْ آلِ ھَاشِمٍ فَھُمْ عِنْدَہٗ فِیْ نِعْمَۃٍ وَّفَوَاضِلِ

بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تباہی کے وقت اُن کی پناہ میں آتے ہیں اُن کے پاس اُن کی نعمت وفضل میں چین پاتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اَجَلْ ذٰلِکَ اَرَدْتُ ہاں یہی نعت مقصود تھی۔ (خصائص کبری جلد ۲ ص:۷۵۔۷۶، بیہقی فی دلائل النبوۃ بسند صالح والدیلمی فی مسند الفردوس، مختصر سیرت رسول ﷺ از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب ص ۱۴۴، رواہ البخاری مختصراً حدیث ۱۰۰۸، ۱۰۱۴) المفاہیم از سید علوی مالکی محدث مکی ص ۱۷۶، فتح الباری ۲/ ۴۹۵

امام اہل سنت فرماتے ہیں:

یہ حدیث نفیس بحمد اللہ تعالیٰ اوّل تا آخر شِفائے مومنین وشقائے منافقین ہے اور حضور ﷺ کے پسند فرمودہ اشعار میں یہ الفاظ خاص ہمارے مقصودِ رسالہ ہیں: کہ حضور کے سوا ہمارا کوئی نہیں جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں خلق کے لئے جائے پناہ نہیں سوائے بارگاہِ انبیاء علیہم السلام کے۔ وہ گورے گورے رنگ والے کہ اُن کے منہ کے صدقہ میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان۔ بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تباہی کے وقت اُن کی پناہ میں آتے ہیں اُن کے پاس اُن کی نعمت وفضل میں چین پاتے ہیں۔ (الامن والعلی ص:۸۶)

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

انہی احادیث کے پیشِ نظر امام صاحب نے اور علامہ بوصیری نے اشعار کہے لیکن جاہلوں نے اُن پر بھی فتویٰ لگا دیا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کو اپنا ملجا و ماویٰ قرار دیا

یَا اَکْرَمَ الثَّقَلَیْنِ یَا کَنْزَ الْوَرٰی جُدْ لِیْ بِجُوْدِکَ وَاَرْضِنِیْ بِرِضَاکَ

اے تمام موجودات سے بزرگ ترین اے خزانہ مخلوقات مجھے اپنی بخشش وعطا سے نوازیئے اور اپنی رضامندی سے راضی کیجئے۔

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْکَ وَلَمْ یَکُنْ لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْاَنَامِ سِوَاکَ

میں کے جود وکرم کا دل سے طلب گار ہوں کہ اس جہان میں ابوحنیفہ کے لئے آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

امام بوصیری نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں ان اشعار سے فریاد کی

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے تمام مخلوق سے بزرگ تر آپ کے سوا (مخلوق میں) میرا کوئی ایسا نہیں ہے جس سے حادثہ عام کے نزول کے وقت پناہ چاہوں۔
لیکن افسوس امام بوصیری کے ان اشعار کو شیخ ابن عبدالوہاب نے شرک قرار دیا ہے۔ (کتاب التوحید باب قول ماشاء اللہ وشئت ص:۱۲۲)
حالانکہ اسی معنی کے اشعار حدیث شریف سے ثابت ہیں حضور ﷺ نے ان اشعار کو سننے کی فرمائش کی تھی اسی طرح اگر امام بوصیری کے یہ اشعار غلط ہوتے تو حضور ﷺ اُن کو اپنی مبارک چادر کبھی عطا نہ فرماتے۔
دراصل یہ فتوی بازی جہالت اور مطالعہ کی کمی کی پیداوار ہے اگر یہ لوگ قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے اور اُس پر دل سے ایمان لاتے تو مسلمانوں کو مشرک نہ کہتے جس چیز کا نبی کریم ﷺ حکم فرمائیں وہ شرک کیسے ہوسکتی ہے کیونکہ انبیاء دنیا سے شرک کو مٹانے آئے ہیں ہم اُس توحید کے قائل ہیں جو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتائی ہے اُس کے علاوہ کسی من گھڑت توحید کے قائل نہیں ہیں۔ ہم جبریلی اور صدیقی فاروقی عثمانی حیدری اور بلالی توحید کے قائل ہیں۔ صرف توحید کا تو شیطان بھی قائل تھا اور بہت بڑا عابد تھا لیکن اس لئے مردود ٹھہرا کہ اُس نے رب کے حکم سے بھی نبی کی تعظیم نہ کی رب تعالی نے اُس کی توحید کو دیکھا نہ عبادت کو اور نہ علم کو بس ایک ہی جواب دیا ﴿فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ فرمایا جنت سے نکل تو مردود ہے قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔ (سورۃ الحجر آیت: ۳۴-۳۵)

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کی نعت

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ وَاَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ کے علاوہ کوئی رب نہیں اور یارسول اللہ! بیشک آپ ہر غیب پر امین بنائے گئے ہیں۔

وَاِنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً اِلَى اللهِ يَاابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَايِبِ

اے طیّب ومکرم حضرات کے فرزند۔ بیشک آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام رسولوں سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں۔

وَكُنْ لِّيْ شَفِيْعاً يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ سِوَاكَ بِمُغْنٍ فَتِيْلًا عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

اور آپ میرے لئے اُس دن شفیع بن جائیں جس دن آپ کے علاوہ کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کو کچھ بھی بے نیاز نہیں کرسکے گا۔
(مختصر سیرۃ الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب ص:۹۳، اصابۃ فی تمیز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی جلد۲ ص ۹۵ نمبر ۳۵۸۳)

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کی نعت سے تین باتیں ثابت ہوئی۔
(۱) حضور ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت
(۲) حضور ﷺ کا وسیلہ اختیار کرنا
(۳) حضور ﷺ سے شفاعت طلب کرنا اگر یہ عقیدہ شرک ہوتا تو حضور ﷺ کبھی بھی خاموش نہ رہتے فوراً انہیں توبہ کرنے اور دوبارہ کلمہ پڑھنے کو کہتے کیونکہ نبی ﷺ دنیا سے شرک ختم کرنے آئے ہیں جولوگ کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ قرآن وحدیث ہے یا ہمارا عقیدہ صحابہ والا ہے وہ جھوٹے ہیں، ہم انہیں صحابہ کرام کے عقیدہ کو اپنانے کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ صحابہ کرام کے عقیدہ کو اپنانے والا گروہ ہی اہل سنت واہلِ جنت ہے باقی بہتر فرقے دوزخی ہیں۔ بعض لوگ وسیلے کو شرک وبدعت کہتے ہیں شاید ان کو یہ علم نہیں کہ ہمارا فتویٰ کہاں تک پہنچے گا۔
شیخ محمد بن عبدالوہاب نے دس نواقض الاسلام لکھے ہیں اُن میں دوسرا یہ ہے: کہ جس نے اللہ اور اپنے درمیان کسی کو وسیلہ بنایا یا اُن سے شفاعت طلب کی وہ کافر ہوگیا۔ باپ نے وسیلہ اور شفاعت طلب کرنے کو شرک کہا لیکن بیٹے عبداللہ نے اسی بات کو اپنی کتاب میں لکھ ثابت کردیا یہ عقیدہ شرک وبدعت نہیں ہے یہ تو عقائد صحابہ ہیں اب اگر باپ کا عقیدہ صحیح ہے تو بیٹے پر شرک کا فتوی لگ جائے گا کہ وہ شرک کی تعلیم دے رہا ہے اگر بیٹے کا

عقیدہ صحیح ہے تو باپ پر فتوی لگ جائے گا۔

صحابہ کرام کا حضور علیہ السلام سے شفاعت طلب کرنا:

عن انس رضی اللہ عنہ قال: سَاَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ اَنْ یَشْفَعَ لِی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَیْنَ اَطْلُبُکَ؟ قَالَ :اطْلُبْنِی اَوَّلَ مَاتَطْلُبُنِی عَلَی الصِّرَاطِ. قَالَ: قُلْتُ فَاِنْ لَمْ اَلْقَکَ عَلَی الصِّرَاطِ؟ قال فَاطْلُبْنِی عِنْدَ الْمِیْزَانِ. قُلْتُ فَاِنْ لَمْ اَلْقَکَ عِنْدَ الْمِیْزَانِ؟ قال فَاطْلُبْنِی عِنْدَ الْحَوْضِ فَاِنِّی لا اُخْطِیءُ ھٰذِہِ الثَّلاثُ الْمَوَاطِنِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ! قیامت کے دن آپ میری شفاعت فرمادیں فرمایا: میں شفاعت کرونگا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں حضور کو کہاں تلاش کروں فرمایا: تم مجھے پہلے تو پل صراط پر تلاش کرنا میں نے عرض کیا اگر آپ کو پل صراط پر نہ پاؤں فرمایا: پھر مجھے میزان کے پاس ڈھونڈھنا میں نے عرض کیا اگر میں حضور کو میزان کے پاس نہ پاؤں فرمایا: پھر مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا کیونکہ میں ان مقامات سے اِدھر اُدھر نہیں ہونگا۔ (ترمذی حدیث:۲۴۳۳، مشکوۃ حدیث: ۵۵۹۵ کتاب صفۃ القیامۃ باب الحوض والشفاعۃ)

کوئی قریب ترازو کوئی لبِ کوثر — کوئی صراط پر ان کو پکارتا ہوگا
کوئی کہے گا دہائی یارسول اللہ — تو کوئی تھام کے دامن مچل گیا ہوگا
عزیز بچہ کو ماں جس طرح تلاش کرے — خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا
کہیں گے اور نبی اِذْھَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ — میرے حضور کے لب پہ اَنَا لَھَا ہوگا

بعد از وصال شفاعت طلب کرنا:

ابو اسحاق ابراہیم بن علی کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی میں نے عرض کیا اَسْاَلُکَ شَفَاعَتَکَ میں آپ سے شفاعت طلب کرتا ہوں۔ فرمایا: مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کر۔ (القول البدیع ص:۱۸۰ الباب الثانی)

لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ یہاں شفاعت مانگنے کو شرکِ اکبر کہتے ہیں اور کل قیامت کو خود شفاعت طلب کرینگے یعنی بقول خود شرک کرینگے ان کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ شرک ہر جگہ شرک ہوتا ہے۔ دور و نزدیک زندگی موت کی کوئی قید نہیں ہوتی کسی کو خدا سمجھ کر کوئی چیز مانگی جائے تو وہ شرک و کفر ہے چاہے زندہ سے مانگی جائے مردہ سے قریب والے سے مانگی جائے یا دور والے سے لیکن کسی کو خدا کا بندہ سمجھ کر کسی چیز کا سوال کرنا ہرگز شرک نہیں عین ایمان ہے صحابہ کرام نے حضور سے جنت مانگی شفاعت طلب کی حضرت ابو ہریرہ نے حضور ﷺ سے حافظہ مانگ لیا (بخاری حدیث نمبر ۱۱۹ کتاب العلم) لیکن آپ ﷺ نے کسی پر شرک کا فتوئی نہیں لگایا کل قیامت کو تو انبیاء خود کہیں گے کسی کا وسیلہ تلاش کرو وہ تمہارے لئے شفاعت کرے (بخاری حدیث نمبر ۴۷۱۲، مشکوۃ حدیث ۵۵۷۵) اگر کسی سے مانگنا شرک ہوتا تو انبیاء کرام ایسا کبھی نہ کہتے۔ معلوم ہوا کہ اللہ محبوبوں سے مانگنا شرک و بدعت نہیں انبیاء کرام کی سنت ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے — پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
اُف رے منکر یہ بڑھا جوشِ تعصب آخر — بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

حضرت زہیر بن صرد جشمی رضی اللہ عنہ کی نعت

حضور ﷺ نے روزِ حنین بنی ہوازن کی عورتوں اور بچوں کو اسیر بنایا اور اموال وغلام وکنیز مجاہدین میں تقسیم فرمادیئے ہوازن کا ایک وفد مشرف بہ اسلام ہو کر حاضر بارگاہ ہوا اور اپنے اہل وعیال واموال حضور ﷺ سے مانگنے حاضر ہوئے اُن کے خطیب حضرت زہیر بن صرد رضی اللہ عنہ نے عرض کی:۔

اُمْنُنْ عَلَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِی کَرَمٍ — فَاِنَّکَ الْمَرْءُ نَرْجُوْہُ وَنَدَّخِرُ

یارسول اللہ! اپنے کرم سے ہم پر احسان فرمایئے حضور ہی وہ مردِ کامل و جامع فواضل ومحاسن وشمائل ہیں جن سے ہم امید کریں اور جسے وقتِ مصیبت کے لئے ذخیرہ بنائیں۔

اُمْنُنْ عَلَى بَيْضَةٍ قَدْ عَاقَهَا قَدَرٌ مُمَزَّقٌ شَمْلُهَا فِى دَهْرِ هَا غِيَرُ

یارسول اللہ! اُس خاندان پر احسان فرمائیں کہ تقدیر جس کے آڑے آئے اُس کی جماعت تتر بتر ہوگئی اُس کے وقت کی حالتیں بدل گئیں۔

اَبْقَتْ لَنَا الدَّهْرَ هَتَّافًا عَلَى حَزَنٍ عَلَى قُلُوبِهِمُ الْغَمَّاءُ وَالْغَمَرُ

یہ بدحالیاں ہمیشہ کیلئے ہم میں غم کے وہ مرثیہ خواں باقی رکھیں گی جن کے دلوں پر رنج وغم مستولی ہوگا۔

اِنْ لَّمْ تُدَارِكْهُمْ نَعْمَآءُ تَنْشُرُهَا يَا اَرْجَحَ النَّاسِ حِلْماً حِيْنَ يُخْتَبَرُ

اگر حضور ﷺ کی نعمتیں جنہیں حضور نے عام فرمادیا ہے اُن کی مدد کو نہ پہنچیں تو اُن کا کہیں ٹھکانہ نہیں اے آزمائش کے وقت تمام جہاں سے زیادہ عقل والے

یہ اشعار سن کر سیدارحم ﷺ نے فرمایا جو کچھ میرے اور بنی مطلب کے حصہ میں آیا میں نے تمہیں بخش دیا۔ قریش نے عرض کی جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا اور اللہ کے رسول کا ہے۔ انصار نے عرض کی جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا اور اللہ کے رسول کا ہے ﷺ۔ رواہ الطبرانی فی ثلاثیات معجمہ الصغیر، الامن والعلی ص:۸۵، الروض الانف (مکتبہ فاروقیہ۔ ملتان) جلد۲ ص:۳۰۶

(یہ واقعہ جعرانہ میں پیش آیا اور یہ قیدی چھ ہزار تھے اور مال چھ لاکھ چھ درہم کے برابر تھا)

نعت حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ:

عقیدہ: حضور ﷺ بےمثل ہیں اور غیب کی باتیں بتاتے ہیں۔

ابو وفرہ بیان کرتے ہیں جب غزوہ حنین میں مشرکین بھاگ گئے مالک بن عوف (کہ اس لڑائی میں سردار کفار ہوازن تھے) بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہوئے رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: اگر وہ ایمان لاکر حاضر ہوتو ہم اُس کے اہل و مال اُسے واپس کردیں یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے جب کہ حضور مقامِ جعرانہ سے نہضت فرما چکے تھے وہ اسلام لائے سید اکرم ﷺ نے اُن کے اہل و مال انہیں واپس کردیئے اور سو اونٹ اپنے خزانہ کرم سے عطا فرمائے۔ حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرکے یہ نعت پڑھی۔

مَااِنْ رَاَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِوَاحِدٍ فِى النَّاسِ كُلِّهِمْ كَمِثْلِ مُحَمَّدٍ

میں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد ﷺ کی مثل کوئی دیکھا نہ سنا۔

اَوْفٰى فَاَعْطٰى لِلْجَزِيْلِ لِمُجْتَدٍ وَمَتٰى تَشَآءُ يُخْبِرُكَ عَمَّا فِى غَدٍ

سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے فزوں تر نفع کثیر عطا سائل کو بخشنے والے اور جب تو چاہے تجھے آئندہ کل کی خبر دے دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اُن کے لئے دعائے خیر فرمائی اور انہیں حلہ مبارک بخشا اور انہیں اُن کی قوم ہوازن اور قبائل ثمالہ وسلمہ وفہم پر سردار فرمایا۔

(اصابہ فی تمیز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی جلد۳ ص:۳۳۱ نمبر۷۶۷۵، الامن والعلی ص:۱۸۸)

معلوم ہوا کہ صحابی کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ بےمثل وبیمثال ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا علم عطا فرمایا جس سے آپ کل کی بات کی خبر دیتے ہیں جو عقیدہ صحابہ کرام کا تھا وہی ہم اہل سنت کا اسی لئے اعلیٰ حضرت حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

ترا مسند ناز ہے عرشِ بریں ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دوجہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

سرِ عرش پر ہے تری گذر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت وملک میں کوئی نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

اطلاعِ غیب حضور ﷺ کے ارادہ واختیار میں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

رضوان الٰہی کے بے شمار باران یارانِ مصطفیٰ ﷺ پر برسیں یوں نہ کہا کہ متی یشاء کہ وہ جب وہ چاہیں تجھے غیب کی خبر دے دیں اس میں اُس صورت پر بھی صادق آسکنے کا احتمال رہتا جب بتانے والے کو کوئی اختیار نہ دیا جائے بلکہ سال دو سال میں ایک آدھ بات پر اطلاع عطا ہوا ایسا جاننے والا بھی توریہ وابہام کے طور پر کہہ سکتا ہے کہ میں جب چاہوں گا تمہیں غیب کی خبر دے دونگا کہ وہ اس وقت چاہے گا جب اُسے اتفاق سے کوئی خبر ملے گی تو شرطیہ سچا ہے بلکہ یوں فرمایا کہ جب تو چاہے وہ تجھے غیب کی خبر دیدیں گے یہاں سائل مطلق مخاطب ہے کسے باشد نہ وہ معین نہ اُس کے پوچھنے کا وقت محدود نہ غد معرفہ بلکہ نکرہ غیر مخصوص تو حاصل یہ ٹھہرے گا کہ جو شخص چاہے جس وقت چاہے جس آئندہ بات کو چاہے حضور بتا دیں گے۔یہ اسی کی شان ہو سکتی ہے جو بالفعل تمام آئندہ باتوں کو جانتا ہو اطلاع علی الغیب اُس کے ارادہ خواہش پر کر دی گئی ہو کہ جب چاہے معلوم کر لے ورنہ یہ اطلاق ہرگز صادق نہیں آسکتا۔اسے ایک نظیر محسوس میں دیکھیئے۔

زید فقیر ہے نہ پاس کچھ رکھتا ہے نہ بادشاہی خوانوں پر اُس کا ہاتھ پہنچتا ہے مگر بادشاہ کبھی کبھی اُسے دو چار توڑے بخش دیتا ہے وہ شخص پہلو رکھ کر یہ کہے تو کہہ لے کہ میں جب چاہوں ایک توڑا خیرات کر دوں کہ وہ آپ ہی اُس وقت چاہے گا جب پائے گا مگر عام فقیروں کو اشتہار دے کہ تم جس وقت چاہو میں تو ڑا عطا کر دوں تو ضرور غلط کہا اور دم بھر میں اُس کا دروغ کھل سکتا ہے۔فقیر مانگیں اور نہ مال ہے اور نہ خزانے پر اختیار تو کہاں سے دے گا۔ہاں اگر بادشاہ نے بالفعل ایسے خزانے دے دیئے ہوں کہ جب کوئی کچھ مانگے یہ دے اور کمی نہ ہو یا بالفعل نہ سہی تو خزانوں پر اختیار ہی دیا ہو کہ جس وقت جو چاہے لے لے تو وہ بیشک ایسی بات کہہ سکتا ہے۔اب حدیثیں فرما رہی ہیں کہ صحابی یہ صفت کریم حضور ﷺ کی نعتِ اقدس میں عرض کرتے ہیں اور حضور انکار نہیں فرماتے بلکہ خلعت وانعام بخشتے ہیں تو صراحۃً ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اطلاع غیب حضور ﷺ کے ارادہ اختیار پر رکھ دی ہے۔(الامن والعلیٰ ص:۱۸۹)

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قرآن وحدیث کو اپنا مذہب کہنے والوں نے اس عقیدہ کو بھی شرک کہا ہے اب آپ خود فیصلہ کریں کہ صحابہ کے عقیدہ پر ہم اہل سنت ہیں یا یہ ہیں جن کو دنیا میں شرک کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا حضور ﷺ سے زیادہ توحید اور شرک کو جاننے والا کون ہے حضور ﷺ تو یہ نعت سن کر خوش ہو رہے انعام اور حکومت عطا فرما رہے ہیں اور یہ فتویٰ لگا رہے ہیں اگر صحابی کا عقیدہ شرک ہوتا تو نبی کریم ﷺ اُس کو انعام نہ دیتے بلکہ اُس کو دوبارہ کلمہ پڑھواتے۔

ہم اہل سنت حضور ﷺ کے لئے علم عطائی کے قائل ہیں ذاتی علم خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے اور غیر خدا کے لئے ایک ذرہ کا علم بھی ذاتی ماننے والے کو ہم مشرک سمجھتے ہیں لیکن یہ لوگ قرآن وحدیث کی تصریحات کے باوجود حضور ﷺ کے لئے علمِ عطائی کے بھی قائل نہیں شاید یہ اللہ تعالیٰ کے علم کو عطائی سمجھتے ہیں اس لئے انہیں غیر کے لئے علم عطائی شرک نظر آتا ہے۔

شیخ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں صاف لکھا ہے: پھر خواہ یوں سمجھو کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہر طرح شرک ہے۔اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے

جو لوگ اہل اسلام کو مشرک کہتے ہیں وہ اپنا شوق بڑی خوشی سے پورا کریں لیکن یہ بات یاد رکھ لیں کہ کسی پر شرک کا فتویٰ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا انہوں نے سمجھ رکھا ہے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ شرک کا فتویٰ خود مفتی صاحب پر پلٹ آتا ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رہے ہمارے

تمہارے فتوے غلط ہو سکتے ہیں لیکن نبی ﷺ کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ اُن کا کلام کلام الٰہی ہے۔ اور جو اس حدیث کو نہ مانے وہ اہل حدیث نہیں بلکہ منکر حدیث ہے۔ مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگانے والا خود ہی مشرک ہوگا

عن حُذَيفةَ بنِ اليمانِ رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: ((إِنَّ مَمَّا اَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ القرآنَ حَتّٰى إِذَا رُؤِيَتْ بَهْجَتُهُ عَلَيْهِ وَكَانَ رِدَاءُهُ الإِسلامَ اعْتَرَاهُ إِلَى مَاشَاءَ اللهُ انْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ وَسَعَى عَلَى جَارِهِ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ))قَالَ: قُلْتُ يا نَبِيَّ اللهِ اَيُّهُمَا اَوْلَى بِالشِّرْكِ الْمَرْمِيُّ اَوِ الرَّامِيْ ؟ قَالَ((بَلِ الرَّامِيْ)).

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بیشک مجھے تم پر ایک ایسے شخص کا خوف ہے جو تا قرآن پڑھے گا کہ اس کے چہرے پر قرآن کی رونق بھی نظر آنے لگے گی اُس کا اوڑھنا بچھونا بھی اسلام بن جائے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو یہ حالت لاحق رہے گی پھر اس سے یہ حالت چھن جائے گی اور وہ شخص قرآن حکیم اور اسلام کو پس پُشت ڈال کر اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے اُن سے جنگ کرے گا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اِن دونوں میں سے شرک کا حق دار کون ہوگا جن پر شرک کا فتویٰ لگے گا وہ، یا شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا نبی کریم ﷺ نے فرمایا بلکہ شرک کا فتویٰ صادر کرنے والا ہی شرک کا حق دار ہوگا۔

مسند ابویعلی امام احمد بن حنبل اور یحی بن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ تفسیر ابن کثیر سورۃ الاعراف آیت (۱۷۵) ج ۲ ص ۲۷۵، ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اس کو سلسلہ احادیث الصحیحہ میں صحیح قرار دیا ہے نمبر (3201)

؎ وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا چشمہ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام

ایک شبہ اور اس کا جواب:

بخاری شریف کی حدیث کی حدیث میں آتا ہے جب بچیوں نے حضور ﷺ کے سامنے یہ اشعار پڑھے کہ ہم وہ نبی ہیں جنہیں آئندہ کا حال معلوم ہے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اسے رہنے دو اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہے جاؤ۔

جواب

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

شیخ اسماعیل دہلوی اس حدیث کو اشراک فی العلم کی فصل میں لایا اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف آئندہ جاننے کی اسناد مطلقاً شرک ہے اگر چہ بعطائے الٰہی جانے مگر جب حدیث میں حکمِ شرک کی اصلاً بو نہ پائی تو خود ہی اپنے دعوے شرک سے تنزل پر آیا اور صرف اتنا لکھنے پر بس کی: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں پیغمبر خدا نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھوکریوں کو گانے بھی نہ دیا چہ جائیکہ غافل مرد اُس کو کہے یا سن کر پسند کرے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: اسماعیل دہلوی سے صرف اتنا پوچھئے کہ بالفرض اگر حدیث سے ثابت ہے تو صرف ممانعت کہ انبیاء کی جناب میں ایسا عقیدہ نہ رکھے وہ شرک کا جبروتی حکم جس کے لئے اس فصل اور ساری کتاب کی وضع ہے کہاں سے نکلا کیا اسی کو اتمام تقریب کہتے ہیں اور یہ اس کا قدیم داب ہے کہ دعوے کے وقت آسمان سے بھی اونچا اُڑتا ہے اور دلیل لاتے وقت تحت الثریٰ میں جا چھپے گا اور پیچھا کرو تو وہاں سے بھی فرار ہو جائے گا۔

کیا شرک کوئی ایسی ہلکی چیز ہے کہ اللہ کا رسول اور رسولوں کا سردار ﷺ اپنی مجلس میں اپنے حضور اپنی امت کو شرک بکتے کفر بولتے سنے اور یونہی سہل دو حرفوں میں گزار دے کہ اسے رہنے دو وہی پہلی بات کہی جاؤ۔ کیوں نہیں فرماتے کہ اری تم کفر بک رہی ہو اری تقویۃ الایمان کے حکم سے تم مشرکہ ہوگئیں تمہارا دین جاتا رہا تم مرتد ہوئیں از سر نو ایمان لاؤ کلمہ پڑھو نکاح ہو گیا ہے تو تجدید نکاح کرو غرض ایک حرف بھی ایسا نہ فرمایا جس سے شرک ہونا

ثابت ہو کہنے والیوں اپنا حال اور اہل اور اہلِ مجلس کو اس لفظ کا حکم معلوم ہو حالانکہ وقتِ حاجت بیانِ حکم فرض ہے اور تاخیر اصلاً روا نہیں تو خود اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ نبی ﷺ کی طرف اطلاع علی الغیب کی نسبت ہرگز شرک نہیں۔

منع لفظ بطلانِ معنی ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے لئے وجوہ ہیں اور عقل ونقل کا قاعدہ مسلمہ ہے اِذَا جَاءَ الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے ممکن کہ لہو ولعب کے وقت اپنی نعت اور وہ بھی زنانے گانے اور وہ بھی دف بجانے میں پسند نہ فرمائی لہٰذا ارشاد ہوا اسے رہنے دو ارشاد الساری، لمعات اور مرقات وغیرہ میں اس بات کی تصریح ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ مجلس عورتوں کنیزوں کی کم فہم لوگوں کی تھی اُن میں منع فرمایا کہ توہم ذاتیت کا سد باب ہو۔

اب اس سے پوچھو کہ کیوں صاحب وہاں تو حضور ﷺ نے غضب فرمایا نہ حکم شرک لگایا مگر انصار کی چھوکریوں کو اتنا ارشاد ہوا کہ اسے رہنے دو یہاں جو مرد عاقل یہ صحابی فاضل نعت حضور میں اُس سے بھی زیادہ عظیم بات عرض کر رہے ہیں اور حدیث فرماتی ہے کہ حضور منع نہیں فرماتے بلکہ انعام واکرام بخشتے ہیں یہ شرک وہابیت پر کیسی آفت ہے اب یاد کرو وہ اپنی اوندھی مت الٹی کھوپڑی ,,ہ جائیکہ غافل مرد اُس کو کہے یا سن کر پسند کرے،، کچھ یہ بھی سوچھا کہ کہنے والے کون تھے اور سنکر پسند کرنے والے کون؟ (الامن والعلی ص:۱۸۲-۱۹۴)

سمجھ میں نکتہء توحید آتو سکتا ہے تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

نعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اَمِيْنٌ مُصْطَفَى بِالْخَيْرِ يَدْعُوْا كَضَوْءِ الْبَدْرِ زَائِلَةِ الظَّلَامِ

حضرت سیدنا محمد ﷺ امین ہیں اور نیکی کی طرف بلانے والے ہیں آپ ﷺ کی روشنی چودھویں رات کے چاند کی طرح اندھیروں کو دور کرنے والی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۱ ص:۲۲۵ جواہر البحار جلد ۱)

نعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں چرخہ کات رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ اپنا جوتا ٹانک رہے تھے آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہنے لگا اور اس پسینے سے نور پھوٹنے لگا تو میں حیران ہو گئی آپ ﷺ نے فرمایا کس بات پر حیران ہو گئی ہو قُلْتُ جَعَلَ جَبِيْنُكَ يَعْرَقُ وَجَعَلَ عَرَقُهُ يَتَوَلَّدُ نُوْرًا میں نے کہا آپ کی پیشانی پر پسینہ آیا اور پسینے سے نور پھوٹ نکلا اگر ابو کبیر ہذلی آپ ﷺ کو دیکھتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ اُس کے ان اشعار کے حق دار آپ ہیں:-

وَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى اَسَرَّةِ وَجْهِهٖ بَرَقَتْ بُرُوْقَ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

اور جب تو اُس کے چہرے کی خوبیاں دیکھے تو ایسی روشن اور ظاہر معلوم ہوں گی جیسے ابر میں بجلی معلوم ہوتی ہے۔

(یہ اشعار سُن کر) رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ میں جو کچھ تھا رکھ دیا اور میری پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا:

جَزَاكِ اللّٰهُ يَا عَاشَةُ خيرًا فَمَا اَذْكُرُ اَنِّي سُرِرْتُ كَسُرُوْرِيْ بِكَلَامِكِ.

اے عائشہ اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے مجھے یاد نہیں کہ میں کبھی اتنا خوش ہوا ہوں جتنا میں تمہارے کلام سے ہوا ہوں

خصائص کبری جلد ۱ ص:۱۵ اباب الآیۃ فی عرقہ ﷺ، خطیب اور ابن عساکر نے امام بخاری کی سند سے روایت کی ہے اور حدیث کو حسن قرار دیا

؎ ایسی خوشبو نہیں کسی بھی پھول میں جیسی خوشبو میرے آقا کے پسینے میں ہے
واللہ جو مل جائے میرے گل کا پسینہ مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ کہ حضور ﷺ بے مثل ہیں

مَتٰى يَبْدُ فِي الدَّاجِي الْبَهِيْمِ جَبِيْنُهٗ يَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجٰى الْمُتَوَقِّدِ

اندھیری رات میں اُن کی پیشانی نظر آتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ۔

فَمَنْ كَانَ اَوْ مَنْ قَدْ يَكُوْنُ كَاَحْمَدٍ نِظَامٌ لِحَقٍّ اَوْ نَكَالٌ لِمُلْحِدٍ

احمد مجتبیٰ جیسا کون تھا اور کون ہوگا حق کا نظام قائم کرنے والا اور ملحدوں کو سراپا عبرت بنا دینے والا۔(زرقانی علی المواھب جلد۴ص ۲۲۵)

نعت حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عباس نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ کی نعت پڑھنا چاہتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا پڑھو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

یارسول اللہ ﷺ آپ جب پیدا ہوئے تو زمین چمک اٹھی اور آفاقِ سماوی آپ کے نور سے روشن ہو گئے۔

فَنَحْنُ فِي ذٰلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّوْرِ وَسُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

تو اب ہم لوگ اُسی روشنی اور اُسی نور میں ہیں اور ہدایت واستقامت کی راہیں طے کر رہے ہیں۔

(کتاب الوفاء ص:۲۸مختصر سیرۃ الرسول ﷺ از شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب ص:۹)

حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ رسول ﷺ میں فریاد:

ہیثم بن عدی نے ذکر کیا ہے کہ بنو عامر (قبیلہ نابغہ جعدی) بصرہ میں کھیتوں میں جانور چرایا کرتے تھے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ان کے طلب کرنے کے لئے بھیجا۔انہوں نے ابوموسیٰ کو دیکھتے ہی یوں آواز دی یا آلِ عامر! یہ سن کر نابغہ جعدی بھی اپنی قوم کے ساتھ آئے۔حضرت ابوموسیٰ نے اس سے پوچھا کہ تم کس واسطے نکلے ہو؟ نابغہ نے جواب دیا: میں نے اپنی قوم کی پکار سنی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ نے انہیں تازیانے لگائے۔حضرت نابغہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

فَاِنْ تَكُ لِابْنِ عَفَّانٍ اَمِيْنًا فَلَمْ يَبْعَثْ بِكَ الْبَرَّ الامينا

اگر تو ابن عفان کا امین ہے تو انہوں نے تجھے احسان کرنے والا امین بنا کر نہیں بھیجا۔

فَيَا قَبْرَ النبي وَصَاحِبَيْهِ أَلا يَاغَوْثَنَا لَوْ تَسْمَعُوْنَا

اے نبی اور ان کے دوصاحبوں کی قبر! اے ہمارے فریادرس! کاش آپ ہماری فریاد سن لیں!

(استیعاب علی الاصابہ جلد۳ص:۵۵۷)

نعت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

رُزِئْنَا رَسُوْلَ اللهِ فِيْنَا فَلَنْ نَّرٰى بِذَاكَ عَدِيْلًا مَا حَيِيْنَا مِنَ الرَّدٰى

رسول اللہ ﷺ کی موت کی مصیبت ہم پر نازل ہوئی جب تک ہم خود جی رہے ہیں ان جیسا ہرگز نہ دیکھیں گے۔

وَكَانَ لَنَا كَالْحِصْنِ مِنْ دُوْنِ اَهْلِهٖ لَهٗ مَعْقِلٌ حِرْزٌ حَرِيْزٌ مِنَ الرَّدٰى

رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے ایک مضبوط قلعہ تھے کہ ہر دشمن سے پناہ اور حفاظت حاصل ہوتی تھی۔

وَكُنَّا بِمَرْاٰهُ نَرَى النُّوْرَ وَالْهُدٰى صَبَاحاً مَسَاءً رَاحَ فِيْنَا اَوِاغْتَدٰى

اور جب ہم ان کو دیکھتے تو سراپا نور وہدایت دیکھتے صبح بھی اور شام بھی جب وہ ہم میں چلتے پھرتے یا صبح کو گھر سے نکلتے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نعت

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ اَحْمَدَ اَلَّا یَشُمَّ مُدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

جس نے ایک مرتبہ بھی خاک پائے احمد مجتبیٰ سونگھ لی تعجب کیا ہے اگر وہ ساری عمر کوئی اور خوشبو نہ سونگھے۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ عُدْنَ لَیَالِیَا

(حضور ﷺ کی جدائی میں) وہ مصیبتیں مجھ پڑ ٹوٹی ہیں یہ مصیبتیں دنوں پر ٹوٹتیں تو دن راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت:

حضور ﷺ نے اپنے نعت خوان کو چادر عطا فرمادی، حضرت کعب نے عرض کیا:-

فَقَدْ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ مُعْتَذِرًا وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ مَقْبُوْلُ

میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں عذر خواہ ہو کر پہنچا اور معافی اور درگذر تو اللہ کے رسول کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

لَقَدْ اَقُوْمُ مَقَامًا لَوْیَقُوْمُ بِہٖ اَرٰی وَاَسْمَعُ مَالَوْ یَسْمَعُ الْفِیْلُ

میں اس مقام پر کھڑا تھا کہ اگر وہاں ہاتھی بھی کھڑا ہوتا اور وہ دیکھتا اور سنتا جو میں دیکھ اور سن رہا تھا۔

لَظَلَّ یَرْعَدُ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الرَّسُوْلِ بِاِذْنِ اللہِ تَنْوِیْلُ

تو یقیناً کانپنے لگتا اگر اللہ کے حکم سے رسول اللہ کی طرف سے جود و سخا اور بخشش و عطا نہ ہوتی۔

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللہِ مَسْلُوْلُ

بیشک رسول اللہ ﷺ نور ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے وہ اللہ کی تلوروں میں سے ایک کھنچی ہوئی تلوار ہیں۔

ابو بکر بن الانباری کی روایت میں ہے کہ جب حضرت کعب بن زہیر اس شعر پر پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر مبارک جو آپ پرتھی ان کو عطا فرمادی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس چادر کو دس ہزار میں خریدنا چاہا تو انہوں نے انکار کردیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو کسی پر ترجیح نہیں دیتا پھر جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کے ورثاء میں اس چادر کو بیس ہزار میں درہم میں خریدلیا۔

(المفاہیم ازفضیلۃ الشیخ سید علوی مالکی محدث مکی عربی ص:۲۱۰ مترجم ۲۲۸، (اصابہ از ابن حجر جلد ۳ ص:۲۷۹))

نعت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت عبداللہ بن رواحہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں یارسول اللہ ﷺ آپ نے جو غیب کی خبریں دی وہ پوری ہو کر رہیں گی۔

وَفِیْنَا رَسُوْلُ اللہِ یَتْلُوْا کِتَابَہٗ اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ

ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اُس کی کتاب پڑھتے ہیں جب کہ روشن فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

اَرَانَا الْھُدٰی بَعْدَ الْعَمٰی فَقُلُوْبُنَا بِہٖ مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَاقَالَ وَاقِعُ

ہمیں جہالت کے بعد راہِ ہدایت دکھائی اور ہمارے دل یقین رکھتے ہیں کہ انہوں نے جو فرمایا ہے وہ واقع ہوگا۔

(بخاری حدیث ۱۱۵۵ کتاب التہجد باب فضل من تعار من اللیل)

اس حدیث کے تحت علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

(فَقُلُوْبُنَا بِہٖ) ﷺ (مُوْقِنَاتٌ اَنَّ مَاقَالَ) من المغیبات (وَاقِع)

ہمارے دل اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ نے جو غیب کی خبریں دی وہ پوری ہو کر رہیں گی۔ (ارشاد الساری)

حضرت عبداللہ بن رواحہ اور میلاد النبی ﷺ

رُوْحِی الْفِدَاءُ لِمَنْ اَخْلاَقُهُ شَهِدَتْ بِاَنَّهُ خَيْرُ مَوْلُوْدٍ مِنَ الْبَشَرِ

میری جان ان پر فدا جن کے اخلاق شاہد ہیں کہ اُن کا میلاد پاک تمام بنی نوع انسان سے افضل ترین ہے۔

عَمَّتْ فَضَائِلُهُ كُلَّ الْعِبَادِ كَمَا عَمَّ الْبَرِيَّةَ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

اُن کے فضائل بلا امتیاز سب بندوں کے لئے عام ہیں جس طرح سورج اور چاند کی روشنی تمام مخلوق کے لئے عام ہے۔

لَوْلَمْ يَكُنْ فِيْهِ آيَاتٌ مُبَيِّنَةٌ كَانَتْ بَدِيْهَتُهُ عَنِ الْخَبَرِ

اگر اُن کی صداقت پر مہر ثبت کرنے والی نشانیاں نہ ہوتیں تو خود اُن کی واضح شخصیت اُن کی صدقت کے لئے کافی تھی۔

(طبقات ابن سعد، الاصابۃ از ابن حجر ج ۲)

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی نعت

بَارَكَ اللهُ فِيْكَ مِنْ غُلامٍ إِنْ صَحَّ مَا أَبْصَرْتُ فِي الْمَنَامِ

اے بیٹے اللہ بابرکت بنائے جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے وہ اگر صحیح ہے۔

فَأَنْتَ مَبْعُوْثٌ إِلَى الأَنَامِ مِنْ عِنْدَ ذِي الْجَلالِ وَالإِكْرَامِ

تو پھر تو جن وانس کی طرف مبعوث ہونے والا ہے اللہ صاحب اور صاحب اکرام کی طرف سے

تُبْعَثُ فِي الْحِلِّ وَفِي الْحَرَامِ تُبْعَثُ بِالتَّحْقِيْقِ وَالإِسْلامِ

اور تو مبعوث ہوگا سرزمین حرم (مکہ مکرمہ) اور حل (کل روئے زمین) کی طرف اور تو مبعوث ہوگا حق و باطل کو ظاہر کرنے کے لئے اور دینِ اسلام کو پھیلانے کے لئے۔

دِيْنِ اَبِيْكَ الْبَرِّ اِبْرَاهَامَ فَاللهُ أَنْهَاكَ عَنِ الأَصْنَامِ

وہ دین جو تیرے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے جو محسن اور مطیع تھے اللہ تعالیٰ نے تجھے بتوں سے روک دیا ہے۔

(خصائص کبری جلد ۱ ص: ۱۳۵ اخرج ابونعیم)

اہل مدینہ کی نعت خوانی

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعَا لِلهِ دَاعٍ

ہمارے لئے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ثنیات الوادع کی پہاڑیوں سے اس لئے ہم پر اللہ کا شکر کرنا فرض ہوا اس وقت تک جب تک اللہ تعالیٰ کا نام لینے والے باقی رہیں

اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالأَمْرِ الْمُطَاعِ جِئْتَ شَرَّفْتَ الْمَدِيْنَةَ مَرْحَبًا يَا خَيْرَ دَاعٍ

اے وہ ذاتِ اقدس جو ہم میں مبعوث ہوئے ہیں آپ ایسے احکام لائے ہیں جن کی پیروی کی جاتی ہے۔ آپ نے تشریف لاکر مدینہ کو شرف بخشا اے سب سے بہتر داعی الی اللہ ہم آپ کو دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہتے ہیں۔

☆......☆......☆

ذکر خیر الانام ﷺ اور حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

سعید محمد عامر آسوی حسینی نقشبندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل محبت کتاب وسنت کے مطالعے سے اس حقیقت کو پا چکے ہیں کہ حب حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم ہی جان ایمان ہے۔ بقول اقبال

مغز قرآں، روح ایماں، جان دیں
ہست حب رحمۃ للعلمین

اور یہ اہل محبت اس بات سے بھی بے خبر نہیں کہ عشق ومحبت کا ایک تقاضا ذکر محبوب ہے۔ خود معلم اعظم، سید عالم ﷺ کا ارشاد عالیشان ہے

من احب شیا اکثر ذکرہ

یعنی جسے کسی سے محبت ہوتی ہے، اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے

اور کسے معلوم نہیں کہ خدا کے بعد جو سب سے بڑھ کر مذکور وممدوح ہے وہ مہر سپہر پیمبری، ماہ سمائے دلبری، جمال چہرہ خوبی، کمال شان محبوبی حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی ذات اقدس ہے۔

ذکر رسول کی ہمہ گیری: شمس العارفین، بدر الکاملین، حضور مفکر اسلام اعلیحضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ ذکر رسول کی ہمہ گیری کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''کائنات اس کی وسعتوں میں گم ہے اور یہ شرق وغرب کو اپنی لپیٹ میں لئے ہے۔ نقار خانہ عالم کو ہمہ تن گوش ہو کر سنیں تو حمد خداوندی کے بعد ایک ہی آوازہ گونج رہا ہے اور وہ ہے کونین کے دولہا، دارین کے آقا، ثقلین کے مولا علیہ التحیۃ والثناء کی نعت کا۔ ذوق وشوق کا ہنگامہ ہو یا علم و حکمت کی انجمن، عاشقوں کی بزم ہاؤ ہو ہو یا عارفوں کی محفل سرور، گریہ نیم شبی ہو کہ آہ سحر گاہی، ہر کہیں ذکر رسول کا چرچا ہے۔ اسی سے سوز ہے۔ اسی سے ساز ہے۔ عنادل کا نغمہ ہو کہ مرغانِ سحر کا زمزمہ، پھولوں کی مہک ہو یا غنچوں کی چٹک گوئی' یا لجہر تو کوئی بالسر اسی میں محو ہے۔ یہ کائنات کی منزل مقصود ہے اور مظاہر فطرت اپنے اپنے انداز میں اسی کی طرف رواں دواں ہیں' بقول اقبال

ہر کجا بینی جہان رنگ وبو! آنکہ از خاکش بروید آرزو!
یا ز نور مصطفیٰ اور ابہاست یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است!

گلشن ہستی محبوب کی جلوہ گاہ ہے اور یہی جلوہ اس کا سامان رنگ وبو ہے۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

ہو نہ یہ ساقی تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو! بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو!
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

زمین ہی کیا، آسمانوں بلکہ عرش پر بھی گرمیٔ محفل ہے۔ خدائی ہی نہیں، خود خدا بھی اپنی شان یکتائی کے ساتھ محبوب کا مداح ہے

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما

پھر جس طرح یہ ذکر 'مکان' کے طول و عرض کو گھیرے ہے۔ 'زمان' کی عظیم پہنائیاں بھی اس کے آگے ہیچ ہیں۔ صلوٰۃ و سلام کا یہ خدائی وظیفہ صبح ازل سے پہلے جاری ہوا اور شام ابد کے بعد تک جاری رہے گا۔ کیوں نہ ہو مکان محدود ہے اور یہ (ذکر) غیر محدود، زماں مسدود ہے اور یہ غیر مسدود۔"

ایک عظیم ذاکر رسول: مرد مومن ذکر رسول کی اس ہمہ گیر نوعیت کا بخوبی ادراک رکھتا ہے۔ چنانچہ اس کا ہر لحہ یاد حبیب لبیب ﷺ میں بسر ہوتا ہے تو ہر آن ذکر شہ لولاک ﷺ سے اس کی زبان تر رہتی ہے۔ امام بوصیری، شیخ سعدی، مولینا جامی، علامہ اقبال، اعلیحضرت علیہم الرحمۃ سب نے یہ فرض محبت اپنے اپنے دور میں اپنے اپنے مخصوص انداز میں سرانجام دیا ہے۔ دور حاضر میں عشاق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا میں ایک قدآور اور ممتاز ترین شخصیت میرے خطاپوش، میرے عطاپاش، میرے ولی نعمت اعلیحضرت حضور قبلہ عالم پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمۃ کی ہے جن کی زیست کا عنوان جلی یاد حبیب ﷺ اور ذکر حبیب ﷺ ہے اور ان کی نظم و نثر اس پر شاہد عادل، سچ پوچھئے تو ان کے کمال کی بنیاد اگر عشق رسول ﷺ ہے تو کلام کی تاثیر ذکر رسول ﷺ سے ہے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے آپ کے کلام منظوم سے چند شہ پارے پیش کئے جائیں تا کہ جو والہانہ محبت و عقیدت آپ کو آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھی، اس کا کچھ اظہار ہو جائے۔

یاد رہے کہ حضور مفکر اسلام نے اردو، پنجابی، فارسی زبانوں میں نعتیہ کلام لکھے ہیں۔ انگریزی زبان میں بھی اشعار لکھے تاہم وہ دستیاب نہیں ہو سکے (انگریزی زبان پر آپ کو ایسا عبور تھا کہ جب آپ ابھی فرسٹ ائیر کے طالبعلم تھے تو دو دو گھنٹے اپنے انگریزی کے پروفیسرز سے انگریزی میں گفتگو کر لیتے تھے)

یہ بھی یاد رہے کہ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمۃ نے ذکر حبیب ﷺ بصورت نظم مختلف انداز میں کیا ہے۔ آپ نے روایتی انداز میں 'نعت' کے عنوان سے بھی کلام لکھ کر محبوب کبریا ﷺ سے اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے اور کہیں 'نعت' کی بجائے کوئی نعتیہ عنوان دے دیتے ہیں۔ مثلاً ہمارا نبی ﷺ۔ میرا سب کچھ حضور ﷺ پہ قربان۔ سرکار کا صدقہ۔ آؤ میلاد منائیں۔ جان عرش۔ عشق شہ والا۔ معراج سرور کائنات ﷺ وغیرہم

تمنائے شعاع روئے زیبا: 'ارمان' کے عنوان سے ایک نعت شریف کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

غبار کوچہ سرکار ہو جاؤں تو کیا کہنا جومٹ کر لائق دیدار ہو جاؤں تو کیا کہنا
بہالے جائے سیل شوق مجھ کو کوئے جاناں میں غریق قلزم انوار ہو جاؤں تو کیا کہنا
ادھر وہ زندہ کرنے کو مجھے تشریف لے آئیں ادھر مرنے کو میں تیار ہو جاؤں تو کیا کہنا
تمنائے شعاع روئے زیبا میں فنا ہو کر!! دو عالم سے اگر بیزار ہو جاؤں تو کیا کہنا
نہ اترے اک جھلک کا نشہ دل سے روز محشر تک کچھ اس انداز سے سرشار ہو جاؤں تو کیا کہنا

حمد و نعت کا حسین امتزاج: حمد و نعت کو یکجا کر کے نہایت حسین اور دلکش انداز سے پیش کرنا آپ کا طرہ امتیاز تھا ملاحظہ فرمایئے۔

ان کا رب پھر ان کا رب ہے ، خود ان جیسا کوئی نہیں یکتا کے ہیں مظہر یکتا ، ایسا یکتا کوئی نہیں ہے
ایک وہی مہمان خدا کے، منزل اَوادنیٰ میں ٹھہرے چرخ پہ تو کچھ اور بھی پہنچے، عرش پہ پہنچا کوئی نہیں ہے
اپنے رب کو دیکھا انہی نے، ان کو دیکھا تو رب ہی نے ان دو کا ان دو کے علاوہ دیکھنے والا کوئی نہیں ہے

وہ ارحم یہ اس کی ہیں رحمت، وہ معبود یہ جان عبادت
یہ ان کے جو اس تک پہنچا، حاشا و کلا کوئی نہیں ہے
وحدت کا وہ جام پلایا، بندوں کو مولا سے ملایا!!
ہے کوئی ایسا اور بھی ہادی؟ ہاں ہاں، ایسا کوئی نہیں ہے

فریاد و استغاثہ بہ بارگاہ رسول: حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں فریاد و استغاثہ ہمیشہ سے پاکان امت کا معمول رہا ہے۔ حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے بھی پیغمبر انس وجاں، راحت خستہ دلاں ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا ہے۔

رخ روشن مجھے سرکار دکھایا ہوتا
مجھ سیاہ کار کا بھی بخت جگایا ہوتا
مجھ کو ہر شے میں نظر آتی تجلی تیری
میری آنکھوں سے بھی پردہ جو اٹھایا ہوتا
کیا ملا عقل کی شوریدہ سری سے مجھ کو
میں بھی تو خاک رہ عشق خدایا ہوتا
کاش ناموس رسالت پہ میں جاں دے دیتا
خود کو یوں موت کے پنجے سے چھڑایا ہوتا
ایک ہلکا سا تبسم بھی مجھے کافی تھا
یہ شرف میرے بھی حصے میں تو آیا ہوتا
پھر مجھے موت کا کھٹکا نہ ذرا بھی رہتا
باد دامن سے اگر مجھ کو جلایا ہوتا
تیری نظروں سے جو لیتے تھے بلال اور خبیب
کچھ نہ کچھ مجھ کو بھی وہ راز سکھایا ہوتا
کاش دربار رسالت میں یوں آتا آسی
نقش لاثانی کا ظاہر میں بھی سایہ ہوتا

ایک پنجابی نعت کے بھی چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

توں ایں رب دا نور مدینے والڑیا
ظلمت کر دے دور مدینے والڑیا
بڑیاں آساں لے کے آیاں در اتے
کر لے ہن منظور مدینے والڑیا
لا دے اپنے عشق دا چانن سینے وچ
کڈھ کے فخر غرور مدینے والڑیا
تیری یاد وچ ڈبیا رہواں میں محشر تک
دے اوہ کیف سرور مدینے والڑیا
واسطہ حسن حسین تے سیدہ زہرا دا
عرضاں کر منظور مدینے والڑیا
کنھوں جا کے حال سناواں سینے دا
زخماں کیتا چور مدینے والڑیا
کوئی نہ مڑیا خالی تیرے در اتوں
ایہ گل ہے مشہور مدینے والڑیا
نقش لاثانی دا صدقہ آسی نوں
کر دے نور و نور مدینے والڑیا

میلاد شریف کا بیان: میلاد شریف بیان کرنا حضور مفکر اسلام کا پسندیدہ ترین موضوع تھا اور میلاد شریف کو بیان کرتے وقت آپ دیگر شعراء کی طرح محض فضائل و مناقب تک ہی محدود نہ رہتے بلکہ اس عظیم روحانی، علمی، فکری اور نظری انقلاب کی طرف اشارہ ضرور کر دیتے جو دراصل عظمت رسالت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی چمکتی ہوئی دلیل ہے۔

چمک اٹھی ہے بزم کن فکاں سرکار کا صدقہ
منور ہو گئے کون و مکاں سرکار کا صدقہ
وہ آئے تو اجالے آ گئے ایوان ہستی میں
مٹا ظلمات کا نام و نشاں سرکار کا صدقہ
مزاج آدمیت میں انوکھا انقلاب آیا
بدل کے رہ گئے پیر و جواں سرکار کا صدقہ
بشر ہاں وہ بشر، جو مہر و ماہ کو سجدے کرتا تھا
ہوا ارض و سما کا حکمراں سرکار کا صدقہ
حیا و شرم، مہر و آشتی سرکار نے بخشی
رواں ہے زندگی کا کارواں سرکار کا صدقہ

سراپا حرص کو اخلاص کا پیکر بناڈالا　　مہکتا ہے وفا کا بوستاں سرکا ر کا صدقہ
بفیض نقش لاثانی ہے آسی نعت خواں ان کا　　تو جبریل امیں ہیں ہمزباں سرکار کا صدقہ

ماہ ربیع الاول شریف میں آپ کثرت کے ساتھ محافل میلاد کا انعقاد کرواتے اور صرف شکر گڑھ میں اکثر ان محافل کی تعداد **100** سے تجاوز کر جاتی۔ سیالکوٹ میں بارہ روزہ محافل میلاد کا آغاز آپ نے کیا۔ ڈسکہ، لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد، شیخوپورہ اور دیگر شہروں میں جتنی محافل اس ماہ طیبہ میں ہوتیں، ان کا شمار مشکل ہے۔ سال کے دیگر مہینوں میں بھی یہ سلسلہ جاری رہتا۔
آپ فرمایا کرتے تھے

انشاءاللہ ایہہ آسی نوں رضوان آکھے گا جنت دا
تسی آقا دے میلا دی سوتشریف لیاؤ گج وج کے

پھر ماہ ربیع الاول شریف میں آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ کسی کو پریشان یا روتا دیکھتے تو فرماتے اس مہینے میں اللہ کریم نے اتنی بڑی خوشی (حضور علیہ السلام کی تشریف آوری) ہمیں عطا فرمائی ہے، اس کے سامنے یہ معمولی پریشانیاں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ لہذا پورا مہینہ خوش خوش نظر آنا چاہئے کہ یہ بھی ایک انداز ہے اللہ کے اس احسان عظیم کا شکر یہ ادا کرنے کا۔

حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ آپ کے زورِ قلم کا خوبصورت انداز ملاحظہ کیجئے۔

''حضرت آدم علیہ السلام کے بعد مختلف ادوار میں انبیائے کرام اور رسولانِ عظام (علیہم السلام) مختلف ملکوں اور قوموں میں بھولی بھٹکی مخلوق کو راہ حق دکھانے کے لئے تشریف لاتے رہے اور اس طرح دنیا تبلیغ نوح، شفقت ابراہیم، تسلیم اسماعیل، حسن یوسف، جلال موسیٰ، خلافت داؤد، ملک سلیمان، مناجات یحییٰ اور دم عیسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کا نظارہ کرتی رہی تا آنکہ سب سے آخر میں خدا کا سب سے بڑا محبوب، سب سے بڑا نبی و رسول، انسانیت کا سب سے بڑا ہادی و محسن، کائنات کا سب سے بڑا معلم و مقنن سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا، رحمۃ للعلمین بن کر، ختم نبوت کا تاج پہن کر، جلوہ طراز گیتی ہوا۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے　　غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول ، وہی آخر　　وہی قرآں، وہی فرقاں ، وہی یٰسیں ، وہی طہٰ

حضور اکرم، نور مجسم، رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی تشریف آوری سے کائنات کی جان میں جان آگئی۔ زندگی دم توڑ رہی تھی اسے جینے کا حوصلہ مل گیا۔ 'انسانیت' قریب الموت تھی، اسے سکون وقرار آ گیا اخلاق اور کردار کی عظمت کے چراغ روشن ہوئے۔ شجر وحجر کے سامنے جبیں سائی کرنے والے اشرف المخلوقات کو اس کے اصل مقام پر فائز کیا گیا۔

ہاں ہاں، یہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لخت جگر اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے نور نظر کے قدوم میمنت لزوم کی برکت تھی کہ کفر وشرک کے اندھیرے چھٹ گئے۔ توحید وایمان کے انوار سے مشرق ومغرب جگمگا اٹھے۔ خدائی جس 'انسان' کی منتظر تھی، اسے وہ مل گیا۔ انسان جس 'خدا' کی تلاش میں تھا، اس تک وہ پہنچ گیا۔ (**وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین** ۔آل عمران پ۴)

سطوت کبریٰ کے نقش پا کی شوخی دیکھنا　　عالم ہستی کے خارستاں بہارستاں ہوئے

لاکھوں، نہیں کروڑوں، بلکہ اربوں، نہیں، بلکہ بے حد و بے عد درود وسلام ہوں اس جان رحمت پر جو نور بن کے آیا اور کتاب مبین لایا۔

وہ آئے اور آئے بھی قرآں لئے ہوئے　　تزئینِ کائنات کا ساماں لئے ہوئے

آپ کو آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر ولادت سے جو گہرا شغف تھا وہ بیان سے باہر ہے چنانچہ تحریر کی طرح تقریر میں بھی آپ

کا انداز ذکر میلاد کرتے ہوئے نہایت والہانہ ہوتا۔ جھوم جھوم کر اور مسکرا مسکرا کر میلاد شریف کے واقعات بیان کرتے تو سننے والے سنانے والے کے اس حسن بیان پہ خوب دل کھول کر داد دیتے اور مست ہو ہو جاتے۔ کوئی حضور علیہ السلام کے میلاد منانے کا منکر ہوتا تو یہ سن کر سخت تکلیف محسوس کرتے اور اس سے بات کرنے کے بھی روادار نہ ہوتے تھے۔ ابوالکلام آزاد جو اپنے افکار و نظریات میں قرآن و سنت کی حدود و قیود سے بالکل آزاد تھا، نے جب حضور ﷺ کے میلاد کے حوالے سے ایک زہریلی تحریر لکھی اور ہرزہ سرائی کرتے ہوئے اسے ہندوانہ رسم قرار دیا تو آپ نے اس کی اس زہریلی تحریر کا خوب تعاقب کیا اور ''میلاد شریف اور بعض روایات' کے نام سے ایک لاجواب اور اس دور میں میلاد شریف کے موضوع پر لکھی جانے والی بہترین کتاب تصنیف کی جس نے خوب قبولیت و شہرت حاصل کی۔

آپ بارہ ربیع الاول شریف کو نہایت تزک و احتشام کے ساتھ مناتے۔ اس دن اسی مقصد کے لئے بنایا گیا دیدہ زیب جبہ زیب تن فرماتے جو قدرت کی طرف سے عطا کئے گئے حسن و جمال میں زیادتی کا سبب بنتا۔ خوشبو کا استعمال بھی کرتے۔ اور نقش لاثانی نگر سے ایک بڑے جلوس کو لے کر مرکزی جلوس جو جامع مسجد نور سے نکلتا تھا' سے جا ملتے اور پھر اس کی قیادت کرتے ہوئے ایک متعین راستے سے گزارتے۔ پورا راستہ نعرہ ہائے تکبیر و رسالت بلند کئے جاتے، نعت خوانی ہوتی اور نہایت ایمان افروز سماں باندھا جاتا۔

۱۲ ربیع الاول شریف کو آستانہ عالیہ کو خوب سجایا جاتا' لائٹنگ کا بندوبست ہوتا اور جامع مسجد خاتون جنت میں جشن میلاد نہایت عقیدت و محبت سے منایا جاتا۔ نماز ظہر تک یہ سلسلہ چلتا۔ پھر نہایت پر تکلف لنگر شریف تقسیم کیا جاتا، جس کا اپنا ہی ایک مزہ تھا، نعت خوانوں اور مقررین کو سال بھر سے زیادہ اس دن نوازا جاتا۔ المختصر! حضور علیہ السلام کے یوم ولادت کو منانا آپ پر ختم تھا۔ آپ کے حلقہ ارادت سے تعلق رکھنے والے بخوبی آگاہ ہیں کہ عمر عزیز کے آخری چند سال نہایت علیل رہے اور صورتحال یہ تھی کہ سوائے ہفتہ وار دربار شریف حاضری کے کہیں آنا جانا تقریباً متروک ہو چکا تھا۔ تاہم بارہ ربیع الاول شریف کے معمولات میں کبھی تبدیلی نہیں آئی۔ اور ہر سال آپ بنفس نفیس جلوس کی قیادت بھی فرماتے رہے اور جشن میلاد کے سلسلے میں ہر ممکن اہتمام کا التزام بھی رہا۔

ماہنامہ الحقیقہ جو آپ کے علمی فیضان کا قاسم ہے ربیع الاول شریف میں اس کا خصوصی نمبر ہر سال شائع ہوتا رہا اور بحمدہ تعالیٰ آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کی یہ سنت آج تک قائم ہے

ذکر شیخ ذکر رسول کے تابع: اوپر ایک اقتباس آپ کی تصنیف لطیف 'انوار لاثانی' سے لیا گیا جو آپ نے اپنے دادا مرشد قیوم زمانی، قطب ربانی حضور شہنشاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کی سیرت پر لکھی ہے۔ لیکن آپ کا انداز تھا کہ ذکر اپنے شیخ کا کرتے یا شیخ الشیخ کا یا بزرگان دین میں سے کسی کا تو اسے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے تابع کر کے کرتے۔ اور کسی نہ کسی موقع پر کسی نہ کسی حوالے سے آپ ﷺ کا ذکر لے آتے اور جب آ جاتا تو اگر لکھ رہے ہوتے تو صفحوں پر صفحے لکھتے چلے جاتے اور اگر بول رہے ہوتے تو گھنٹوں گذر جاتے اور ذکر شاہ مرسلیں ﷺ ہوتا رہتا۔ 'انوار لاثانی' کی تصنیف میں بھی ہمیں یہی بات نظر آتی ہے۔ مثلاً

ہر تصنیف (بشمول انوار لاثانی) کا آغاز حمد و نعت سے ہوتا ہے جو کہ نظم کی صورت میں بھی ہوتی اور بصورت نثر بھی۔ جہاں مقام ولایت کو سمجھانا مقصود ہے وہاں پہلے تصور نبوت کو اجاگر کیا ہے۔ جہاں اپنے شیخ کے خاندان کا ذکر کرنا ہے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل پاک علیہم الرضوان کے فضائل کا تذکرہ کیا ہے (آپ کے شیخ حسنی حسینی سید تھے)

اپنے مرشد کے کسب علم کا تذکرہ کرنا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں تحصیل علم کی فضیلت کا بیان ہے۔ شباب مقدس اور نکاح کا ذکر مقصود ہے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شباب مقدس اور نکاح کا بیان لایا گیا ہے۔ جہاں اپنے شیخ کی کرامات ذکر کرنی ہیں پہلے حضور نبی کریم ﷺ کے معجزات بیان کئے ہیں اور بتایا ہے کہ ولی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔

جہاں ان کے اختیارات کا بیان کیا، پہلے حضور سرور کونین ﷺ کے لامحدود اور بے پناہ اختیارات (مخلوق کے مقابلے میں) کا ذکر جمیل

لاتے ہیں۔ جہاں اپنے پیر کے اخلاق کی بات کرتے ہیں، ترجمانِ نبی اکرم ﷺ کے اوصاف حسنہ اور اخلاق حمیدہ کی بات چھیڑ دیتے ہیں۔ اپنے شیخ کی منقبت لکھ رہے ہوں تو بھی ذکر حضور اکرم ﷺ ضرور کرتے ہیں، مثلاً 'بحضور نقش لاثانی' کے نام سے ایک منقبت کے آخری اشعار ملاحظہ ہوں

حاصل مجھے بھی ذکر نبی کا سرور ہو ۔۔۔ میرے بھی دل میں عشق و محبت کا نور ہو
یوں تیرے جد پاک کی مدح و ثنا کروں ۔۔۔ تحسین قدسیان فلک سے سنا کرو
لوں جب بھی نام مصطفیٰ لب چوم چوم کے ۔۔۔ دیں داد میری روح الامیں جھوم جھوم کے
تکبیر کا جو نعرہ لگاؤں بصد سرور ۔۔۔ آجائیں حال و وجد میں کرو بیان وحور
جس وقت مرے لب پہ ہو فریاد یا رسول ۔۔۔ آئے ندا کہ آسی تیری ہر صدا قبول!

ذکرِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا والہانہ انداز:

اسی طرح جہاں مشائخ نقشبند کا تذکرہ کرنا تھا وہاں اسی کتاب میں پہلے 'سید الکونین' سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء'' کے نام سے با قاعدہ عنوان قائم کرکے اپنے آقا ومولا ﷺ کی شان وعظمت یوں بیان کرتے ہیں

'' ہونہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو ۔۔۔ چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو ۔۔۔ بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استاد ا اسی نام سے ہے ۔۔۔ نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

(علامہ اقبال)

مشائخ نقشبند کے حالات قلمبند کرنے سے پہلے مدح طراز قلم' اس تاجدار ہدایت' راز دار بدایت' سراسرار نہایت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے زمین ادب چومتا ہے۔

جو خلق میں اول' بعثت میں آخر شان میں ظاہر اور حقیقت میں باطن [1] ہے

جو پیغمبر انس وجاں، سرور دو جہاں' حاصل کن فکاں' مالک این وآں' باعث چنین وچناں' راحت خستہ دلاں' چارۂ بیچارگاں' دلیل سبیل عرفاں بلکہ خلیل جلیل رحماں ہے۔

جو مہر سپہر پیمبری، ماہ سمائے دلبری' جمال چہرہ خوبی اور کمال شان محبوبی ہے

جو مرہم ناسور جگر' آرام دلہائے مضطر' عظمت نوع بشر اور مقصود فکر ونظر ہے

جو دافع بخت واژوں' طبیب جراحت دروں اور حبیب حضرت بیچوں ہے

جو رنگ گلشن نبوت' بوئے چمن فتوت، وجود مسعود مغفرت، نمود وشہود موہبت، مفتاح خزائن رحمت' مصباح محافل عظمت، شمس فلک شہامت، قمر چرخ کرامت، شفیق فقیر امت اور رفیق اسیر غربت ہے۔

جو مجمع حسنات، منبع فیوضات، جامع البرکات، مرجع تشبیہات اور مطلع تجلیات ہے

جو مہبط وحی آسمانی' مورد آیات قرآنی، امین اسرار رحمانی، قاسم نعمائے ربانی، عالم علوم عرفانی، دانائے اسرار نہانی ہے۔

جو عین عیون نور، معطی البہا والسرور' دافع البلاء والشرور اور شافع یوم النشور ہے۔

جو مشعل بزم وفا، چراغ خانہ صفا' جان جہان اجتبا' شاہ اقلیم اصطفیٰ، سرخیل جملہ انبیاء' مظہر شان کبریا ہے یعنی

---

[1] :ھو الاول ولا خر و الظاھر و الباطن وھو بکل شیی علیم٥ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ کے خطبے میں فرماتے ہیں یہ آیت حمد خداوندی بھی ہے نعت مصطفوی بھی۔)

احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وآبائہ وامہاتہ وذریاتہ واتباعہ وبارک وسلم)

......﴿نعت شریف﴾......

کانِ عرفاں، جانِ احساں، دُرِّ دُرجِ اصطفا — تختِ رفعت، بختِ دولت، مہرِ برجِ اجتبا
شاہِ عالم، ماہِ اعظم، نورِ انوارِ قِدَم — سرابہیٰ، براسنیٰ، شمعِ جمعِ انبیا
بدرِ ایماں، صدرِ احساں، صاحبِ فضل و کرم — رُوحِ رحمت، رَوحِ راحت، نوحِ فلکِ اہتدا
آیتِ حق، فیضِ مطلق، ہادیٔ انسان وجاں — خَلق پرور، خُلق گستر، شافعِ روزِ جزا
شاہِ اسریٰ، ماہِ اقصیٰ، آفتابِ چرخِ قرب — عرش منزل، عیش حاصل، محفل آرائے دنیٰ
نورِ رحمٰں، فضلِ یزداں، راحت وفرحِ جہاں — شانِ شوکت، آنِ رفعت، منبعِ جود و عطا
شمسِ رافت، مہرِ رحمت، نیرِ برجِ شرف — نجمِ عرفاں، رجمِ شیطاں، دافعِ شرک و بلا

کون ہے جو اس محبوب عالی وقار کی عظمت بیان کر سکے
جو کمال ہی کمال، جمال ہی جمال، خوبی ہی خوبی اور خیر ہی خیر ہے
جس کی ابتدا **اول ماخلق الله نوری** [1] سے ظاہر
جس کی شان ظہور **یا یھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیراoو داعیا الی الله باذنه و سراجا منیرا** [2] سے روشن
جسکی عالمگیر بعثت **لیکون للعلمین نذیرا** [3] سے مبرہن
جس کی سیر **سبحن الذی اسری بعبده** [4] سے معزز
جس کا قرب **فکان قاب قوسین او ادنیٰ** [5] کا مصداق
جس کی اطاعت **من یطع الرسول فقد اطاع الله** [6] سے ثابت
جس کی متبعین کو **یحببکم الله** [7] کا وعدہ
جس کا حکم **فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک** [8] سے نمایاں
جس کی دولت **انا اعطینک الکوثر o** [9] کی تفسیر
جس کا علم وفضل **وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل الله علیک عظیما** [10] سے عیاں

(۱: اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ ۲: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضروناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب (الاحزاب) ۳: جو سارے جہان کو ڈرسنانے والا ہو (الفرقان) ۴: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا (بنی اسرائیل) ۵: تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم (النجم) ۶: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا (النساء) ۷: اللہ تمہیں دوست رکھے گا (آل عمران) ۸: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلماں نہ ہوں گے جب تک تمہیں حاکم نہ بنائیں (النساء) ۹: اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا فرمایا (الکوثر) ۱۰: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (النساء) ۱۱: مسلمانوں پر کمال مہربان (التوبہ) ۱۲: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے (الانبیاء) ۱۳: ہر چیز کا روشن بیان۔ ۱۴: بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔ (الحجر) ۱۵: اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے (الفتح) ۱۶: کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا (الانشراح) ۱۷: اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا (الانشراح)

جس کا خصوص رافت **بالمو منین روف رحیم** [11] میں مذکور

جس کا عموم رحمت **وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین** [12] کا مقصود

جس کی کتاب **تبیا نا لکل شیی** [13] سے موصوف

جس کا دستور **انالہ ' لحا فظون** [14] سے مستند

جس کا دین **دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ** [15] سے غالب

جس کا سینہ فیض گنجینہ **الم نشرح لک صدرک** [16] کی شرح

اور جس کا ذکر **رفعنا لک ذکرک** [17] کا آئینہ دار ہے

جو آدم (علیہ السلام) کا وسیلہ'	نوح (علیہ السلام) کا ناخدا'
ابراہیم (علیہ السلام) کا مقصود دعا	اسمعیل (علیہ السلام) کا نور نظر
موسیٰ (علیہ السلام) کا عنوان کلام	یحییٰ (علیہ السلام) کا حاصل مناجات
یحییٰ (علیہ السلام) کا مبشر	اور سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خواب کی تعبیر ہے
جو رب اکبر کا نائب اعظم'	انسان کا محسن اعظم'
رسل وملئکہ کا سہارا	اور جگ کا داتا ہے

اس کی شان کا بیان تو ایک طرف رہا' عرفان بھی ناممکن ہے' خود فرماتے ہیں

یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی (مطالع المسرات)

(ترجمہ: اے ابوبکر! مجھے حقیقت میں میرے رب کے سوا کسی نے نہیں پہنچانا)۔۔۔۔۔۔''

یہ ہے وہ لاثانی اسلوب تحریر ونظم جس نے آپ کو مصنفین اور شعراء کی صف میں لاثانی بنا دیا تھا۔

چنانچہ عارف حقانی' عالم ربانی پیر سید عابد حسین شاہ صاحب نقشہ نقش لاثانی علیہ الرحمۃ 'سیرت حضور نقش لاثانی' کے ''حرف اول'' میں فرماتے ہیں'

''مصنف شیخ کریم کا نمک خوار ہے اور اس تحریر سے اس نے گویا حق نمک ادا کرنے کی کچھ کوشش کی ہے۔ سطر سطر بلکہ لفظ لفظ سے صدق عقیدت عیاں ہے اور نقطے نقطے سے نکتے نکالے گئے ہیں۔ علمی ذوق رکھنے والے احباب جنکی نظر سے ایسے تذکرے گذرتے رہتے ہیں انشاء اللہ گواہی دیں گے کہ نقش لاثانی کے فیض سے دربار لاثانی کے اس مستانے (حضور مفکر اسلام) کا انداز بیان بھی لاثانی ہے۔ بظاہر وہ مرشد کامل علیہ الرحمۃ کی کرامات بیان کر رہا ہے مگر بباطن توحید ورسالت' اسلام وایمان اور مسلک سلف صالحین کے خلاف ابھرنے والے ذہنی وسوسوں کا جواب بھی دیتا جا رہا ہے کہ یہی اس کا مقصد حیات ہے''

بارہا درس قرآن کا سلسلہ آپ نے چلایا اور متعدد دفعہ اس کا دورہ کیا۔ درس حدیث جو کہ مشکوۃ شریف سے آپ دیتے تھے' رمضان شریف میں آپ کا معمول تھا۔ اور ان دروس میں آیات کی تفسیر بیان کی جا رہی ہو یا حدیث' نبی اکرم ﷺ کے حسن وجمال اور فضل وکمال کی ہی باتیں ہوتیں۔ یہاں تک کہ آپ کے تلامذہ بیان کرتے ہیں کہ کالج میں آپ اردو شاعری پڑھاتے تو بھی بات سرکار علیہ السلام کی ہی کرتے۔ اللہ رسول کے اسمائے حسنیٰ تختہ سیاہ پر لکھتے تو مٹاتے ہوئے چاک کے ذرے نیچے نہ گرنے دیتے۔

ذاکرین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا سے محبت والفت: جو لوگ نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتے چاہے تقریر کی صورت میں' چاہے نعت کی صورت میں' آپ ان کو بہت عزت دیتے، ان کی خاطر تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے انہیں اونچی جگہ پر بٹھاتے۔ انعام واکرام سے نوازتے۔ نیز ان کی

تعریف وستائش اور داد وتحسین میں کوئی کمی نہ چھوڑتے۔ اگر چہ سنانے والا حسن ادائیگی کے ظاہری تقاضوں کو نباہ نہ سکتا۔

آپ نے خود بلا مبالغہ سینکڑوں کو مقرر، نعت خوان اور قاری بنایا۔ طلباء کو تقاریر کی تیاری کیلئے عموماً آپ اس عاجز کو حکم ارشاد فرماتے اور ساتھ ہی فرما دیتے کہ ان کو تیار کرنے کا مقصد یہی پیش نظر ہو کہ یہ دن رات اور ہر جگہ بس محبوب دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن و جمال، جاہ وجلال، فضل و کمال اور جود ونوال کے تذکرے حرز جاں بنائے رکھیں اور یہ کہ ہر قسم کے مسائل کے حل کے لئے یہ اسوہ رسول کی طرف رجوع کرنے کی عادت بنالیں۔

اگر حضور مفکر اسلام علیہ الرحمۃ کو معلوم ہوتا کہ آپ کی بارگاہ میں آنے والا در رسول کی حاضری دے کر آیا ہے تو آپ اس کے ہاتھ چومتے اور بسا اوقات اس کے پاؤں کو چھوتے اور بہ اصرار ایسا کرتے اور فرماتے کہ جن پاؤں نے رب کے سب سے بڑے محبوب ﷺ کے در اقدس کی خاک کو چھوا ہے، مجھے انہیں چھو لینے دو۔ علامہ ابو ابراہیم محمد نصر اللہ صاحب جو مدینہ شریف کے بہت بڑے عالم دین اور عاشق رسول ہیں اور بعد ازاں آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، آپ کے ایام علالت میں تیمارداری کے لئے لاہور ایک ہسپتال آئے تو آپ اس بات پر بضد ہوئے کہ اپنے پاؤں آگے بڑھاؤ، میں انہیں چومنا چاہتا ہوں کیونکہ انہوں نے رسول پاک ﷺ کی گلی کی خاک کو چوما ہے،

کوئی آپ کے سامنے آپ کی تعریف کرتا یا کوئی عالم یا خطیب آپ کا ذکر کرنا چاہتا تو سختی سے روک دیتے اور فرماتے بس رسول اکرم ﷺ کا ذکر پاک سناؤ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضور نے بندہ پروری کا مظاہرہ کرتے ہوئے راقم الحروف کے غریب خانہ میں محفل میلاد النبی ﷺ میں رونق بخشی۔ پھر مجھے تقریر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا تو میں نے والہانہ انداز سے آپ کا ذکر کرنا چاہا ہی تھا کہ آپ نے ڈانٹ دیا کہ تجھے اپنا نہیں نبی پاک ﷺ کا ذکر کرنے کے لئے کھڑا کیا ہے۔ میری کیا حیثیت ہے۔ وغیرہ۔

یعنی آپ کسی صورت اپنا ذکر یا ستائش پسند نہ فرماتے۔ اور یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ آپ کے سامنے تقریر کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ایک تو خدا نے آپ کو ظاہری اور علمی ہیبت و وجاہت ہی ایسی عطا فرمائی تھی کہ ہماری تو کیا حیثیت ہے، ہم نے بڑے بڑے علماء کو دیکھا ہے کہ آپ کے سامنے بیان کرتے وقت احتیاط کو مدنظر رکھتے تھے اور دوسرے آپ بعض حساس پہلوؤں پر بلاوجہ بولنے اور کما حقہ نہ بول سکنے کی شدید مذمت فرماتے تھے مثلاً واقعہ افک، جنگ جمل، جنگ صفین وغیرہم جن کو اگر اصل روح کے مطابق بیان نہ کیا جائے تو مخالفین کو عظمت رسول کے حوالے سے چہ مگوئیاں اور ہرزہ سرائی کرنے کا موقع ملتا ہے۔

یونہی سرکار دو عالم، نور مجسم ﷺ کا اسم پاک لیتے وقت القابات اور درود شریف کا التزام لازم تھا اور جو ان امور کا خیال نہ رکھتا، اسے مناسب طریقے سے سمجھا دیا جاتا۔

حضور ﷺ کی سنتیں عام کرنا: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کو عام کرنے میں آپ کی مثال نہ تھی۔ آپ خود اتباع سنت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ آپ کا سونا جاگنا، کھانا پینا، ہنسنا بولنا غرضیکہ ہر فعل اتباع سنت کی غمازی کرتا تھا اور متعلقین کے لئے بھی اس کی پابندی لازم تھی۔ آستانہ عالیہ پر اکثر وقت حاضر رہنے والوں کے لئے تو اس کی تاکید نہایت سخت تھی آپ نے جامعہ انوار الاثانی کی بنیاد رکھی تو قرا و حفاظ کے علاوہ نعت خوانوں اور مقررین کی تعلیم وتربیت کا بھی باقاعدہ آغاز ہو گیا۔ یہ سب اور دیگر عقیدت مند جو کہ سینکڑوں کی تعداد میں روزانہ تین وقت لنگر شریف سے مستفید ہوتے تھے، انہیں سنت کے مطابق کھانا پینا نیز دیگر سنتوں سے باخبر کیا جاتا تھا۔ کتنے ہی نوجوانوں کو آپ نے داڑھیاں رکھوائیں۔ کتنے ایسے ہیں جنہیں انگریزی لباس چھڑوا کر سنت کے مطابق پہنایا اور جو لوگ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کثرت سے درود شریف پڑھنے کے عادی ہوئے ان کی تعداد آج شمار سے باہر ہے۔ خلاف شرع بڑی بڑی مونچھوں کو کٹوانے کا حکم دیتے۔ بالوں کو انگریزی طرز میں رکھنے سے منع فرماتے نہایت کھلے کپڑے کہ کپڑے کا غیر ضروری استعمال ہو اور تنگ لباس کو کہ جسم کی بناوٹ ظاہر ہو، آپ بہت معیوب گردانتے تھے

(یہ مضمون قطعی طور پر نامکمل ہے کیونکہ "ذکر خیر الانام ﷺ اور حضور مفکر اسلام" کا موضوع بہت زیادہ تفصیل کا متقاضی ہے۔ تاہم یہاں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ اس کے لئے "سیرت حضور مفکر اسلام" کا انتظار کیجئے)

رسول اللہ ﷺ سے بے وفائی کا انجام

علامہ طاہر عبدالرزاق

اے افراد ملت اسلامیہ!

جب تک تم نے اللہ کے رسول ﷺ کے دامن کو تھام کے رکھا......... جب تک تم اللہ کے حبیب ﷺ کی عزت وناموس پر کٹ مرنے کا جذبہ سے لیس رہے......... جب تک تم تاج وتخت ختم نبوت کی حفاظت کرتے رہے......... جب تک تمہاری تلواریں گستاخان رسول کی گردنیں کاٹتی رہیں.........تو......... اللہ نے اس دنیا کی چابیاں تمہارے سپرد کردیں......... اس عالم کی باگیں تمہارے ہاتھوں میں تھمادیں......... بحروبر کو تمہارے مطیع کردیا......... جہانبانی وجہانگیری کا تاج تمہارے سروں پہ سجادیا......... قیصر وکسریٰ تمہارے آباواجداد کے نام سن کر اپنے محلات میں تھر تھر کانپتے تھے......... دنیا میں تمہاری تہذیب وتمدن کی چھاپ تھی......... دنیا کی دولت چل کر تمہارے قدموں میں ڈھیر ہونے کیلئے آتی تھی......... تمہارے بچوں کی بہادری سے کفار کے سورما پناہ مانگتے تھے......... جانی دشمن بھی تمہاری عظمت کے گن گاتے تھے.........

لیکن......... جب تم نے اللہ کے نبی ﷺ سے اپنا ناطہ کمزور کرلیا......... نبی ﷺ سے غیرت کا رشتہ ختم کرلیا......... دشمنان رسول کا اپنا دشمن نہ سمجھا......... نبی ﷺ کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو نہ روکا......... سرورکونین ﷺ کی شان اقدس میں ہذیان بلنے والی زبانوں کو نہ پکڑا......... رسول ﷺ رحمت کے گلشن اسلام کو اجاڑنے والے ہاتھوں پر گرفت نہ کی......... جھوٹی نبوت کے ہولناک منہ سے نکلنے والے زہریلے الفاظ تمہاری سماعتوں پر گراں نہ گزرے......... پھر......... اللہ کا عذاب ٹوٹ پڑا......... حاکم محکوم بن گئے......... آقا، غلام بن گئے......... تاج وتخت چھن گئے......... غلامی کے پٹے گلوں کی زینت بن گئے.........

جنہیں کل ہم نے مکتب کی راہ دکھائی تھی......... آج وہ چاند پر قدم رکھ چکے ہیں......... جنہیں کل ہم نے قلم پکڑنے کا سلیقہ سکھایا تھا......... آج ان کے قلم ہماری تقدیر لکھتے ہیں......... جنہوں نے کل ہمارے سامنے زانوئے تلمذ کیے تھے......... آج وہ ہواؤں اور فضاؤں پر حکومت کررہے ہیں......... جنہیں ہم نے لباس پہننا سکھایا تھا......... آج ان کے اترے ہوئے پرانے کپڑے اور جوتے لنڈے بازار سے خرید کر ہم پہن رہے ہیں......... جنہیں کل ہم نے ہندسوں کا شعور بخشا تھا......... آج وہ ہمارا بجٹ بنا کر ہمارا خون کشید کررہے ہیں......... کل جو ہمیں جزیہ دیتے تھے......... آج ہم ہاتھوں میں کشکول پکڑے ان کے در پر بھکاری بنے کھڑے ہیں......... دیکھا اللہ کے پیارے نبی کریم ﷺ سے بے وفائی کا انجام

اے قعر مذلت میں گرے ہوئے مسلمان!......... یہودیوں کے ہاتھوں لہولہو مسلمان!......... خدارا! اپنے درخشاں ماضی کی جانب چل......... اپنی عظمت رفتہ کو تلاش کر......... اپنے اسلاف کے نقوش پا کو ڈھونڈ......... اللہ سے پھر عشق رسول ﷺ مانگ......... اللہ سے پھر غیرت رسول ﷺ مانگ......... سوز رسول ﷺ میں اللہ سے پھر تڑپنے پھڑکنے کی توفیق مانگ.........

میں ترے عہد میں ہوتا تو یہ صورت ہوتی
دیکھتے رہنا تجھے میری عبادت ہوتی

اپنی پلکوں سے ترے نقش قدم چومتا ہوں
تیری راہوں میں بشر زیست کی مدت ہوتی

جس گھڑی اٹھتی تری نظر کرم میری طرف
حاصل زیست مری اک وہی ساعت ہوتی

مقتدی بن کے ترا میں بھی نمازیں پڑھتا
مجھ کو حاصل تری تقلید کی عظمت ہوتی

میں بھی شامل ترے لشکر میں یقیناً ہوتا
تیرے دشمن سے بہت میری عداوت ہوتی

میں ترے عشق میں زخموں سے سجاتا یہ بدن
میرے چہرے پہ نہ یوں آج ندامت ہوتی

آرزو رکھتا کہ جاں تجھ پہ نچھاور کر دوں
پھر مجھے موت بھی آتی تو شہادت ہوتی

اپنا سینہ تیرے انوار سے روشن کرتا
زندگی میری بھی خورشید کی صورت ہوتی

میری ہر سانس میں خوشبو تیری ہوتی آقا
میرے ہرلمحے پہ بس تیری حکومت ہوتی

میں ترے سامنے پڑھتا جو تری نعت کبھی
مہرباں مجھ پہ تری شان رسالت ہوتی

زیست سے موت تلک موت سے پھر زیست تلک
میری آنکھوں میں فقط تیری ہی صورت ہوتی

تیرے اصحاب کا اک ادنیٰ سا ساتھی ہوتا
یوں جو ہوتا تو درخشاں میری قسمت ہوتی

میں ابو بکر و عمر سے بھی عقیدت رکھتا
مجھ کو عثمان و علی سے بھی محبت ہوتی

اک ترے در کی گدائی جو مجھے مل جاتی
اور پھر دل میں بھلا کون سی حسرت ہوتی

میں ترے عہد میں ہوتا تو کرم ہوتا ترا
اس گنہگار پہ یہ تیری عنایت ہوتی

جب ہوا جلوہ آرا ہمارا نبی ﷺ

سگِ بارگاہِ مرشد ممنون احمد آسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ آگئے تو زندگی یکدم نکھر گئی
دیکھا انہیں تو محفل ہستی سنور گئی
ساری فضا تجلی رحمت سے بھر گئی
بے شک نبی کے نور سے ظلمت بھی ڈر گئی
خلق خدا کے مونس و غمخوار آگئے
سرکار آگئے ، مرے سرکار آگئے

اسلام سے پہلے دنیا نے بڑی ٹھوکریں کھائیں بڑے بڑے فلسفیوں سے دنیا بھری پڑی تھی لیکن ان تمام فلسفیوں کی اکیڈمیوں نے کیا راہ حقیقت دکھائی، نہیں بلکہ اور زیادہ اندھیرا کیا، روشنی تب نصیب ہوئی جب دو جہاں کے والی تشریف لائے۔ کسی کی فکر اندھی ہو جائے اس میں اُس کی اپنی کم بختی ہو سکتی ہے، انقلاب کامل وہی ہے جو آج سے پندرہ سو سال پہلے رونما ہوا، آج جو لوگ اسلام کا نام لینا پسند نہیں کرتے حتیٰ کہ روشن خیالی اس حد تک نقطہ عروج کو پہنچ چکی ہے کہ لوگ اپنا مسلمان ہونا بھی چھپاتے ہیں، ایسے کج فہم لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ آج جس اسلام اور محبوب کائنات ﷺ سے تم دور ہوتے جا رہے ہو، اس محبوب اعظم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے دنیا کی کیا حالت تھی، کونسی برائی تھی جو اس میں نہ پائی جاتی تھی، حتیٰ کہ بیٹیوں تک زندہ در گور کر دیتے تھے۔ کیا ہی خوب فرمایا حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے

رحم و کرم سے یکسر انسان بے خبر تھا
کہنے کو تو بشر تھا پر سر بسر وہ شر تھا
دیکھا جو مصطفٰے نے اب اور ہی اثر تھا
جو عین شر تھا اب ہے خیر و کرم کا پیکر
لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

ایک اور جگہ اسی محبوب دلربا ﷺ کی بندہ نوازیوں کا ذکر یوں کرتے ہیں:

پتھر کو مانتا تھا جو معبود ، وہ بشر
کوہ و قمر کو سمجھا جو مسجود ، وہ بشر
جو کھو چکا تھا منزل مقصود، وہ بشر
بہتر تھی جس کی بود سے نابود، وہ بشر
اب ہو گیا وہ سارے زمانے کا حکمراں
دیکھیں میرے کریم کی بندہ نوازیاں ؟

صلی الله علیه وسلم

جب وہی محبوب کائنات ﷺ جلوہ افروز ہوئے تو انسانیت کو سکون مل گیا، بے سہاروں کو سہارا مل گیا، ہر فتنہ منہ کی کھانے لگا، باطل لرزہ براندام ہوگیا، علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ

''اسی محبوب کی تشریف آوری پر آتش کدہ ایران کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار سے برابر روشن تھا۔ کسریٰ (شاہ ایران) کا محل پھٹ گیا اور اس کے کنگرے بکھر گئے جن میں چودہ (زمین پر) آپڑے۔ بحیرہ ساوہ طبریہ خشک ہوگیا۔ جادو اور کہانت کی قوت ٹوٹ گئی، آسمان پر پہرہ لگ گیا اور شیطانوں کو (فرشتوں کی) باتیں سننے سے روک دیا گیا (اب وہ آسمان کے قریب بھی نہیں ٹھہر سکتے) دنیا کے بت اوندھے منہ گر گئے صرف حضور اکرم ﷺ کے (میلاد شریف) کے احترام میں خدا کے (سب سے بڑے) دشمن شیطان کا تخت بھی الٹا ہو گیا''۔

انسان تو انسان دنیا کی ہر چیز کو سکون مل گیا، ایسا انقلاب جس نے زمین کا جغرافیہ بدل دیا، دنیا کے نقشے بدل دیئے، قوموں کا ذہن بدل دیا، فکر کے زاویے بدل دیئے، ایک نظر سے صدیوں سے بگڑے ہوئے انسانوں کو بدل دیا، حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کا وقار صرف اور صرف صاحبِ لولاک کے دم قدم سے ہے۔

ان سے بڑا محافظ انسان کا بتاؤ
ان بڑا مقنن تاریخ میں دکھاؤ
اس انقلاب کی ہی کچھ مثل ہو تو لاؤ
بہتر یہی ہے مانو اور کہہ دو سر جھکا کر
لاکھوں درود اُن پر لاکھوں سلام اُن پر

(حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ)

ارے ذرا غور تو فرماؤ! وہ کونسا نظام ہے جو دنیا نے آزما کر نہیں دیکھا، مگر حاصل کیا ہوا، انسانیت کی بے قدری، ایک دوسرے سے بیگانگی، انتشار ہی انتشار، فساد ہی فساد۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ مزید ٹھوکروں سے بچ جائیں تو اس کا واحد حل یہی ہے کہ اسی محبوب دو عالم ﷺ سے لو لگالیں۔ کیونکہ وہ جان کرم، کانِ نعم، شان ترحم، سلطان ارحم، محبوب خدا، بحر عطا، ابر سخا، شمع ہدیٰ، محبوب ہے وہ، مشہود ہے وہ، مطلوب ہے وہ،

مقصود ہے وہ، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کریم ﷺ کو یوں مخاطب فرمایا:

من اجلک اسطح البطهار واموج الموج و ارفع السما و اجعل الثواب و العقاب (زرقانی علی المواہب لدنیہ)

ترجمہ: (اے محبوب!) تیری خاطر میں نے زمین کو بچھایا، لہراتے ہوئے دریا پیدا کئے، آسمانوں کو بلند کیا، اور عذاب وثواب پیدا کئے۔

اسی جان کائنات کے کوچے کا ہر گدا شکوہ قیصری رکھتا ہے ۔

فتح مبیں کیا ہے سرکار کی غلامی
کیا اور نیک بختی کیا اور نیک نامی
آؤ نبی کے در پر عارف ہو یا ہو عامی
آئے ہو خاک بر سر جاؤ گے تاج بر سر
لاکھوں درود ان پر، لاکھوں سلام ان پر

غرض کہ رحمت، برکت، عظمت، سطوت، راحت، دولت، شوکت، تجلیہ، تصفیہ، تزکیہ، تسلیہ، جمال ونور، کیف وسرور، حور وقصور، وصل وحضور، تسلیم ورضا، صدق وصفا، مہر ووفا، بلکہ دین ودنیا کے سب خزانے اسی خازن وقاسم کے پاس ہیں۔

جب ربیع الاول شریف شروع ہوا تو ایک آدمی نے مجھ سے پوچھا کہ بھائی تو بہت خوش ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ میں کیوں نہ خوش ہوں، میں کیوں نہ گنگناؤں، میں کیوں نہ مسکراؤں، میں کیوں نہ کھلکھلاؤں، میں کیوں نہ جھوموں، میں کیوں نہ پھولوں، اس مہینے میں میرے آقا (سرورکونین ﷺ) تشریف آوری ہوئی، دو جہاں کے والی تشریف لائے، جن کی بدولت ہمیں رحمٰن ملا، قرآن ملا، سکون و چین ملا، پھر کیوں نہ اسی محبوب کریم ﷺ کے ہم گن گائیں، قرآن پاک نے تو انہیں سراجاً منیراً فرمایا ہے یعنی چمکانے والا سورج، اگر سورج کائنات میں نہ ہوتا تو نہ سمندوں سے بھاپ اٹھتی، نہ بادل بنتے، نہ بارش برستی، نہ غنچے چٹکتے، نہ پھول مہکتے، نہ بلبل چہکتے، پھر کیا ہوتا؟ تاریکی ہی تاریکی، ویرانی ہی ویرانی، اندھیرا ہی اندھیرا، ہر طرف اس کائنات میں دھواں اٹھتا، گرد اڑتی، بلکہ زندگی کا نام ونشان نہ ہوتا۔ یہ ہے سورج کی خاصیت واہمیت۔

حضرات گرامی! اگر آفتاب رسالت طلوع نہ ہوتا تو یہ کائنات، اجڑ جاتی، اندھیرا ہی اندھیرا، جہالت ہی جہالت، وہموں کے ڈھیرے، شرک کے بسیرے، اس کے اندر نہ کسی قسم کی مہک ہوتی، نہ روشنی کی کرن، نہ چمک ہوتی، الحاصل کچھ بھی نہ ہوتا۔ آج دنیا میں جتنی رونقیں نظر آرہی ہیں اسی محبوب ﷺ کے دم قدم سے ہیں۔ پھر کیوں نہ ہم کہیں ۔

نبی کے نام کی دیں گے دہائی اور بڑھ چڑھ کر
کہ باطل سے ہماری ہے لڑائی اور بڑھ چڑھ کر (حضور مفکر اسلام)

اور

اے امن پسندو آجاؤ سرکار کے دامن رحمت میں
اس چارہ گر ہستی کے سوا انسان کا کوئی بھی چارہ نہیں (حضور مفکر اسلام)

مختصر یہ کہ حقیقت میں ''کائنات کا سب سے بڑا دن'' وہی ہے جس دن یہ محبوب کونین ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔ اس محبوب کائنات ﷺ کی تشریف آوری سے لے کر آج تک دنیا انہی کے نغمے آلاپ رہی ہے اور آلاپتی رہے گی۔ ہمیں سوچنا چاہئے، ہم کس طرف جارہے ہیں، ہماری منزل کیا ہے، کیا جب بھی کوئی مشکل پڑی اس محبوب کائنات ﷺ کے سوا کوئی کام آیا، وہ کونسی چیز ہے جس نے ہمیں مٹنے نہیں دیا، فنا نہیں ہونے دیا ہمارے اوپر

ہزاروں سیلاب آئے، گزر گئے، ہزاروں مشکلیں پڑیں آسان ہوگئیں، ہزاروں طوفان آئے وہ نرم و نازک موجوں کی صورت میں تبدیل ہو گئے، مسلمان زندہ ہیں تو اسی محبوب کریم ﷺ کی محبت کی وجہ سے۔ جب تک قوم اپنے زندہ نبی پر، زندہ رسول پر ایمان لاتی رہے گی اور محبت کا یہ تعلق قائم رکھے گی۔ اس قوم کو دنیا کی کوئی طاقت بھی زندگی کی نعمت سے محروم نہیں کرسکتی۔ سنو اور غور سے سنو! بے شک موجودہ حالات بہت کٹھن ہیں، بش اور اس کے سارے ساتھی شیطان کے چیلے ہیں، شیطان بھی روز اول سے حق کے نام لیواؤں کا دشمن ہے اسی طرح شیطان زادے بھی اسلام کا نام و نشان مٹانے کے درپے ہیں۔ جس طرح حق نمرود، فرعون، کے گھر پرورش پاتا رہا، اسی طرح آج بھی اسلام یورپ میں دن بدن پروان چڑھ رہا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کیا خوب عرض کیا ہے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے یہ لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

حضرات! آئے دن آپ اخبارات میں اسلام قبول کرنے والوں کی بیسیوں خبریں شائع ہوتی ہیں۔ وہ بھی زیادہ تر یورپ کی۔ ایک تازہ ترین خبر جو ۶ مارچ ۲۰۰۷ کو "نوائے وقت" میں شائع ہوئی۔ اس کو رسالے کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ تاکہ اسلام سے دشمنی رکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ محبوب کریم ﷺ کا فیض آج بھی اسی طرح زندہ ہے۔ آج بھی وہ رہنمائی فرما رہے ہیں اور فرماتے رہیں گے، اور وہ دن دور نہیں جب اسلام پوری دنیا پہ چھا جائے گا۔

"اسلام یورپ میں سب سے زیادہ غالب مذہب بننے کے راستے پر تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ لندن میں ایک تحقیقاتی سروے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ برطانیہ میں چرچ جانے والوں کی تعداد تیزی سے گھٹ رہی ہے اور سارے مغربی یورپ کی حالت بھی یہی ہے۔ برطانیہ کے پالیسی ساز ادارے کرسچین ریسرچ کے مطابق اگلے 15 برس میں برطانیہ کے تقریباً 4 ہزار چرچ بند ہو جائیں گے۔ اسلامی دنیا خصوصاً پاکستان میں بہت سے لوگ اسلامی تعلیمات کو رجعت پسندی اور پرانے دور سے متعلقہ خیالات سے تعبیر کرتے ہوئے فرسودہ قرار دیتے ہیں۔ مگر یورپ اور انگلینڈ میں اسلامی تعلیمات کی مقبولیت جس طرح بڑھ رہی ہے وہاں ماہرین کا کہنا ہے کہ اس صدی کے اختتام تک یورپ کی غالب آبادی مسلمان ہو جائے گی۔ یورپ میں لوگ جدید تعلیم یافتہ اور دور نو کے فلسفوں سے بھی آراستہ ہیں۔ ان میں اسلامی تعلیمات کا مقبول ہونا اس امر کی علامت ہے کہ اسلامی تعلیمات فرسودگی اور اور رجعت پسندی نہیں ہے بلکہ یہ بیدار ذہنوں کیلئے آج بھی دنیا کے جدید ترین عقائد میں شامل ہے۔ اسلامی ممالک میں بھی اسی بیدار مغزی اور حاضر دماغی سے اسلامی تعلیمات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جیسے کہ نو مسلم طلباء و طالبات اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کیمطابق یہ اللہ کا آخری دین ہے۔ جو ابد تک انسانوں کیلئے موجود رہے گا۔ اس میں کوئی انتہا پسندی نہیں امن اور سلامتی کا پیغام ہے جو اسے سمجھ لیں۔"

اسی لئے حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے

"دنیا والے سن لیں اور خوب سن لیں!

اللہ جل شانہ کے دشمن اور باغی نیست و نابود ہو جائیں گے محبوب خدا ﷺ کی عظمتوں کا ڈنکا بجتا جائے گا۔ قرآن معظم و مقدس کے مقابلے میں سب آوازیں دبنے کو ہیں، اسلام کا آفتاب پوری آب و تاب سے چمکتا جائے گا۔ یہ خواب نہیں حقیقت ہے اور انشاء اللہ دنیا چند روز تک اپنی نظروں سے دیکھ لے گی"۔

اب میں آخر میں اس شخصیت کا ذکر خیر کرنے والا ہوں جس نے پوری زندگی یعنی بچپن سے لے کر آخری سانس تک اسی محبوب عالم ﷺ کے

گن گائے، بڑے بڑے فتنوں کا مقابلہ کیا، جس کسی نے محبوب کریم ﷺ کے خلاف زبان کھولنے کی کوشش کی، آپ نے اسے لگام دی۔ سینکڑوں بھٹکے ہوئے نوجوانوں کو اسی محبوب ﷺ کے در پر لا کر کھڑا کیا۔ آج ہزاروں نوجوان انہی سے فیض پا کر محبوب کائنات ﷺ کے گن گا رہے ہیں۔ اپنے بیگانے ان کو حضور مفکر اسلام کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ انہیں دن رات فکر تھی تو صرف یہی نہیں کہ آقا ﷺ کی پیاری امت گناہوں سے بچ جائے اور اسی محبوب کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلے، اور دل و جان سے محبوب کریم ﷺ کی غلام بن جائے۔ پچھلے سال بارہ ربیع الاول شریف کے دن ایک آدمی حضور مفکر اسلام کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا حضور پریشانیاں بہت ہیں کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا

''آج نور کا دن ہے، نور کا باڑا بٹ رہا ہے، کوئی نور کا طالب نور والے آقا ﷺ کی بارگاہ رحمت میں التجا تو کرے۔ غرض اپنی اپنی محبت، اپنی اپنی طلب، اپنا اپنا سوز اور اپنا اپنا انداز......................

اللہ کے محبوب ﷺ کا دن ہے، فضل و کرم کا، جود و سخا کا، بندہ نوازی کا، حاجت روائی کا اور امید افزائی کا دن ہے۔ مانگو جو مانگو گے ملے گا، مانگتے جاؤ، ملتا جائے گا۔ تم منگتے ہو اور تمہیں مانگنا ہی ہے اور وہ داتا ہیں، انھیں دینا ہی ہے۔ تم مانگتے جاؤ، دنیا مانگو، اخلاص مانگو، وفا مانگو، شرم و حیا مانگو، زہد و تقویٰ مانگو، ذرۂ عشق مانگو، جنت مانگو، غرض وہ سب کچھ عطا فرمائیں گے۔ منگتے کا دامن طلب بھر جائے گا مگر ان کا دامن عطا کبھی کم نہیں ہوگا۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا ۔۔۔ نہیں سنتا ہی نہیں، مانگنے والا تیرا

اس لئے

یہ کیوں کہوں مجھ کو یہ عطا ہو، یہ عطا ہو ۔۔۔ وہ دو کہ ہمیشہ مرے گھر بھر کا بھلا ہو

رحمت کی باد بہاری چل رہی ہے، کیا کیا بخشش و سخا کے پھول نہیں کھل رہے۔ دور یا نزدیک، یہاں اس کا فرق نہیں، کائنات بھر کے لئے تشریف لائے اور کائنات کی مرادیں عطا فرماتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے نعت شریف کے چند شعر پڑھے

ان کے در سے جو لو لگا بیٹھے ۔۔۔ گویا عرش بریں پہ جا بیٹھے

کوئی ان کے سوا نہ کام آیا ۔۔۔ بارہا ہم تو آزما بیٹھے

اس کو ان پہ نثار ہونا تھا ۔۔۔ لوگو! تم دل کہاں گنوا بیٹھے

یہ تھا آپ کا ایمان افروز جواب۔ اللہ تعالیٰ ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بحمدہٖ تعالیٰ آپ کے جانشین، پیکر غیرت و حمیت، پیر طریقت، رہبر شریعت صاحبزادہ محمد عطاالحق صاحب مدظلہ العالی، انہی کی تعلیمات کو عوام تک پہنچا رہے ہیں۔ ''شیران اسلام'' پاکستان، الحقیقہ وادارہ ''تعلیمات حضور مفکر اسلام'' صاحبزادہ والا شان کی زیر سرپرستی اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں۔ منزل کیا ہے وہی جس کا حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے پوری عمر درس دیا۔

رسول اللہ تو ں صدقے جان میری ۔۔۔ ہے فانی زندگی قربان میری

الحمد للہ آج بھی ان کا مشن جاری و ساری ہے۔

وہی آبلے ہیں وہی جلن درد دل میں کوئی کمی نہیں
جو لگا کے آگ وہ چلے گئے، وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں

......☆......

نائبِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت

تقریر: حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ
ترتیب: عامر سعید نقشبندی آسوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

......﴿الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون﴾......

عظمت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ: حضرات گرامی! آج ۲۹ صفر ہے۔کل جو دن گیا ہے یہ مجدد و منور الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی جن کو عرف عام میں مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے، ان کا دن تھا۔اس سے تین دن پہلے مجدد ملت، اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دن تھا ان کے بارے میں پچھلے جمعۃ المبارک میں کچھ عرض کیا تھا۔آج انشاء اللہ العزیز کچھ ذکر کروں گا، حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا۔ جن کا دن (۲۸ صفر) تھا۔حضرت علامہ اقبال نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ اس سرزمین برصغیر میں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے، لیکن کوئی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے برابر کا نہیں، اور یہاں بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے لیکن کوئی مرزا بیدل وارثی کے جواب کا نہیں۔اور یہاں بڑے بڑے نیک لوگ حکمران ہوئے، شمس الدین التمش، شیر شاہ سوری، فیروز شاہ تغلق، قطب الدین ایبک یہ بڑے نیک آدمی تھے۔لیکن حضرت اورنگ زیب عالمگیر جیسا کوئی اور نہیں ہوا۔اور بڑے بڑے بلند صوفی یہاں آئے ہیں اس برصغیر میں، لیکن حضرت سیدنا مجدد الف ثانی کے پائے کا صوفی کوئی اور یہاں نہیں آیا۔اور یہ کیوں نہ ہو کہ پانچ صدیاں پہلے، تمام صوفیا کے سردار، تمام غوثوں کے بادشاہ، تمام قطبوں کے امام، شہنشاہ بغداد، محبوب سبحانی، غوث صمدانی حضور شیخ سید عبدالقادر جیلانی گیارھویں والے پیر نے باقاعدہ ایک جبہ عطا فرمایا اپنے گھر والوں کو، فرمایا پانچ سو سال کے بعد ایک عظیم ولی اللہ پیدا ہوگا ہندوستان کی سرزمین میں، یہ جبہ اس تک پہنچانا ہے۔آپ کی اولاد میں وہ جبہ ہوتا ہوتا حضرت شاہ سکندر قادری تک پہنچا اور وہ جبہ لے کر آپ کے پاس آئے (اور کہا) یہ ہمارے خاندان میں تھا اور تبرک کے طور پر آرہا تھا، امانت کے طور پر، غوث پاک فرما گئے تھے کہ یہ جبہ شیخ احمد کو دینا ہے۔اس پائے کے عظیم بزرگ ہیں۔بہت سے اولیاء اللہ نے ان کی پیش گوئی کی۔

انسان کی عظمت کو پرکھنے کا معیار:

آپ کسی شخصیت کی عظمت کو دیکھنا چاہتے ہیں، بزرگی کو دیکھنا چاہتے ہیں۔آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ فلاں آدمی کس درجے کا ہے، کس پائے کا ہے، کس مقام کا ہے تو اس بات کو پرکھنے کے لئے آپ کے پاس معیار کیا ہوگا؟ آپ کس پیمانے سے پرکھیں گے کہ فلاں آدمی کس پائے کا ہے۔اس سلسلے میں اپنوں کی نہیں، میں غیروں کی بات کرتا ہوں۔ایک شخص ہے لامارٹن (Lamartine) یہ فرانسیسی عیسائی محقق ہوا ہے۔وہ سرکار دوعالم ﷺ کا ذکر خیر کرنا چاہتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ کسی انسان کی عظمت کو پرکھنا ہو تو تین معیار ہوتے ہیں۔یہ غیر کہہ رہا ہے۔اور عربی کا ایک محاورہ ہے **الفضل مع شھدت بہ الاعداء** (بزرگی اور فضیلت وہ ہوتی ہے جس کا دشمن بھی اقرار کرے) تو وہ نامور عیسائی محقق، سکالر کہتا ہے کہ تین معیار ہیں۔اس کے الفاظ یہ ہیں

His greatness of purpose, smallness of means and astounding results are the three chriteria of ....than who would did to compare any great man with Muhammad(PBUH).

انسان کی عظمت کو پرکھنے کا پہلا معیار ہے، اس کا مقصد' اس کی منزل مقصود کتنی بلند ہے اور پھر یہ ہے کہ وہ جس ماحول میں اپنے مقصد کے لئے کام کر رہا ہے' اس میں اس کے وسائل کتنے ہیں۔ یعنی دوسرا معیار ہے وسائل کی قلت اور تیسرا معیار ہے حیران کن نتائج۔ یہ ہیں تین مقصد۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تین مقصد ہوں تو بتاؤ پوری دنیا میں محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے برابر کون ہے۔ پھر اس نے بڑا عجیب موازنہ کیا ہے۔ مقصد یہ ہے عرض کرنے کا، وہ کہنا چاہتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کا مقصد کتنا بلند ہے۔ انسانیت کو بچانا، برے عقائد سے' برے نظریات سے' برے اعمال سے، ہر اعتبار سے، سب کی اصلاح کرنا، بادشاہوں کی، غریبوں کی، فقیروں کی، چوہدریوں کی، پیروں کی، مولویوں کی، مذہبی لیڈروں کی، سب کی اصلاح کرنا۔ یہ مقصد ہے اور وسائل کتنے کم ہیں۔ نہ ظاہری طور پر بادشاہ، نہ ظاہر طور پر کوئی Land lord نہ ظاہری طور پر کسی قبیلے کا سردار' دنیا میں تشریف نہیں لائے تو والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور والدہ ہیں تو چھے سال کی عمر میں وہ چل بسیں۔ کوئی بھائی نہیں' کوئی دوسرا نہیں ہے، دادا خدمت کر رہے ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں وہ بھی چلے گئے۔ ظاہری طور پر پس منظر ایسا ہے۔ اور astounding results حیران کن نتائج یہ ہیں کہ

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ۔۔۔ عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

ارے عرب کیا ہے' سارے زمانے کو ہلا دیا۔ مولانا مودودی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ کیا علامہ اقبال حدیث کو مانتے تھے۔ مولانا نے کہا' مانتے تھے، اس طرح مانتے تھے جس طرح کوئی عام مولوی بھی عام طور پر نہیں مانتا' کہنے لگے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث ہے۔ کسی نے علامہ اقبال سے اس کے بارے میں پوچھا۔ حدیث یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ پہاڑ پر تشریف فرما ہوئے، تو پہاڑ ہلنے لگا۔ اس شخص نے یہ حدیث سنائی اور اقبال سے پوچھا' فرمایئے علامہ اقبال' ایسا ہو سکتا ہے؟ اب یہاں مولوی لوگ نجانے کون کون سے نکتے نکالتے اور کیا کیا توجیہیں کرتے اور کس کس طرح تاویلات کا چکر چلاتے۔ اقبال فرمانے لگے، تم ایک پہاڑ کی بات کرتے ہو۔ میرا ایمان یہ ہے' اللہ کے نبی کے قدم میں ایسی قوت ہے کہ ساری دنیا ہل جائے۔ میں کبھی اس واقعے کو پڑھتا ہوں اور مولانا مودودی صاحب کی اس روایت کو سامنے رکھتا ہوں تو پھر میرا دل کہتا ہے کہ کاش مولانا مودودی کا اپنا ایمان بھی اتنا مضبوط ہوتا جتنا علامہ اقبال کا مضبوط تھا۔ اللہ اکبر۔ یہ بڑی عجیب بات ہے اور بڑی عبرتناک بات ہے۔ لوگوں نے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فزکس (Physics) سے' کیمسٹری (Chemistry) سے' منطق (Logic) سے، سائنس (Science) سے پرکھنا شروع کر دیا ہے۔ اللہ کا نبی ان سب سے ماوراء ہے۔ تمہاری سائنس، تمہاری بیالوجی (Biology)' تمہاری زوالوجی (Zoology) کی ایک نبی کے سامنے کیا حیثیت ہے۔ اور نبی کے غلاموں کے سامنے بھی اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بڑی بڑی دوربینیں ہیں اور بڑی مدت کے بعد تیار ہوئی ہیں' اور بڑی کوشش کے بعد تیار ہوئیں۔ دوربینیں جو مریخ کو دیکھ رہی ہیں اور فلاں ستارے کو دیکھ رہی ہیں، اس کے باوجود ابھی سارے ستارے ان قیمتی دوربینوں سے نظر نہیں آئے۔ اور بغداد کا والی کہتا ہے۔

شاہ بغداد کا کمال:

نظرت الی بلاد اللہ جمعاً ۔۔۔ کخر دلۃ علی حکم اتصالی

میں نے اللہ کے سارے شہروں کو اس طرح دیکھا ہے' وہ شہر کہیں بھی ہوں' مریخ میں ہوں' چاند میں ہوں۔ (میں نے ان کو اس طرح دیکھا ہے) جیسے ہاتھ پر رائی کے دانے ہوں۔

وما منھا شھور او دھور ۔۔۔ تمر و تنقضی الا اتالی

کوئی زمانے ایسے نہیں، کوئی مہینے ایسے نہیں **تمر و تنقضی الا اتالی** جو گذرنے سے پہلے میرے پاس نہ آتے ہوں۔

جس کا جسم ہوتا ہے، اس کو مقرون کہتے ہیں۔اور جس کا جسم نہیں غیر مقرون اس کو سمجھ لیں۔**abstract** ہے وہ۔جسم ہوتا ہی نہیں اس کا۔مہینے کا کیا جسم ہے۔کوئی سائنس مہینے کو مجسم کر سکتی ہے؟ ہفتے کو شکل دے سکتی ہے؟ غوث پاک (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں۔مہینے میرے پاس آتے ہیں۔رمضان شریف کا مہینہ انسانی شکل میں آیا ہے۔کہتا ہے میں آئندہ مہینے آرہا ہوں۔مجھ میں یہ یہ واقعات ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔میرا عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اور دنیا ہے۔ایمان والوں کا اور جہان ہے۔ایمان والوں کے اپنے تجربے ہیں۔اللہ کو پہچاننے والے اور ہوتے ہیں۔

اتقوا فراسة المومن انه لينظر بنور الله

مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اس کے ہاتھ میں کیا قوت ہے۔یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔اور غالباً گیارہ حدیث کی کتابیں ہیں، جن کے اندر یہ حدیث موجود ہے

محبوبانِ خدا کے کمالات: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ حدیث قدسی ہے۔حدیث قدسی وہ ہوتی ہے کہ مضمون اللہ کی طرف سے، الفاظ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے اور اگر مضمون بھی اللہ کی طرف سے ہو اور الفاظ بھی اللہ کی طرف سے ہوں تو وہ قرآن ہے اور مضمون بھی حضور ﷺ کا ہو اور الفاظ بھی حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوں، یہ حدیث ہے۔بہر حال اللہ کے پیارے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے۔

جب کثرت نوافل سے بندہ میرا قرب حاصل کر لیتا ہے، میرا مقرب ہو جاتا ہے۔پھر میرا وہ محبوب ہو جاتا ہے۔رب فرماتا ہے۔

فاذا احببته جب میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں۔

فكنت سمعه الذي يسمع به و بصره الذي يبصر به ويده التي يبطش بها و رجله التي يمشي بها

(بخاری۔کتاب الرقاق۔باب التواضع جلد۲ص:۹۶۳)

میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔

اللہ کا نورِ جلال اس کے کان میں آجاتا ہے (یہ تشریح کی ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے) تو پھر وہ سنتا ہے۔قریب کی بھی سنتا ہے، بعید کی بھی سنتا ہے۔اللہ کے محبوب پاک، سرور لولاک ﷺ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔لوگو!

لقد جاء كم رسول اليكم ليس بو هن ولا كسل (الدارمی فی سننہ بسند صحیح)

رب کی طرف سے ایک رسول آیا ہے تمہارے پاس۔وہ کمزور بھی نہیں، وہ سست بھی نہیں، وہ آیا کیوں ہے؟ مولانا محمد سعید صاحب یہاں تشریف فرما ہیں۔ماشاءاللہ یہ حدیث کے متن کو یاد رکھتے ہیں۔اللہ کا شکر ہے ہمارے پاس ایسے لوگ موجود ہیں۔حضرت مولانا غلام مصطفیٰ مجددی اور مولانا سعید صاحب نقشبندی (حضور مفکر اسلام علیہ الرحمۃ نے کمال بندہ نوازی سے اپنے اس ادنیٰ غلام کو مولانا اور صاحب اور تشریف فرما جیسے الفاظ سے ذکر فرمایا، ورنہ میری یہ اوقات کہاں۔راقم) بہر حال اللہ نے اپنا رسول بھیجا، وہ رسول کس لئے آیا۔

ليحيي قلوبا غلفا وہ مردہ دلوں کو زندہ کرنے کیلئے آیا ہے۔

اعينا عميا اندھی آنکھوں کو روشن کرنے کے لئے آیا ہے۔

ويسمع اذانا صما اور بہرے کانوں کو شنوا کرنے کے لئے آیا ہے۔بہرے کانوں کو کھول دینے کے لئے آیا ہے۔

یہ آپریشن کرتے ہیں اللہ کے رسول۔ایک آپریشن ہمارے ڈاکٹر حافظ افتخار احمد صاحب کرتے ہیں ناں، ان آنکھوں کا، موتیے کا آپریشن۔ایک آپریشن (Operation) بارگاہ نبوت سے ہوتا ہے۔اور وہ آپریشن کیسا ہے۔جن کی آنکھیں، دل کی آنکھیں بند ہو چکی ہیں۔سرکار ﷺ ان کو کھول دیتے ہیں۔جن کے کان سن نہیں سکتے، حضور ﷺ کان کھول دیتے ہیں، سنتے ہیں پھر وہ۔نور جلال ان میں آجاتا ہے۔کیسا ہسپتال ہے مدینے شریف والے کا۔اور پھر جب وہ کان کھلتے ہیں۔آنکھیں کھلتی ہیں پھر کیا ہوتا ہے۔نور جلال آگیا کان میں تو امام رازی فرماتے ہیں۔**سمع القريب**

والبعید قریب کی آوازیں بھی سنتا ہے' بعید کی آوازیں بھی سنتا ہے۔ وہ نور جلال آگیا آنکھوں میں تو قریب کی چیزوں کو بھی دیکھتا ہے۔ دور کی چیزوں کو بھی دیکھتا ہے۔

رای القریب و البعید

وہ نور جلال آگیا ہاتھ میں' رب فرماتا ہے۔

کنت ید ہ التی یبطش بہ . میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ جب ہاتھ میں نور جلال آتا ہے تو اس کا تصرف قریب بھی ہوتا ہے' اس کا تصرف بعید بھی ہوتا ہے۔

یہ سائنس ہے جو محبوب خدا ﷺ کے آستانے سے ملی ہے۔

ورجلہ التی یمشی بھا ۔ میرا نور جلال اس کے قدموں میں آجاتا ہے اور پھر وہ ان سے چلتا ہے۔

خواجہ نقشبند کی امداد: خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاری بخارا میں تھے۔ اور آپ کا ایک کمزور سا غلام دلی میں تھا۔ بادشاہ کا شہزادہ اس کو کوئی سزا دینا چاہتا تھا یا کوئی برا کام کرنا چاہتا تھا۔ یہ (محل کے) اوپر گیا کسی بہانے اور بخارا شریف کی طرف منہ کر کے چھلانگ لگائی۔ بادشاہی محل سے چھلانگ لگائی۔ تو اوپر سے چھلانگ لگائی، نیچے بہاؤالدین نقشبند نے پکڑ لیا۔ وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا۔ حضور آپ اس مشکل کے وقت کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ فرمایا

تو از منارہ آمدی　　　من از بخارا آمدن

تو منارے سے آیا ہے، میں بخارا سے آیا ہوں۔

ورجلہ التی یمشی بھا.

اب میں ایک عرض کرتا ہوں۔ وہ لوگ جن کو اللہ نے سوچنے کی کوئی قوت عطا فرمائی ہے ذرا بات غور سے سنیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ تعصب اور بغض کی تہیں جمی ہوتی ہیں اور وہ سمجھتے نہیں ہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ مفہوم نہ ہو ان حدیثوں کا تو پھر ان حدیثوں کا اور بخاری کی اس حدیث کا اور کیا مفہوم ہوگا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' اللہ فرماتا ہے۔ میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ اللہ کا نور اس کے کان میں آجائے تو پھر بھی وہ سب کچھ نہ سنے، اور اللہ کا نور اس کی آنکھ میں آجائے پھر بھی وہ سب کچھ نہ دیکھے اور اللہ کا نور اس کے ہاتھ میں آجائے پھر بھی اس کا تصرف محدود ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اقبال کی اس بات پر غور کریں۔ میں یقین کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ جو بات وہ کرتے تھے' جھوٹ نہیں کرتے تھے۔ وہ عام شاعروں کی طرح نہیں ہیں۔

حادثہ جو کہ ابھی پردہ افلاک میں ہے　　　عکس اس کا میرے آئینہ ادراک میں ہے

ابھی حادثہ آسمانوں کے پیچھے ہوتا ہے' اس کا عکس میرے دل میں آجاتا ہے یہ اقبال فرماتے ہیں۔

یہ جو اقبال نے کہا ہے

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں　　　کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا

یہ اقبال نے کس کے بارے میں کہا تھا کہ مومن نگاہ کرے تو تقدیر بدل جاتی ہے۔ ایک ہے نگاہ' ایک ہے انگلی' ایک ہے ہاتھ' ایک ہے بازو (اقبال نے کہا) کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا۔

میں گنہ گار ہوں' میں یہاں بیٹھا ہوں' میں دیکھتا جاؤں کسی چیز کو اس پر کیا اثر ہوگا۔ انگلی کے ساتھ چھیڑوں۔ ہاتھ کچھ اور کام کرے گا۔ بازو کی طاقت اس سے زیادہ ہوگی۔ تو جس کی نگاہ سے تقدیر بدل جائے' اس کی انگلی میں کتنا اثر ہوگا' اس کے ہاتھ میں کتنی طاقت ہوگی' اس کے پورے بازو کی طاقت کا کیا حال ہوگا۔ کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا۔

اقبال فرماتے ہیں۔

می شود پردہ چشم پر کا ہے گا ہے　　　　دیدہ ام ہر دو جہاں و ابنگا ہے گا ہے

کبھی کبھی ایسا کرم ہوتا ہے کہ دو جہاں کو ایک نگاہ میں دیکھتا ہوں۔ بدنصیبوں کو تو اس بات کی سمجھ نہیں آئی کہ رب نے اپنے محبوب ﷺ کو جو شاہد فرمایا ہے اس کی شان کیا ہے۔

انا ارسلنک شاھدا

اے پیارے محبوب! ہم نے تم کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔

جہاں تک حضور ﷺ کی رسالت ہے' وہاں تک حضور کا مشاہدہ ہے۔ حضور کی رسالت پوری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ فرمایا۔ **انی ارسلت الی الخلق کافۃ** ۔ میں ساری خدائی کا رسول ہوں۔ تو ساری خدائی حضور کے مشاہدے میں ہے۔

جس محبوب کے غلاموں کی یہ شان ہو کہ

می شود پردہ چشم پر کا ہے گا ہے　　　　دیدہ ام ہر دو جہاں وابنگا ہے گا ہے

اس کی اپنی شان کیا ہوگی۔

انسان کی ترقی: 1969ء کی بات ہے۔ خلاباز جب پہلی مرتبہ چاند پر گئے تھے۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ بڑی بات ہے، سائنس میں۔ میں نے کہا' ٹھیک ہے اس میں بڑا کمال ہے۔ یہ بڑا کمال ہے کہ آسمان پر پہنچ گئے اور چاند کا زمین سے فاصلہ جو ان دنوں اخبارات میں بتایا گیا تھا' غالباً 246000 میل بنتا تھا۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ رضوی کتب خانہ لاہور بیٹھے ہوئے تھے۔ اور میں ان کی خدمت میں تھا۔ تو یہ بات ہوئی۔ کہنے لگے۔ شرعی سفر ایک دن کا تقریباً 19 میل ہے۔ تو یہ 36 سال کا سفر ہے، جو انہوں نے کیا ہے تین دنوں میں۔ تو اس صاحب سے میں نے کہا' آؤ میں تمہیں ایک واقعہ سناؤں۔ میں نے کہا' حضرات القدس میں لکھا ہے۔ ایک صاحب ایک سیدزادے کو لے کر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آ کر عرض کیا کہ حضور' یہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا بڑا ہی عاشق ہے اور آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہے' اسے زیارت کرا دیں۔ آپ نے فرمایا اچھا ٹھیک ہے۔ سیدزادے سے فرمایا' شاہ جی' چلیں ذرا باہر سے ہو آئیں (یہ تہجد کا وقت تھا) لوٹا لیا پانی کا۔ باہر گئے۔ باہر جا کر آپ نے فرمایا' وہ جو قطب ستارہ ہے، تم نے دیکھا ہوا ہے؟ شاہ جی نے کہا کہ ہاں میں اس کو پہچانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ میری دو انگلیوں کے درمیان میں سے دیکھیں۔ انہوں نے دیکھنا شروع کیا۔ انہیں یوں معلوم ہوا جیسے قطب ستارہ پھٹا ہے اور اس میں سے ایک نہایت نورانی بزرگ ہاتھ میں عصا پکڑے تشریف لا رہے ہیں۔ اور تشریف لاتے لاتے بالکل قریب آ گئے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں، شاہ صاحب سے۔ یہ ہیں غوث پاک جن کی تم زیارت کرنا چاہتے تھے کر لو اب زیارت۔

عزیزان گرامی قدر' سنیں۔ اگر سائنس کے زور سے آدمی چاند پر پہنچے تو یہ سائنس کی ترقی ہے' آدمی کی ترقی نہیں۔ آدمی کی عظمت زیادہ سے زیادہ اس وقت ہوتی ہے جب وہ کسی ظاہری سہارے کا محتاج نہ ہو۔ آدمی کی عظمت یہ ہے کہ یہاں بیٹھا ہے' بغیر کسی دوربین کے' بغیر کسی خوردبین کے سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ یہ ہے آدمی کی ترقی۔ یہ ہے آدمی کی عظمت۔ وہ ہے سائنس کی ترقی۔ محبوب کریم علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں۔ میں اندھی آنکھیں بینا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میں بہرے کان شنوا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ نبی پاک ﷺ نے کیسے بندے تیار کئے ہیں۔

حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ کے کمالات: میرے حضور قبلہ عالم' میرے پیر و مرشد' میرے ولی نعمت' میرے محسن و مربی اعلیٰحضرت' عظیم البرکت حضور پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی علی پوری۔ میں نے آپ کا اسم شریف اس احتیاط سے لیا ہے تا کہ آپ لوگ جانیں۔ میں بہت کم لیتا ہوں آپ کا اسم شریف۔ نقش لاثانی' حضور شاہ لاثانی کے فرزند' آپ کے پوتے، وارث، جانشین۔ آپ کے ایک مرید تھے صوفی محمد صدیق

صاحب' اسی علاقے کے رہنے والے ہیں۔ پھر یہاں سے ظفروال چلے گئے۔ ظفروال سے پھر یہ سارا خاندان تھرپارکر (سندھ) کے علاقے میں چلا گیا۔ وہ وہاں سے آیا کرتے تھے علی پور شریف میں۔ ایک دن اپنے گھر والوں سے کہنے لگے۔ میں چلا ہوں علی پور شریف اور سیدھا ہونے کے لئے جا رہا ہوں۔ وہ آدمی بڑا درویش قسم کا تھا۔ باتیں اس کی بڑی سیدھی سادھی ہوتی تھیں۔ میرے ساتھ اس کا بڑا پیار تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کی قبر پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ بڑی بڑی عجیب باتیں مجھے سنایا کرتا تھا۔ بہت کم پڑھا تھا لیکن عقیدہ واعتقاد بہت مضبوط تھا۔ بہر حال اس نے کہا اپنے گھر والوں سے' تھرپارکر میں' سندھ میں کہ میں چلا ہوں علی پور شریف اور سیدھا ہونے کے لئے جا رہا ہوں۔ وہ جب علی پور شریف کی سرزمین پر پہنچا۔ میرے حضور قبلہ عالم باہر کھیتوں میں کام کرا رہے تھے' وہاں جلوہ افروز تھے۔ جب بیس بائیس گز کے فاصلے پر رہ گئے۔ اس کے ساتھ آپ دل لگی بہت فرماتے تھے۔ اور اس قسم کے لوگوں کے ساتھ ہی آپ دل لگی کرتے تھے۔ جن کے اندر بہت خلوص ہوتا تھا۔ آپ نے فرمایا لاؤ ناں ذرا میری لاٹھی' میں اس کو سیدھا کر دوں۔ لاؤ میری لاٹھی میں اس کو سیدھا کر دوں۔ اس نے آواز سن لی اور وہیں کھڑا ہو گیا۔ دو چار منٹ کھڑا رہا۔ پھر آپ نے بلا لیا کہ آجاؤ آگے۔ وہ آ گیا۔ آپ نے فرمایا' تم گھر کیا کہہ کر آئے تھے۔ اس نے کہا میں تو کہہ کر آیا تھا کہ علی پور شریف جا رہا ہوں سیدھا ہونے کے لئے آپ فرمانے لگے پھر میری مرضی ہے تمہیں جوتوں سے سیدھا کروں' تمہیں لاٹھیوں سے سیدھا کروں' تھپڑوں سے سیدھا کروں یا نگاہ سے سیدھا کروں۔ تم وہاں کیوں کھڑے ہو گئے تھے۔ کہنے لگا اچھا پھر اب کر لیں۔ آپ نے فرمایا' اب وہ وقت گذر گیا ہے۔ بے شمار ایسے واقعات ہیں۔ میرے حضور قبلہ عالم یہاں علی پور شریف میں ہیں اور انگلینڈ میں دریا کے کنارے سیر کرنے کے لئے لاہور کا ایک جوڑا وہاں گیا ہوا ہے۔ رات کا وقت ہے۔ ان کی کار کسی ایسی جگہ الجھ گئی۔ کہ کار کو تھوڑا سا بھی وقت ملتا تو وہ ڈوب جاتی۔ اس طرح کنارے پر وہ پھنس گئی۔ بڑا پریشان ہوا۔ کوئی اس کے قریب نہیں۔ بس وہ ہے اور اس کی بیوی۔ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ سامنے آ گئے۔ اس بزرگ نے ہاتھ لگایا کار کو اور کار بہت آرام سے باہر نکل آئی۔ اس نے کہا حضور آپ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں علی پور سیداں سے آیا ہوں اور تمہارا باپ ہمارے ہاں غلام تھا۔ اس لئے میں آ گیا ہوں۔ اس کو معلوم نہ تھا۔ وہ لاہور کا رہنے والا تھا۔ بچپن میں ہی وہاں (انگلینڈ) چلا گیا تھا۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ہے ترقی جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انسان کو بخشی ہے۔

عزیزان گرامی قدر! بات یہاں سے چلی تھی کہ یہ دیکھنا ہو کہ کون کتنا عظیم ہے تو پھر لامارٹن نے کہا' صرف تین معیار ہیں یہ دیکھنے کے لئے۔ کیا کیا معیار ہیں؟ مقصد کی عظمت۔ وسائل کی قلت اور نتائج کا حیران کن ہونا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے تقریباً نو سو سال تبلیغ کی۔ آدمی اسی (80) مسلمان ہوئے۔ آج جب میں قرآن پاک پڑھ رہا تھا۔ تو دیکھا کہ رب نے فرمایا' اتنے ہی ایمان والے ہوں گے۔ مزید نہیں ہوں گے۔ اور یہاں اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کے انوار و تجلیات اس طرح پھیلے ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ کا ایک غلام' آپ ﷺ کا ایک نائب بعض روایتوں کے مطابق نوے لاکھ کافروں کو مسلمان بناتا ہے۔ یہ کس کی نگاہ کا فیض ہے۔ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز' آپ کسی بادشاہ کے لخت جگر نہیں تھے۔ آپ کسی صوبے کے حاکم کے فرزند نہیں تھے' ایک درویش کے گھر میں پیدا ہوئے۔ اور پھر کیا ہوا۔ کوئی لاؤ لشکر آپ کے پاس نہیں ہے۔ وقت کا حاکم وہ مردود ہے جو اسلام کا نام و نشان مٹانا چاہتا ہے۔ مسجدیں مسمار کر رہا ہے۔ علماء کو شہید کر رہا ہے۔ اور بعض وہ بدنصیب ہیں کہ جو داڑھیاں اس کے پاؤں پر جا کر منڈواتے ہیں۔ اس کو خوش کرنے کیلئے مولوی صاحب نے سوچا' اب کیا کیا جائے بادشاہ سلامت کو راضی کرنا ہے۔

یعنی یہ صورت حال ہے اسلام کی۔ اسلام کے شعائر کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ گائے کے ذبح پر پابندی لگائی جا رہی ہے۔ ذرا سوچیں' غور کیا کریں۔ دشمنوں کو ان باتوں کی کیا ضرورت ہے' صرف اس لئے کہ اسلام کے عزائم مٹ جائیں۔ اسلام کے رسوم و رواج مٹ جائیں۔ شعائر مٹ جائیں۔ اسلئے سب کچھ کر رہا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ چار سال تک اگر اکبر کو مزید موقع مل جاتا تو پھر اسلام کا شاید نام و نشان نہ رہتا۔ اس بدبخت حاکم کے خلاف جو کوشش کی' مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے کی۔ اور جہانگیر برسر اقتدار آیا تو آپ کے غلاموں کی وجہ سے آیا۔ لیکن اس کا دماغ بھی خراب ہو

گیا۔آپ نے اس کے سامنے بھی سجدہ تعظیم نہیں کیا۔اس کو بتایا گیا تھا کہ یہ شخص تمہارے خلاف اٹھنا چاہتا ہے۔فوج لانا چاہتا ہے۔بہر حال آپ نے جواب دیا اس کو۔پھر بلایا اور کہتے ہیں کہ انہوں نے کھڑکی رکھی دیوار میں کہ مجدد صاحب اس میں سے گذرنے کے لئے سر جھکا دیں گے۔ہم کہیں گے چلو سجدہ ہو گیا۔مجدد صاحب تشریف لائے،سمجھ گئے۔آپ نے اپنے پیر مبارک پہلے آگے کئے،سر مبارک بعد میں۔اور یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں۔ایک ہے سجدہ تعظیم کی نیت سے جھکنا۔ایک ہے پاؤں چومنے کی نیت سے جھکنا۔محبوب کریم علیہ التحیۃ والثنا نے سجدہ تعظیم کو اپنی امت پر حرام کیا ہے لیکن قدم بوسی کو حضور ﷺ نے جائز رکھا ہے۔صحابہ کرام علیہم الرضوان سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں مبارک چوما کرتے تھے۔زمین سے کوئی چیز اٹھانے کیلئے جھکنا یہ اور بات ہے،برتن اٹھانے کے لئے جھکنا' کتاب گر گئی اسے اٹھانے کے لئے جھکنا یہ اور ہے۔کسی کو خدا سمجھ کر جھکنا یہ اور ہے۔کسی کو سجدہ کرنے کی نیت سے (معاذ اللہ) جھکنا یہ اور ہے۔سجدہ تعظیم ہو تو حرام ہے۔سجدہ عبادت ہو تو یہ شرک ہے۔خدا کے سوا کسی کو سجدہ عبادت شرک ہے۔بہر حال مجدد صاحب کا سر جھکانے کی انہوں نے کوشش کی۔کہتے ہیں تو بڑے بڑے پہلوان تھے وہاں۔بادشاہ جہانگیر نے کہا سر پکڑ کر ہی جھکا دو،وہ نیچے زور لگا رہے تھے۔آپ اوپر کو زور لگا رہے تھے،نہیں جھکانا تیرے آگے۔اور پھر کیا ہوا۔اس نے جیل میں بھیج دیا۔کہتے ہیں ساٹھ ہزار ہندو مسلمان ہوئے تھے جیل میں۔اور سب کچھ یہ ہو گیا۔پھر سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی بیٹی کے خواب میں آئے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہمارا ایک بندہ،ہمارا ایک نائب،ہمارا ایک روحانی فرزند تیرے باپ نے گرفتار کیا ہے۔اسے سمجھا۔بہر حال آپ باہر تشریف لائے۔آپ نے فرمایا،میں اس وقت تک آزادی نہیں لوں گا جب تک جتنی مسجدیں شہید ہوئی ہیں ان سب کو ٹھیک نہ کیا جائے۔اور آپ نے فرمایا' جب تک بادشاہ خود اور اس کے امراء وزراء ایک ایک گائے ذبح نہ کریں میں نہیں آؤں گا۔

ملت کے بہی خواہ کون؟

پاکستان بننے سے پہلے کچھ لوگوں نے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے کیا کیا کہ اعلان کر دیا کہ گائے کو ذبح نہ کیا جائے۔ہمارے ہندو بھائی ناراض ہو جاتے ہیں۔اور یہ کہنے والے بڑے بڑے مولوی تھے۔جن کے نزدیک داتا صاحب جائیں تو شرک ہو جاتا ہے،گاندھی کو وہ مسجدوں میں بلا رہے تھے اور منبروں پر بٹھا رہے تھے اور ایک بدبخت نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر سلسلہ نبوت جاری رہتا تو گاندھی نبی ہوتا۔معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔یہاں تک صورتحال تھی۔اس کا مقابلہ کس نے کیا تھا۔بریلی کے تاجدار مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اور ان کے غلاموں نے۔جب بھی اسلام پر نازک وقت آیا ہے۔نبی پاک علیہ السلام کے عاشق میدان میں آ گئے ہیں' اعلیٰحضرت رحمتہ اللہ علیہ کا یہ بہت بڑا کمال ہے۔قرآن اور ہندوؤں کی کتاب گیتا کو پالکی میں (اکٹھا) رکھ کر جلوس نکالا جاتا تھا ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے۔ابوالکلام آزاد کہتا ہے' میں نے کبھی کسی کو اتنی جلدی نہیں مانا،میں بڑی تنقید کرتا ہوں،آسانی سے نہیں مانتا لیکن ایک شخصیت ہے دنیا میں جس کا نام ہے گاندھی' بس اس کو دیکھ کر ہی میں اس پر عاشق ہو گیا۔یہ ہے ابوالکلام آزاد۔اور وہی گاندھی جب بریلی کے تاجدار مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی کو پیغام بھیجتا ہے کہ میں آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔آپ فرماتے ہیں' میں درویش فقیر آدمی ہوں' آپ کا میرے ساتھ کیا کام ہے۔یہ ہے فرق داتا صاحب کے ماننے والوں میں اور داتا صاحب کے غلاموں کو مشرک کہنے والوں میں۔آج آپ اپنی اسمبلی کا حال دیکھیں۔بچوں کی طرح وہاں بحثیں ہو رہی ہیں۔میں حکومت کی تائید نہیں کر رہا۔یاد رکھیں۔میں جو بات کرنے والا ہوں بعد میں آپ وہ دیکھیں گے۔یعنی یہ افسوس کی بات ہے کہ وہاں ڈانس ہوتے ہیں حکومت کے خلاف تو مولوی بھی داڑھی سمیت اور بے پردہ ناہید خان جو ہے ان کے ساتھ وہاں ناچتی ہے' کودتی ہے۔نہ مولوی کو کوئی شرم آتی ہے نہ اس عورت کو شرم آتی ہے۔آج معاذ اللہ ثم معاذ اللہ یہ تکلیف دہ بات ہے کہ نصاب کی کتابوں سے ختم نبوت کا ذکر نکالا جا رہا ہے۔نصاب کی کتابوں سے عبدالقدیر خان کا ذکر نکال کر اس حرامی کا ذکر شامل کیا ہے۔جو یہاں کا جاسوس اور غدار سائنسدان ہے۔عبدالسلام۔مرزائی ہے وہ۔اس کا ذکر یہاں شامل کیا جا رہا ہے۔یہ مسئلہ ان کے نزدیک اہم نہیں۔یہ مسئلہ اہم ہے کہ وردی اتار دو۔کتنی عجیب بات ہے۔جی ہم یہاں جمہوریت لانا چاہتے ہیں۔مجید نظامی کہتا ہے علامہ اقبال نے جمہوریت پر بڑا زور دیا ہے۔او بد نصیبو! اس میں کیا شک ہے کہ جمہوریت ہونی چاہئے لیکن یہ کہنا کہ اقبال جمہوریت کے قائل تھے' یہ بات غلط ہے۔علامہ اقبال نے کھل کر کہا ہے

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارشو کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

اقبال اس مغربی جمہوریت کے خلاف تھے۔آپ اسلامی جمہوریت کو ٹھیک سمجھتے تھے۔

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

دس بدمعاش ایک طرف ہوں اور زمانہ کا قطب ایک طرف ہو اس جمہوریت کے نزدیک ان دس بدمعاشوں کے ووٹ کی زیادہ اہمیت ہے۔ یہ جمہوریت ہمارے ہاں کیسے پنپ سکتی ہے۔ذرا خیال فرمائیں' یہ جمالی جلالی سب اکٹھے ہو جائیں' کہیں ہم پاکستان میں نظام مصطفیٰ لانا چاہتے ہیں آؤ اس پر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو بات بن جاتی ہے۔سب سے بڑا رونا تو یہ ہے کہ پاکستان جس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا، اس مقصد کو سامنے رکھیں۔ یہ کس لئے بنایا گیا ہے۔حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔اسلام کی تجربہ گاہ بنا رہے ہیں۔امریکہ اندر آرہا ہے' گھس رہا ہے' ہمارے دماغوں پر چھا رہا ہے' ہمارے نصاب پر چھا رہا ہے اور اس بارے میں کوئی رونا نہیں ہے' رونا صرف وردی پر ہے اور چند دنوں کے بعد ناچتے ناچتے تھک جائیں گے۔کہیں گے باقی اتفاق ہو گیا ہے۔چلو وردی پر بھی کر لیتے ہیں یہ ہے۔ان کا سارا فکری حدود اربعہ۔

عزیزان گرامی قدر! یہ لوگ ،اللہ تعالیٰ ان سے معاف فرمائے۔ میں کہتا ہوں ذرا خیال کیا کریں۔ایک مولوی جب یہ بات کہتا ہے کہ پاکستان کا قیام اس صدی کا سب سے بڑا فراڈ ہے۔جب اس ایک ملانے یہ بات کی تم اس کو وزیراعظم کیوں بنانا چاہتے ہو۔وہ تو اس بات کے مستحق نہیں کہ اس کو الیکشن میں حصہ لینے دیا جائے۔وہ پاکستان کو گالیاں دیں۔قائداعظم کو کافراعظم کہیں اور مفتی محمود نے یہاں تک کہہ دیا کہ خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں ہوئے۔وہ کسی احترام کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔آج یہاں صد سالہ جشن دیوبند پاکستان میں منایا جاتا ہے پھر بھی پاکستان کو گالیاں دیتے ہیں۔یہاں آکر بھی پاکستان کو گالیاں دیتے ہیں۔تو یہ افسوس کی بات ہے۔ ہمارے ہاں عجیب قسم کی صورتحال ہے۔ پچھلے دنوں میں لندن میں' امریکہ میں' اٹلی میں' فرانس میں ہر کہیں مظاہرے ہو رہے تھے، پاکستان میں خاموشی تھی۔مجید نظامی کا نوائے وقت' اداریہ اس میں ایک دن آ گیا' پتہ نہیں ہماری حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا اندرونی کوئی سمجھوتہ ہو گیا ہے' اسلئے یہ مظاہرے نہیں کرتے۔جلوس نہیں نکال رہے باقی ساری دنیا کر رہی ہے۔وزیر داخلہ نے بیان دیا ہم نے کسی جلوس پر پابندی نہیں لگائی۔ون ملین مارچ ہو گیا۔اور کیا کچھ نہیں ہوا۔اور جب قرارداد پاس کرانے لگے تو یہ بھی نہیں کہہ سکے کہ امریکہ کی ہم مذمت کرتے ہیں۔اس نے اتنی بے غیرتی کی ہے' ہمیں دکھ ہے۔یہ ان لیڈروں کا حال ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے صدقے سے' مجدد الف ثانی کے صدقے سے' ہمارے اندر غیرت پیدا فرمائے۔ ہماری آنکھیں کھول دے۔ ہمیں حالات کا صحیح جائزہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ہمارا حکمران طبقہ اگر غداری کرے تو ہمیں اس کے خلاف بولنے کی توفیق عطا فرمائے اور حالات کو بدلنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور حکومت کے مقابلے میں جو لوگ ہیں' اگر وہ غدار ہیں تو ہمیں ان سے بھی بچنا چاہئے۔یہ تو کوئی بات نہیں ہے' جو حکومت میں آ جائے وہ غدار ہو گیا اور جو حکومت سے باہر ہے وہ محب وطن پاکباز ہے۔اور پھر جب اس کی حکومت ہو گی اس پر تنقید کریں گے جس طرح مجید نظامی کی عادت ہے۔ یہ بات نہیں ہے۔ذرا کبھی سوچا کریں۔حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ ہمارے لئے نہایت گویا قابل احترام ہستی ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں لیکن کوئی مادر ملت کہنا یہ کہاں تک ٹھیک ہے۔جب رب تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھتھم

نبی کی بیبیاں ہیں جو ملت کی مائیں ہیں، مومنوں کی مائیں ہیں۔یہ قرآن فرما رہا ہے۔اب مجید نظامی پر کوئی ایسا شیطان کا اثر ہوتا ہے۔جو لفظ منہ سے چاہتا ہے کہتا ہے۔کبھی کہتا ہے مادر ملت کا بیج لگا ہو ہر ایک کے پاس۔عجیب آدمی ہے۔

تو یہ باتیں سوچنا چاہئے۔اپنے دل کے تالے کھول کر غور کیا کریں، کون کہاں سے بولتا ہے۔علامہ اقبال پردے کے سخت قائل تھے۔عورتوں کا' مردوں کا اس طرح کھلے بازار پھرنا' ایک دوسرے کے ساتھ ملنا بالکل ناپسند کرتے تھے۔وہ ہمارے لئے محترم ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن نمونہ جو اللہ نے دیا ہے۔وہ حضور ﷺ کا نمونہ ہے۔عورتوں کے لئے اسوہ کامل' علامہ اقبال سے پوچھو' کہتے ہیں۔

مادراں را اسوہ کامل بتول رضی اللہ عنہ

اسلئے ذرا غور کریں' سوچیں اور خود بیدار ہو کر قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کریں

وا خر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

پاکستان میں قانون توہین رسالت ﷺ کا پس منظر

وقار احمد چوہدری ایڈووکیٹ ممبر ایگزیکٹو لاہور ہائیکورٹ بار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مغلیہ حکومت کے زوال کے بعد جب ہندوستان میں برطانوی راج مسلط ہو گیا تو یہاں ۱۸۶۰ء میں گورنر جنرل ہند کی منظوری سے تعزیرات ہند (The Indian penal code) کو نافذ العمل کر دیا گیا لیکن اس میں شاتمان رسول ﷺ کے خلاف کوئی قانون وضع نہ کیا گیا (جب کہ سلطنت مغلیہ کے دور میں قانوں توہین رسالت ﷺ موجود تھا جو عہد رسالت ﷺ دور خلافت اور مسلمان سلاطین کے دور میں قانون توہین رسالت ﷺ کا آئینہ دار تھا) لیکن عجیب بات یہ ہے کہ برطانیہ میں اس وقت بھی یعنی ۱۸۶۰ء میں قانون توہین مسیح بطور کامن لا (Common Law) موجود تھا اور آج بھی موجود ہے۔

البتہ ہندوستان میں حکومت برطانیہ کے خلاف منافرت پھیلانے یا حکومت کے خلاف اشتعال انگیزی کے جرم کیلئے ایک دفعہ تعزیرات ہند میں (Indian penal code) شامل کی گئی ہے جسے جرم بغاوت قرار دے کر اس کی سزا عمر قید مقرر کی گئی۔ جس کی جگہ 1898ء میں دفعہ 124-A.I.P.C کو ترمیم کے ساتھ تعزیرات میں شامل کیا گیا مگر سزا اور جرم وہی برقرار رہی۔ اسی سال 1898ء میں دفعہ 124-A کے ساتھ ایک مزید دفعہ 153-A کا بھی اضافہ کیا گیا تا کہ فرقہ وارانہ منافرت کی وجہ سے جو فتنے اور فسادات پیدا ہوں ان کا سد باب ہو سکے اور حکومت ان خطرات سے محفوظ رہ سکے۔ دفعہ 153-A کا متن حسب ذیل ہے۔

''دفعہ 153-A جو کوئی الفاظ سے بذریعہ تقریر یا تحریر یا اشاروں یا کسی اور طریقہ سے ہر میجسٹی (Her Magisty) کی رعایا کی مختلف جماعتوں میں دشمنی یا منافرت کے جذبات ابھارے یا انہیں بھڑکانے کی کوشش کرے اسے دو سال قید تک سزا یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔''

شاتمان رسول ﷺ کے خلاف بھی مقدمات اسی دفعہ 153-A کے تحت قائم ہوئے ان میں سب سے مشہور مقدمہ راج پال کے خلاف اسی جرم 153-A تعزیرات ہند کے ارتکاب پر درج ہوا۔ جس نے حضور ﷺ کے خلاف ایک کتاب لکھ کر توہین کا ارتکاب کیا تھا۔ اور عدالت سیشن جج سے اسے (راج پال کو) سزا دی گئی۔ جس کے خلاف اس نے پنجاب ہائی کورٹ میں نگرانی (Revision) دائر کی جس کی سماعت دلیپ سنگھ جج نے کی۔ فیصلہ میں مذکور جج نے قرار دیا کہ دفعہ 153-A تعزیرات ہند کے تحت جرم قابل تعزیر نہ بنتا ہے۔ ملزم راج پال صاف بری ہو گیا۔ یہ فیصلہ

A.I.R 1927 صفحہ 250 پر چھپ چکا ہے۔

مذکور فیصلہ سے ہندوستان کے مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی بالآخر غازی علم الدین شہید نے گستاخ رسول ﷺ راج پال کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنے ہاتھوں سے اسے توہین رسالت ﷺ کی سزا دے کر جام شہادت نوش فرما کر زندہ جاوید بن گیا۔

دلیپ سنگھ جج کے مذکورہ فیصلہ کے خلاف پنجاب ہائیکورٹ کے سپیشل بینچ نے اختلاف کرتے ہوئے اسی دفعہ A-153 کے تحت سزا دی اور قرار دیا تھا کہ اس کتابچہ کی تحریر توہین آمیز ہے

برطانوی حکومت نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کے احتجاج اور مولانا محمد علی جوہر کی تحریک پر اس وقت کی قانون ساز اسمبلی نے 1927ء میں مسلمانوں کی اشک شوئی کیلئے ایک معمولی سی دفعہ A-295 کا تعزیرات ہند میں اضافہ کیا گیا (بحوالہ قانون فوجداری ترمیمی ایکٹ مجریہ سال 1927) جو حسب ذیل ہے۔ دفعہ A-295 جو کوئی عمداً اور بدنیتی سے تحریری یا تقریری یا اعلانیہ طور پر ہر میجسٹی کی رعایا کی کسی جماعت کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرے یا توہین کرنے کی کوشش کرے کہ اس جماعت کے مذہبی جذبات مشتعل ہوں تو اسے دو سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

''دفعہ A-295 میں 23 مارچ 1956ء سے صرف ''ہر میجسٹی (Her Magisty) کی رعایا'' کے الفاظ کو ''پاکستان کے شہریوں'' کے الفاظ سے تبدیل کر دیا گیا۔ اس طرح اس دفعہ میں سال 1961 کے ترمیمی آرڈیننس جس کو سال 1956 سے موثر بہ ماضی کیا گیا تھا کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔

سال 1980 میں دوسرا ترمیمی آرڈیننس کے ذریعہ دفعہ A-298 تعزیرات پاکستان کا اضافہ کیا گیا جو حسب ذیل ہے۔

دفعہ A-298 تعزیزات پاکستان (Pakistan Penal Code)

جو کوئی تحریری یا تقریری یا علانیہ یا اشارتاً یا کنایتاً بالواسطہ یا بلاواسطہ امہات المومنین یا کسی اہل بیت یا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے کسی خلیفہ راشد یا اصحاب رسول ﷺ کی بے حرمتی کرے ان پر طعنہ زنی یا بہتان تراشی کرے۔ اسے دس سال تک سزا یا جرمانہ عائد کیا جائے گا یا وہ ان دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔

اس دفعہ A-298 تعزیرات پاکستان کے اضافہ سے پاک ہستیوں کی شان میں گستاخی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا لیکن خود اس مقدس ترین ہستی نبی کریم ﷺ جس سے نسبت کی وجہ سے انہیں یہ مرتبہ حاصل ہوا ان کی شان میں گستاخی کے جرم کے بارے میں کوئی سزا تجویز نہیں ہوئی۔

1983 میں ایم راج نامی کمیونسٹ ایڈووکیٹ نے Heavenly communis (آفاقی اشتمالیت) ایک کتاب لکھی اس میں حضور خاتم النبیین ﷺ کی شان میں گستاخی کی جسارت کی جس پر لاہور ہائیکورٹ بار نے فوراً اس کی رکنیت خارج کر دی اس کے خلاف قرارداد پاس کر کے حکومت سے مطالبہ کیا کہ کتاب کی تمام کاپیاں فوری ضبط کی جائیں اور گرفتار کر کے عبرتناک سزا دی جائے ملک بھر کی دیگر بار کونسلوں نے بھی یہی مطالبہ حکومت سے کیا تمام مکاتب فکر کے علماء اور عوام بھی مشتعل ہو گئے۔ حکومت نے امن وامان کی صورت حال اور بار ایسوسی ایشنز کی قرار دادوں کے پیش نظر ایم۔ راج کو زیر دفعہ A-295 تعزیرات پاکستان میں گرفتار کر لیا۔ کیونکہ تعزیرات پاکستان (Pakistan Penal Code) میں اس وقت تک توہین رسالت جیسے سنگین اور انتہائی دل آزار جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں تھی (اسلامی جمہوریہ پاکستان جو رسالتمآب ﷺ کے صدقے سے معرض وجود میں آیا تھا ملک بھر کی تمام بار ایسوسی ایشنز علمائے دینی تنظیموں اور عوام نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ توہین رسالت ﷺ کے متعلق فوراً قانون سازی کی جائے۔ پاکستان کے اخبارات نے بھی اس کی تائید کی اور حمایت میں اداریئے لکھے بالآخر اسلامی نظریاتی کونسل نے اس

مطالبہ کا نوٹس لیا اور حکومت سے سفارش کی کہ توہین رسالت ﷺ اور ارتداد کی سزا سزائے موت مقرر کی جائے اس کے باوجود حکومت وقت نے اس نازک مسئلہ کو مستحق توجہ نہ سمجھا۔

لہذا پاکستان کی تمام بار کونسلوں کی تحریکوں قراردادوں کے پیش نظر بالخصوص لاہور ہائیکورٹ بار کو محرک ہوتے ہوئے (جس میں فاتح تختہ دار مجاہد ختم نبوت علامہ عبدالستار خاں نیازی کا لاہور ہائیکورٹ بار میں خطاب خصوصی اہمیت کا حامل ہے) پاکستان کے سنیئر وکلاء کی مشاورت سے سنیئر ایڈووکیٹ محترم محمد اسماعیل قریشی نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ 203 کے تحت 1984ء میں فیڈرل شریعت کورٹ میں شریعت پیٹشن نمبرا-L-1984 بعنوان مقدمہ محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ بنام صدر جنرل محمد ضیاء الحق وغیرہ دائرہ کی مذکور فیڈرل شریعت پیٹشن میں استدعا یہ تھی کہ دفعات A-295 اور A-298 تعزیرات پاکستان کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لے کر فیصلہ صادر فرمایا جائے کہ توہین رسالت ﷺ کی مقرر کردہ سزا قرآن وسنت کے منافی ہے لہذا توہین رسالت ﷺ کے انتہائی سنگین جرم کی سزا قرآن وسنت کی رو سے سزائے موت مقرر کی جائے۔

مذکورہ مقدمہ کی سماعت کے دوران فیڈرل شریعت کورٹ میں ملک کے نامور وکلا سابق جسٹس صاحبان جنھوں نے توہین رسالت ﷺ کے قانون میں سزائے موت مقرر کرنے کے حق میں دلائل دیئے ان کی تعداد 78 تھی اس کے علاوہ علماء بھی پیش ہوئے جن کی تعداد 20 تھی ان میں مجاہد ملت عبدالستار خاں نیازی بھی تھے۔حکومت کی طرف سے مذکورہ مقدمہ میں اٹارنی جنرل پاکستان چار صوبوں کے ایڈووکیٹ جنرلز پیش ہوئے خوشی کی بات یہ ہے کہ انہوں نے بھی مذکور شریعت پیٹشن کی تائید میں دلائل دیئے اور عدالت سے درخواست کی کہ اس پیٹشن کو منظور کر لیا جائے۔لیکن تعجب ہے کہ فیڈرل شریعت کورٹ نے شریعت پیٹشن کا فیصلہ محفوظ (Reserve) کر لیا اور Announced نہ کیا اسی اثناء میں ایک این۔جی۔اولیڈر خاتون نے نبی کریم ﷺ کی شان میں بالواسطہ گستاخی کی۔جس پر محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن کی مشاورت سے توہین رسالت کی سزا۔سزائے موت کا بل تیار کیا جو آپا نثار فاطمہ MNA نے قومی اسمبلی میں پیش کیا جو فوجداری قانون ترمیمی ایکٹ نمبر 3 سال 1986ء کی صورت میں منظور ہوا۔جس کی رو سے تعزیرات پاکستان میں C 295 کا اضافہ کیا گیا جو حسب ذیل ہے۔

دفعہ C-195 تعزیرات پاکستان (Pakistan Penal Code)

جو کوئی عمداً زبانی یا تحریری طور پر بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلا واسطہ اشارتاً یا کنایتاً نام محمد ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے، وہ سزائے موت یا سزائے عمر قید کا مستوجب ہوگا اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جائے گی۔

Petitioner محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے لاہور ہائیکورٹ بار کی مشاورت سے توہین رسالت ﷺ کے متذکرہ بل میں اہانت رسول ﷺ کی سزا بطور حد کے سزائے موت کا مطالبہ کیا گیا تھا۔لیکن اس میں سزائے موت کے متبادل سزائے عمر قید جو دفعہ C 295 (P.P.C) میں رکھی گئی وہ قرآن وسنت کے منافی تھی۔

تاہم لاہور ہائیکورٹ بار کی مشاورت سے محترم محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے اس دفعہ 295.C (P.P.C) سے عمر قید حذف کرنے کیلئے فیڈرل شریعت کورٹ میں شریعت پیٹشن نمبر 6 . L . 1987 دوبارہ دائر کردی۔ مذکور شریعت پیٹشن سماعت فرما کر منظور فرما کر 30 اکتوبر 1990 کو فیصلہ صادر فرمایا۔فیڈرل شریعت کورٹ نے قانون توہین رسالت ﷺ کا یہ فیصلہ صدر حکومت پاکستان کو ارسال کر دیا تھا 295.C (P.P.C) میں ترمیم کر کے عمر قید کے الفاظ 30 اپریل 1991 تک اس دفعہ سے حذف کر دیئے جائیں ورنہ اس تاریخ سے عمر قید کے الفاظ اس دفعہ سے غیر موثر ہو جائیں گے اس فیصلہ میں حکومت کو مزید ہدایت کی گئی کہ اس دفعہ میں ایک اور شق کا اضافہ کیا جائے جس کی رو سے دوسرے پیغمبروں کی اہانت کی سزا بھی سزائے موت مقرر کی جائے یہ فیصلہ F.S.C-10-1991 میں چھپ چکا ہے۔لیکن اس فیصلہ کے خلاف

حکومت پاکستان نے سپریم کورٹ آف پاکستان اپیل دائر کردی۔

بعنوان وفاقی حکومت بنام محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ جو بعدازاں وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کی ہدایت پر واپس لے لی۔ اس طرح فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ F.S.C.1991 سپریم کورٹ میں بھی بحال رہا۔ عمر قید کے الفاظ آئین قانون اور فیصلہ کے مطابق دفعہ 295C (P.P.C) حذف ہوکر عمر قید کی سزا غیر موثر ہوچکی ہے اور اب پاکستان میں اہانت رسول (توہین رسالت) کی سزا الحمدللہ بطور حد زیر 295.C (P.P.C) سزائے موت مقرر ہوکر نافذ العمل ہے۔ دفعہ 295.C (P.P.C) حسب ذیل ہے

Section. 295-C use of derogatory remarks etc, in Respect of the Holy Prophet. Whoever by words either spoken or written or by visible representation or any imputation, innundo or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of Holy Prophet Muhammad (Peace be upon him) shall be punished with death or imprisonment for life and shall also be liable to fine.

Note: Words or "imprisonment for life" have lost their efficacy w.e.f30-04-1991

یہاں ایک اور اہم مقدمہ کا ذکر ضروری ہے جو قانون توہین رسالت ﷺ 295.C (P.P.C) کے نفاذ میں واضح Maintainable ہے جو حسب ذیل ہے۔

لاہور ہائیکورٹ نے ایک مقدمہ بحوالہ

In criminal No 1815 of 2001 and Murder reference No. 61-T of 2001

میں نہایت اہم آئینی اور قانونی نکتہ پر فیصلہ دیا ہے وہ اس طرح ہے کہ مذکورہ اپیل میں ہائیکورٹ کے ڈویژن بنچ نے ملزم محبوب کو توہین رسالت ﷺ کے مقدمہ میں اس لئے بری کیا تھا کہ استغاثہ کی شہادت اسلام کے معیار شہادت کے مطابق نہ تھی اس حد تک تو فیصلہ درست تھا لیکن ایک اور وجہ جس کا ذکر فیصلہ میں نمایاں طور پر کیا گیا تھا وہ یہ کہ توہین رسالت ﷺ کا مجرم اگر اپنے گناہ سے توبہ کرے تو عدالت اسے معاف کرتے ہوئے بری کرسکتی ہے۔ جس پر محترم محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے ہائیکورٹ بار کی مشاورت سے مذکور ہائیکورٹ کے ڈویژن بنچ کے فیصلہ کو سپریم کورٹ آف پاکستان میں بروئے Criminal petition No 774 of 2002 میں چیلنج کیا کہ توہین رسالت ﷺ کے بارے میں قرآن وسنت اور آئین اسلامی جمہوریہ آف پاکستان کی رو سے فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کے فیصلہ شدہ مقدمہ محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ بنام صدر جنرل محمد ضیاء الحق وغیرہ کے بعد کسی عدالت گورنمنٹ یا اتھارٹی کو یہ حق حاصل نہ ہے کہ وہ توہین رسالت ﷺ کے مجرم کو توبہ پر معاف کر دے۔ ایسی صورت میں گستاخ رسول ﷺ کو یہ فری لائسنس مل جائے گا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی توہین کریں اور پھر توبہ کر کے اس جرم سے بری ہوجائیں۔ جس پر سپریم کورٹ آف پاکستان نے 22 ستمبر 2005 کو دلائل سے اتفاق کرتے ہوئے فیصلہ دیا کہ عدالتیں فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ (1991-F.S.C-10 میں چھپ چکا ہے) کی پابند ہیں توہین رسالت ﷺ کے مجرم کو معاف کردینے کا کسی کو کوئی اختیار حاصل نہ ہے۔

……☆……

”حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی یاد میں چند الفاظ

......﴿پرنسپل نعیم الرحمٰن چوہدری﴾......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج میں نقش لاثانی نگر کی اس ہستی کا ذکرِ خیر کروں گا جو ہزاروں، لاکھوں دلوں کی دھڑکن ہیں۔ جنہوں نے ہمیں سرکار دو عالم کی محبت کے جام پلائے، اور فرمایا کہ زندگی کا حاصل سرکار دو عالم ﷺ کی غلامی ہے میں کیا، میری کیا حیثیت ایسی ہستی کے بارے میں کچھ لکھنا چھوٹی منہ بڑی بات ہے۔ لیکن ان کی نظر عنایت پر مکمل بھروسہ ہے۔ وہ آج بھی دستگیری فرماتے ہیں۔ آپ کی زندگی میں ایک کھلی کتاب ہے۔ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی آپ پر کبھی انگلی نہیں اٹھائی۔ آپ بچپن سے لے کر آخری وقت تک عشق رسول ﷺ کی دھائی دیتے رہے۔ اللہ کے لئے محبت اسی کے لئے عداوت قرآن وحدیث کا درس، سنت کی پیروی، نبی پاک ﷺ پر مر مٹنے کا جذبہ یہ وہ درس تھا جو آپ نے ساری زندگی دیا۔ غریبوں کے حامی، دشمنوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ، مظلوموں کی دادرسی، حکمرانوں کو سبق عبرت، سوالی کی جھولی بھرنا، فاقہ کشوں کے لئے لنگر لاثانی، گناہ کی حوصلہ شکنی، گناہگاروں سے محبت، گستاخوں سے نفرت اور ان سے تعلق توڑنا کوئی ان سے سیکھتا، اپنا اس کو بنایا جو نبی پاک ﷺ کا اپنا تھا۔ بیر (نفرت) اس سے رکھا۔ جس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغض وعناد تھا۔ الغرض ایسے مرد قلندر صدیوں بعد جنم لیتے ہیں میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس صدی مجدد آپ ہیں۔ جس شخص پر ایک نظر پڑی تقدیر بدل کر رکھ دی۔

ساری عمر شریعت کا درس دیا۔ اگر کوئی تعویز لینے آیا۔ دم کرانے آیا، کوئی حاجت پیش کی، پہلا سوال ہوتا نماز پڑھتے ہو اگر جواب ناں میں ہوتا تو سختی فرماتے اور فرماتے جاؤ پہلے نماز کی پابندی کرو پھر آنا۔ انشاء اللہ اگر تم اللہ کے آگے سر جھکاؤ گے خود بخود پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔ ہے کوئی ایسا درویش اس دور میں تو دکھاؤ۔ جس کی صحت دین کا کام ہو، اگر کوئی صحت کے بارے میں پوچھتا تو فرماتے دین کا کام کرو میں خود بخود ٹھیک ہو جاؤں گا۔

پاکستان سے اتنی محبت میں نے اپنی زندگی میں کسی شخص کسی سیاسی لیڈر میں نہیں دیکھی جتنی حضور مفکر اسلام کو تھی۔

قائد اعظم کو اللہ کا ولی سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ ان کا عرس کروایا کرو۔ الحمد للہ اب باقاعدہ قائد اعظم کا عرس شیران اسلام کے زیر اہتمام ہر سال نقش لاثانی نگر میں شروع ہو چکا ہے۔

امت مسلمہ کا درد رکھنے والا وہ شخص نظروں سے اوجھل تو ہو گیا۔ لیکن اس کا مشن آج بھی اسی طرح زندہ ہے۔ اور قیامت تک زندہ رہے گا۔

حدیث پاک ہے ”مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے“ (ترمذی شریف) دنیا تو گویا اس کی ہتھیلی پر تھی جو بات بھی پوچھ لو اس کا جواب جو ہوتا کبھی بعد میں بھی اس میں ذرہ برابر کمی نہ ہوتی۔ ہزاروں مریدین کی تکلیفیں اٹھا کر مسکرانے والا وہ شخص خود بیمار رہ کر دوسروں کو خوش دیکھنا اس کا معمول تھا۔ بیماری کے متعلق کوئی پوچھتا تو فرماتے کہ میرے پیرومرشد حضور نقش لاثانی فرمایا کرتے تھے۔

”آسی میریاں تیریاں بیماریاں نوں اے ڈاکٹر حکیم نئی سمجھ سکدے“

سادگی کا مرقعہ، حسین چہرہ، جس کو دیکھتے ہی صدیوں کی پیاس بجھ سکتی تھی۔ سادی چارپائی پر جب جلوہ فرما ہوتے تو میرا وجدان کہتا ہے کہ ضرور فرشتے بھی ان کا دیدار کرنے حاضر ہوتے ہوں گے۔

غرض زندگی کے جس پہلو کو دیکھو۔ شریعت مصطفی ﷺ میں ڈھلا ہوا۔ ہزاروں سال اس پر لکھا جائے حق ادا نہ ہو۔ میں سوچتا ہوں جس ہستی کے آپ عاشق تھے۔ میری مراد سرکار دو عالم ﷺ ان کی ہستی کا کیا عالم ہوگا کسی شاعر نے کیا خوبصورت کہا ہے

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا　　　پدر مادر برادر جان مال اولاد سے پیارا

سال ہونے کو ہے ظاہری پردہ فرمائے ہوئے لیکن آج بھی ایسا لگتا ہے کہ وہ میڈیکل چیک اپ کروانے اسلام آباد گئے ہوئے ہیں۔ آنے ہی والے ہیں آج تاکل آجائیں گے، اب وہ سانسوں میں بس چکے ہیں، ان کی محبت ہی زندگی ہے آخر میں دعا ہے، کہ اے اللہ قیامت کے دن ہمیں ان کا ساتھ عطا فرمانا۔

وہی آبلے ہیں وہی جلن درد دل میں کوئی کمی نہیں　　　جو لگا کے آگ وہ چلے گئے وہ لگی ہوئی ہے بجھی ہے

......☆......

لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

(حضور مفکر اسلام کا............آخری درود وسلام)

مرات ذات واحد نور خدا کے مظہر
مقصود ہر دوعالم مطلوب رب اکبر
کون ومکاں کے مولا ارض و سما کے محور
کوئی نہ ان کا ثانی کوئی نہ ان کا ہمسر
لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

اللہ اکبر کیا ہے بے مثل ان کا پایا
سب کے خدا نے ان کو سب کیلئے بنایا
سارے جہاں پر ان کا ان پر خدا کا سایہ
دنیا ہے ان کے در پر وہ ہیں خدا کے در پر
لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

ان سے بڑا محافظ انساں کا بتاؤ
ان سے بڑا مقنن تاریخ میں دکھاؤ
اس انقلاب کی ہی کچھ مثل ہو تو لاؤ
بہتر یہی ہے مانو اور کہہ دو سر جھکا کر
لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

وہ جانتے ہیں سب کو وہ جانتے ہیں سب کچھ
اللہ کے کرم سے پہنچاتے ہیں سب کو
بعد از خدا انہیں کو ہم مانتے ہیں سب کچھ
کوئی کسی صفت میں رب کے نہیں برابر
لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

بخشی گئی ہے ان کو عالم کی حکمرانی
گردان کے گھومتی ہے ہستی کی سب کہانی
موت و حیات دنیا فانی ہے اور مکانی
سرکار لامکاں پر پہنچے تو موت کیوں کر
لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

بندوں میں اپنے رب نے سب سے زیادہ چاہا

کیا خوب ہی نوازا کیا خوب ہی سراہا
کرتے ہیں عرض مرسل تسلیم عالی جاہ
جان ان پہ کس ادب سے کرتے ہیں سب نچھاور
لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

فتح مبین کیا ہے سرکار کی غلامی
کیا اور نیک بختی کیا اور نیک نامی
آؤ نبی کے در پر عارف ہو یا ہو عامی
آئے ہو خاک بر سر جاؤ گے تاج بر سر
لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

رحم و کرم سے یکسر انسان بے خبر تھا
کہنے تو بشر تھا پر سر بسر وہ شر تھا
دیکھا جو مصطفےٰ نے اب اور ہی اثر تھا
جو عین شر تھا اب ہے خیر و کرم کا پیکر
لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

آئے نہیں تھے جب تک سرکار خاکدان
ظلمت اٹی ہوئی تھی ہر گوشۂ مقام
آئے تو جان آئی ذرّات تیرہ جام
کون اور ایسا محسن اور کون ایسا رہبر
لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

سرکار ہیں جہاں میں انصاف لانے والے
صدیوں سے جو تھا سویا اس کو جگانے والے
او پستی سے تا عرش اٹھانے والے
دیکھا کہاں تھا ایسا چشم فلک نے منظر
لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

سن لو جفاپرستوں آئی ہماری باری
کس شان سے ہے نکلی اسلام کی سواری
آگے نبی کا جھنڈا سر پر ہے فضل باری
مرشد کو آسی دیکھو ہے نعرہ زن برابر
لاکھوں درود ان پر لاکھوں سلام ان پر

ہم ادارہ **الحقیقہ** کو حسب روایت

میلاد نمبر

شائع کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں

منجانب

- رانا طارق محمود ہرنا سیالکوٹ
- حاجی چودھری محمود احمد (چیف انجینئر ریٹائرڈ) لاہور
- ڈاکٹر گلزار احمد چودھری عائشہ ہسپتال شکرگڑھ
- چودھری عزیز بخش (ماہر تعلیم)
- چودھری نعیم الرحمٰن پرنسپل نقشِ لاثانی ہائی سکول شکرگڑھ
- حافظ محمد اظہر نعیم نقشِ لاثانی ٹریڈرز شکرگڑھ
- چوھدری محمد فیصل (چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ) لاہور

Monthly
Mujallah
AL-HAQIQA
March 2007
Reg. No. C.P.L 168

الحمد للہ

حضور مفکر اسلام قدس سرہ کے تمام منصوبہ جات

صاحبزادہ حضرت **عطاء الحق** صاحب
کی زیر نگرانی پوری آب و تاب سے جاری ہیں

جن میں

- نقشِ لاثانی اسلامک یونیورسٹی (زیرِ تعمیر)
- انوار حدیقة الاطفال (نقشِ لاثانی شکرگڑھ)
- جامعہ انوار لاثانی (طلباء)
- جامعہ انوار لاثانی (طالبات)
- شعبہ درس نظامی (طلباء)
- شعبہ درسِ نظامی (طالبات)
- نقشِ لاثانی ہائی سکول (نقشِ لاثانی شکرگڑھ)
- نقشِ لاثانی ہائی سکول (ظفروال روڈ شکرگڑھ)
- نقش لاثانی پبلک ہائی سکول (نزد جناح سٹیڈیم سیالکوٹ)
- نقشِ لاثانی ہائی سکول (موہن شکرگڑھ)
- نقش لاثانی ہائی سکول (ایمن آباد روڈ سیالکوٹ)
- مکتبہ نقشِ لاثانی (نقشِ لاثانی نگر)
- شیرانِ اسلام (پاکستان)
- ماہنامہ الحقیقہ

اس کے علاوہ بیسیوں ہائی سکول آپ کے حکم سے جاری و ساری ہیں
جو آج بھی عوام کے نونہالوں کی دینی و فکری تربیت کر رہے ہیں۔

منجانب: **ادارہ تعلیمات حضور مفکر اسلام** (ممنون احمد آسوی)